

الجواب الباهر في زوار المقابر

www.KitaboSunnat.com

عقیدہ توحید کی روشنی میں

روضہ رسول کی زیارت

روضہ رسول، اولیاء اللہ اور عام مسلمانوں کی قبروں کی زیارت کے

آداب احکام و مسائل

تالیف

شیخ الإسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ

ترجمہ: عطی اللہ شاہ نقوی رحمہ اللہ تقدیم



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب

عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔



مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload)



کی جاتی ہیں۔

دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشر و اشاعت کی مکمل



اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔



ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔



﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔



kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

الجواب الباهر في زوار المقابر

عقيدة توحيد کی روشنی میں

روضہ رسول
کی زیارت



کتاب و سنت کی اشاعت کا مثالی ادارہ

جملہ حقوق اشاعت برائے دارالابلاغ محفوظ ہیں

نام کتاب روزہ رسول کی زیارت

تالیف شیخ الاسلام ابو تمیمہ رحمہ اللہ

ترجمہ عطی اللہ شائق

تقدیم ابو ضیاء محمود احمد غضنفر

تحقیق و تخریج نصیر احمد کاشف

اشاعت ازل اپریل 2006ء

قیمت

پاکستان میں ہماری کتب مندرجہ ذیل اداروں سے مل سکتی ہیں

- لاہور - دارالانوار - مرکز القاریہ - 7230549 - دارالاسلام شہرہ - 7232400 - کتبہ قدسیہ - 7230585 - کتبہ طیبہ - 7237184 - کتب مرآتے - 7320318
- اسلامی آباد - 7357587 - نعمانی کتب خانہ - 7321805 - کتبہ رحمان - 7224228 - کتبہ دارالعلوم فی - 7630557 - انگریز کتب خانہ لاہوری - 6365526
- راولپنڈی - جمیعت طیبہ کی کتب خانہ - 5635168 - اسلام آباد - مسعود اسلامک بکس - 2261358 - فیصل آباد - کتبہ اسلامیہ دوران شن عہدہ بازار
- 631204 - کتبہ نورم - 4985724 - دی بک ڈسٹری بیوٹرز - 7787137 - کتبہ دارالقرآن - 021-2211998 - طبعی کتب خانہ امروہہ بازار -
- پشاور - معراج کتب خانہ - 214720 - حیدرآباد - کتبہ رحمت النقیہ - 0333-2607264

دارالابلاغ پبلسٹرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز لاہور 0300
4453358 پاکستان

عقیدہ توحید کی روشنی میں

روضہ رسول کی زیارت

روضہ رسول، اولیاء اللہ اور عام مسلمانوں کی قبروں کی زیارت کے
آداب، احکام و مسائل

تالیف

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ

ترجمہ، عطاء اللہ شاہ نقوی، مقدمہ محمد صالح عیسیٰ





آئینہ

روضہ رسول کی زیارت

- ❁ حرف آغاز : محمد طاہر نقاش ۱۳
- ❁ تقدیم : ابویضیاء محمود احمد غضنفر حفظہ اللہ ۱۴
- شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ الحرانی
- ❁ شجرہ نسب ۱۴
- ❁ وجہ تسمیہ ۱۴
- ❁ ولادت ۱۴
- ❁ ابتدائی حالات ۱۴
- ❁ تعلیم و تربیت ۱۸
- ❁ شیخ الاسلام صاحب کی ہمہ گیر شخصیت ۱۹
- ❁ کیا شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ عرب تھے؟ ۱۹
- ❁ محراب علم سے میدان جہاد کی طرف ۲۰
- ❁ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی چنگاری ۲۰
- ❁ تصنیفات ۲۱
- ❁ تلامذہ ۲۲
- ❁ سفر آخرت ۲۳

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا دعوتی مراسلہ بنام حاکم مصر

- ۲۶ معیار حق ❀
- ۲۷ مسلمان حاکم کا فریضہ ❀
- ۲۹ دعوتی مراسلہ کا مقصد ❀
- ۳۰ سنت نہ کہ بدعت ❀
- ۳۲ رسول اللہ سے محبت فرض ہے ❀
- ۳۲ اتباع رسول کی اہمیت ❀
- ۳۳ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ❀
- ۳۳ رسول اللہ پر درود و سلام کی فضیلت اور طریقہ ❀
- ۳۸ مسجد نبوی اور قبر مکرم کا احترام ❀
- ۳۸ حجرہ رسول کی تاریخ ❀
- ۳۹ قبر نبوی کی ساخت ❀
- ۳۹ رسول اللہ پر سلام کا جواب اور ثواب ❀
- ۴۱ مسجد الحرام اور مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی فضیلت ❀
- ۴۲ فریضت حج کی تاریخ ❀
- ۴۳ قبر پرستوں پر اللہ کی لعنت ❀
- ۴۳ حجرہ رسول میں قبر کی حکمت ❀
- ۴۳ قبروں کے پاس عبادت سے ممانعت ❀
- ۴۳ قبر پرستی اور شرک کی تاریخ ❀
- ۴۵ اپنی قبر کے بارہ میں رسول اللہ کی دعاء ❀
- ۴۷ مذکورہ دعاء کی اہمیت و ضرورت ❀
- ۴۷ قبر نبوی پر درود و سلام پڑھنے کا طریقہ ❀

روزہ رسول کی زیارت

- ۳۸ مسجد نبوی اور قبر مبارک کی زیارت ❀
- ۳۹ زیارت القبور کی دعاء ❀
- ۳۹ قبر مبارک کی زیارت اور درود و سلام ❀
- ۵۰ سفر زیارت کی محدودیت ❀
- ۵۶ شام میں ابراہیم اور یوسف علیہ السلام کی قبریں اور صحابہ کا طرز عمل ❀
- ۵۷ قبر مبارک اور صحابہ کرام ❀
- ۵۷ قبر مبارک اور اہل یمن ❀
- ۵۸ فتویٰ کفر میں احتیاط کیجیے ❀
- ۵۸ قبروں کا حج ❀
- ۵۹ شرک سب سے بڑا گناہ ❀
- ۶۱ مسجد صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے ❀
- ۶۲ مؤحد اور مشرک کی زیارت قبور میں فرق ❀
- ۶۳ وہ تو خود امیدوار ہیں ❀
- ۶۴ اللہ کے لیے مخلوق سے مثالیں نہ دی جائیں ❀
- ۶۴ پکار کر دیکھ لو! ❀
- ۶۵ شفاعت مگر اجازت سے! ❀
- ۶۷ حق و باطل میں فرق کیا جائے! ❀
- ۶۷ صرف قبر مبارک کی زیارت کا حکم ❀
- ۷۱ مسجد نبوی کی زیارت کے ساتھ قبر مبارک کی زیارت ❀
- ۷۲ سفر زیارت قبور اور نماز قصر ❀
- ۷۴ قبر پر بنائی گئی مسجد میں نماز جائز نہیں ❀
- ۷۴ بشمول رسول اللہ کے غیر اللہ کی قسم حرام ہے ❀

روضہ رسول کی زیارت

- ۸۶ تین مساجد کا سفر زیارت ❀
- ۸۷ مسجد الحرام ❀
- ۸۸ مشرکین عرب جنوں کا بھی حج کرتے تھے ❀
- ۹۱ غلام اور شریک میں فرق ❀
- ۹۲ عیسائیوں اور ہندو قوموں کے حج ❀
- ۹۲ القونہ و صحابہ القبل کی باقیات سے ہے ❀
- ۹۳ ہونقیف اور لات کا حج ❀
- ۹۶ لات، عزیٰ اور مناتہ ❀
- ۹۶ اہل مکہ اور عزیٰ ❀
- ۹۷ عزیٰ کا حج ❀
- ۹۷ اہل یشرب اور مناتہ ❀
- ۹۸ اہل مکہ کا تیل ❀
- ۹۸ اساف اور ناکلہ ❀
- ۹۸ سفر تبرک و زیارت حج ہے ❀
- ۹۹ تین مساجد کے سوا اور مقامات کی طرف سفر زیارت منع ہے ❀
- ۱۰۰ ہر زیارت پر انسانی شکل میں جن اور شیطان ❀

اللہ کے لیے توحید الوہیت

- ۱۰۳ بس اللہ ہی کافی ہے ❀
- ۱۰۳ ناموں، آثار اور اموات کی عبادت شرک ہے ❀
- ۱۰۳ زیارتوں کو ڈھانے کا حکم نبوی ❀
- ۱۰۵ ”زندہ خلاق“ اور ”مردہ مخلوق“ کس کو پکاریں؟! ❀
- ۱۰۵ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہما کا اعلان توحید ❀

- ۱۰۶ قرآن کی اہل تقویٰ اور مشرکوں کے لیے تخفیف تاثیر
- ۱۰۷ اللہ کی جناب میں مشرکوں کی ایک متکبرانہ جسارت
- ۱۰۸ اولیاء و قبر پرستوں کی بے انصافی کا انکشاف
- ۱۱۰ اللہ کی جناب میں مجرموں کی بھانت بھانت کی بولیاں
- ۱۱۰ توحید باری تعالیٰ
- ۱۱۲ اللہ ہی داتا ہے
- ۱۱۲ قبر پرستوں کا مقصد زیارت
- ۱۱۳ قبر پرستوں کا حج اکبر
- ۱۱۳ قبر پرستوں کا ظلم و ظلم
- ۱۱۳ حالانکہ سیدھا راستہ یہ ہے
- ۱۱۵ دعاء مانگنا اور پکارنا عبادت ہے اور غیر اللہ سے کرنا شرک ہے
- ۱۱۷ تمام انبیاء کا دین ”اسلام“ تھا اور دعوت توحید تھی
- ۱۱۹ بدعتی سے اللہ اور اس کا رسول بے زار ہیں
- ۱۱۹ دین کی بنیاد صرف کتاب و سنت
- ۱۲۱ ٹیڑھے راستوں سے ممانعت
- ۱۲۲ صراط مستقیم واضح ہے
- ۱۲۳ اختلاف کے موقع پر کیا کرنا چاہیے؟
- ۱۲۶ اللہ تعالیٰ کی طرف غلط مسئلہ منسوب کرنا حرام ہے
- ۱۲۶ صرف تین مساجد کی طرف سفر زیارت جائز ہے
- ۱۲۷ کیا قبروں کی زیارت مطلقاً ممنوع ہے
- ۱۲۸ زیارت قبور سے ممانعت کے اسباب
- ۱۲۸ زیارت قبور کی مشروط اجازت

- ۱۳۰ اہل ایمان کی قبروں کی زیارت مستحب ہے ❀
- ۱۳۱ زیارت قبور کی مسنون دعاء ❀
- ۱۳۲ علماء کے اختلاف پر کس کی بات مانیں؟ ❀
- ۱۳۲ نیت و عمل کے اعتبار سے زیارت قبور کی تین اقسام ❀
- ۱۳۵ اہل قبور کے حق میں دعاء کی جائے ❀
- ۱۳۵ صاحب قبر سے استغاثہ شرک اور بین حرام ہے ❀
- ۱۳۵ نادان دوستوں کے طفلانہ استدلال ❀
- ۱۳۶ زیارت قبور کے موقع پر ممنوعہ کام ❀
- ۱۳۷ قبر پر مسجد بنانے والوں پر اللہ کی لعنت ❀
- ۱۳۹ بزرگان دین کی تصویریں بنانے اور آویزاں کرنے والے لوگ ❀
- ۱۴۰ قبر پر میلے سے ممانعت ❀
- ۱۴۱ سیدنا علی کے پڑپوتے کی انڈسی کو فہمائش ❀
- ۱۴۱ رسول اللہ پر سلام اور اس کا جواب ❀
- ۱۴۵ قبر مبارک پر سلام کہنے کا طریقہ ❀
- ۱۴۷ زیارت نبوی کے متعلق چند معتبر روایات ❀
- ۱۴۹ بدعات سے بچنے کا سنہری اصول، عمل صحابہ کی اتباع ❀
- ۱۵۰ رسول اللہ ﷺ کی وصیت ❀
- ۱۵۱ صحابہ رضی اللہ عنہم کا مقام اور ان کے طبقات ❀
- ۱۵۲ السابقون الاولون صحابہ کرام ❀
- ۱۵۳ صحابہ کرام کے سامنے شیطان بے بس رہا ❀
- ۱۵۵ قبر پرستوں اور نصاریٰ کو شیطان خوب جھلکیاں دکھاتا ہے ❀
- ۱۵۷ صحابہ کرام کے مقابلہ میں ایس بے بس رہا ❀

- ۱۵۹ قبر مبارک پر سلام کہنے والے کو جواب ملتا ہے !!؟
- ۱۶۱ رسول اللہ پر صلوٰۃ و سلام کہنے پر اللہ کی طرف سے دس جوابی رحمتیں
- ۱۶۱ قبر مبارک پر سلام کہہ کر فوراً واپس ہٹ آنا چاہیے
- ۱۶۳ رسول اللہ پر نماز میں سلام کہنے کا طریقہ
- ۱۶۵ مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت رسول اللہ پر سلام کا طریقہ
- ۱۶۶ قبر مبارک پر داخل ہونا ممکن نہ تھا اور نہ ہے
- ۱۶۶ صحابہ کرام کا آپ پر سلام کہنے کا مختص طریقہ کار
- ۱۶۸ جمہور صحابہ ازواج مطہرات اور اہل بین کا طرز عمل
- ۱۶۹ قبر مبارک یا کسی بھی قبر کے پاس سلام، دعاء یا عبادت کی فضیلت ہے
- ۱۷۰ افضل اعمال کے لیے راہنمائی
- ۱۷۱ باوضو رہنے کی فضیلت
- ۱۷۳ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شہادت
- ۱۷۴ سیدنا ابو ہریرہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی شہادت
- ۱۷۴ امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی شہادت
- ۱۷۵ وفات سے پانچ روز پہلے وصیت
- ۱۷۵ سیدنا ابو مرثد غنوی رضی اللہ عنہ کی شہادت
- ۱۷۶ عبادت کے لیے صحابہ قبر پر نہیں مسجد میں جایا کرتے تھے
- ۱۷۷ امام مالک کا موقف اور توثیق بالحدیث
- ۱۷۹ صلوٰۃ و سلام کی مختلف اقسام
- ۱۸۲ عام مسلمانوں پر صلوٰۃ (درد)
- ۱۸۳ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر صلوٰۃ (درد)
- ۱۸۴ رسول اللہ پر صلوٰۃ پڑھنا واجب اور عام مسلمانوں پر پڑھنا مستحب

- ۱۸۵ اہل بدعت کی اصلاح ❀
- ۱۸۵ عام مسلمانوں کے لیے سلام ❀
- ۱۸۶ دور سے سلام و صلوة بھیجنا رسول اللہ کے لیے مخصوص ہے ❀
- ۱۸۷ مسلمان کے مسلمان پر پانچ حقوق ❀
- ۱۸۸ رسول اللہ کے لیے مخصوص صلوة و سلام ❀
- ۱۸۹ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طرز عمل ❀
- ۱۸۹ مسجد میں داخل ہوتے اور نکلنے وقت رسول اللہ پر سلام کا طریقہ ❀
- ۱۹۱ قبر پر سلام اور اس کا جواب عام ہے ❀
- ۱۹۱ زیارت قبور کی مسنون دعاء ❀
- ۱۹۲ نماز والا صلوة و سلام قبر پر صلوة و سلام سے افضل ہے ❀
- ۱۹۳ آثار و مشاہد کی بیرونی کرنے پر سیدنا عمرؓ کی تنبیہ ❀
- ۱۹۳ بیت المقدس کی طرف کثرت سفر پر امام مالکؒ کی ناپسندیدگی ❀
- ۱۹۵ مسجد نبوی کی تاریخ توسیع ❀
- ۱۹۹ آثار و مشاہد کی بجائے مساجد سے دل لگانا سنت ہے ❀
- ۲۰۲ متلاشیان آثار و تبرکات کو سیدنا عمرؓ کی تنبیہ ❀
- ۲۰۲ مشاہد کی بجائے مساجد سے دل لگانے کی ترغیب ❀
- ۲۰۵ اخلاص نیت اور عمل صالح کی فضیلت ❀
- ۲۰۶ عبادت اللہ کی طریقہ رسول اللہ کا ❀
- ۲۰۶ سب سے زیادہ رسول اللہ سے محبت ایمان کے لیے شرط ❀
- ۲۰۷ آپؐ جان سے زیادہ عزیز نہیں تو کچھ بھی نہیں ❀
- ۲۰۹ رسول اللہ کا منصب اور آپؐ کی دعوت ❀
- ۲۱۰ بغیر دلیل کے عمل کرنا بد عملی اور ظلم ہے ❀

- ۲۱۰ حجرہ مبارک سے متعلق کسی عمل کی کوئی دلیل نہیں ❀
- ۲۱۱ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کے حقوق کی پہچان ❀
- ۲۱۲ اللہ ہی کافی ہے ❀
- ۲۱۷ نفع و نقصان کا مالک صرف ایک اللہ ❀
- ۲۱۹ عیسائیوں کے شرکیہ عقائد ❀
- ۲۱۱ نفع و نقصان کے معاملہ میں پیغمبر بھی بے بس ہیں ❀
- ۲۲۲ سعادت صرف اطاعتِ الہی میں ہے ❀
- ۲۲۲ وسیلہ کا مطلب اللہ کی رضا والے اعمال کرنا ہے ❀
- ۲۲۳ رسول اللہ سب جن و انس کے لیے وسیلہ ہیں ❀
- ۲۲۴ اطاعتِ رسول کے بغیر مکہ و مدینہ میں سکونت بھی مفید نہیں ❀
- ۲۲۶ رشد و ہدایت اللہ اور رسول کی اطاعت میں ❀
- ۲۲۸ انبیاء و اولیاء کا کام اور ذمہ داری ❀
- ۲۳۰ عزت و نصرت، اخلاص و اطاعت میں مضمر ہے ❀
- ۲۳۲ پاکبازی اور تقدس کا تعلق انسانی کردار سے ہے کسی زمین سے نہیں ❀
- ۲۳۳ جہاد کے لیے سرحدوں پر قیام، سکونت مکہ و مدینہ سے افضل ہے ❀
- ۲۳۳ اللہ کے اذن و اجازت کے بغیر شفاعت کا تصور بھی نہیں ❀
- ۲۳۳ شفاعت اللہ تعالیٰ کی رضا، اجازت اور حکم کے ساتھ مفید ہے ❀
- ۲۳۶ باعثِ شفاعت توحید اور اخلاص عمل ❀
- ۲۳۷ آپ صرف اہل توحید کی شفاعت فرمائیں گے ❀
- ۲۳۸ قبر پرستوں اور گمراہ لوگوں کی اصلاح مسلمان حکمرانوں کا فرض ہے ❀



حرفِ تنہا

توحید کے پھول کی رکھوالی کیجئے

انسان کی زندگی میں بہت سی ایسی خواہشات ہوتی ہیں کہ جن کا پورا ہونا بظاہر ناممکن یا نہایت مشکل نظر آتا ہے۔ اگر کسی کی مطلوبہ خواہش پوری ہو جائے تو اپنے آپ کو نہایت خوش قسمت خیال کرتا ہے۔ ایسے ہی ہر مسلمان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ دنیا کے بہترین مقدس ترین اور مبارک ترین شہروں کی زیارت ضرور کرے۔ یہ شہر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ ہیں۔ ان تک عام آدمی کے سفر کے دو ذریعے ہی ہوتے ہیں کہ وہ یا توج پر جائے یا پھر عمرہ کی سعادت حاصل کرنے اور یوں وہ دونوں شہروں کی زیارت کر لے۔ یا پھر کبھی انسان ذریعہ معاش کے لیے بھی خلیجی ممالک خاص طور پر سعودیہ میں پہنچے۔

وہاں رہتے ہوئے اس کی خواہش ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ عمرے کر سکے یا پھر سال بعد حج ضرور کرے۔ ایسے مواقع پر جب وہ مدینہ النبی (یعنی رسول اللہ کے شہر) کی زیارت کے لیے جاتا ہے تو روزہ رسول کی زیارت بھی ہوتی ہے۔ مدینہ منورہ میں حاضری اور پھر خاص طور پر مسجد نبوی میں پہنچنے کی شدید خواہش اسے عقیدے کے بہت سارے مسائل سے دوچار کر دیتی ہے۔ وہ جب روزہ رسول پر زیارت کے لیے جاتا ہے تو قرآن و حدیث کی رہنمائی نہ ہونے کی بنا پر کئی دفعہ محبت کے جوش میں آ کر کئی ایسے کام کر بیٹھتا ہے کہ جو عقیدہ توحید کے منافی ہوتے ہیں۔ یوں اس کا عمرہ یا حج بجائے ثواب کے الٹا

گناہ اور عذاب کا باعث بن جاتا ہے۔

حرمین میں جانے والے ہر اس فرد کے لیے جو چاہتا ہو کہ اس کے حج اور عمرہ میں کسی قسم کا سقم نہ رہ جائے یا وہ کسی موقع پر رسول اللہ کی سنت کے خلاف کام کر کے گناہ کا باعث نہ بن جائے یا عقیدہ توحید کی مخالفت کر کے اور شرک کا ارتکاب کر کے وہ فائدے کی بجائے اپنی دنیا و آخرت ہی تباہ و برباد نہ کر بیٹھے۔ ایسا چاہنے والوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ روضہ رسول کی زیارت کے آداب، احکام اور مسائل سے وہاں حرمین میں جانے سے پہلے ہی حاصل کریں۔ تاکہ اپنی حج و عمرہ کے لیے کی جانے والی کوششوں کو قرآن و سنت کی روشنی میں نہ صرف کامیاب بنا سکیں اور رب کائنات کو راضی کر کے جنت میں ابدی بسیرے کا سامان کر سکیں۔ اور شرک و بدعت کے کانتوں سے اپنے دامن کو تارتار ہونے سے بچا سکیں۔ ایسا صرف اور صرف محبوب کائنات ﷺ سے محبت کی بنا پر کیا جاتا ہے کیونکہ رسول کریم کی محبت کے حصول کی کوشش دراصل اللہ کی محبت و رضا مندی کے حصول کا باعث بنتی ہے۔

یوں یہ کتاب بھی محبت رسول کے حصول کی ایک کڑی ہے۔ دَرَاللہِ لَیْخُ اس سے قبل بھی رسول اللہ کی محبت دلوں میں پیدا کرنے کے لیے:

① ادائیں محبوب کی

② خواتین اہل بیت

آپ کی خدمت میں پیش کر چکا ہے۔

③ ایک دن رسول اللہ کے گھر میں (عنقریب منظر عام پر آرہی ہے)

اور یہ اس سلسلہ کی چوتھی کتاب ہے، امید ہے قارئین اسے ضرور پسند کریں گے۔ اور اپنی آراء و تجاویز سے آگاہ کریں گے۔

اس کتاب کے مصنف شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جن کا قلم ہمیشہ عقیدہ توحید کی

آبیاری حفاظت، نشر و اشاعت اور ترویج کے لیے آخر دم تک رواں دواں رہا۔ یہ کتاب ایک عرصہ قبل الجواب الباهر فی زوار المقابر کے نام سے مولانا عطاء اللہ ثاقب مرحوم کے ترجمہ و اہتمام سے منظر عام پر آ چکی ہے۔ دلائل البالیغ کی ٹیم اب اس کو ایک نئے اسلوب نئی تحقیق اور ترتیب و تہذیب اور تسہیل کے ساتھ منظر عام پر لا رہی ہے۔ اس کی تسہیل میں میرے ساتھ مولانا مطیع اللہ ابوالفردوس نے بھی کما حقہ ساتھ دیا۔ اسی طرح اس کی تحقیق و تخریج فاضل باہل نوجوان محقق جناب نصیر احمد کاشف صاحب نے کی ہے۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو لوگوں کے لیے دنیا و آخرت میں نفع کا باعث بنائے اور ہماری اس کاوش کو قبول فرما کر توحید کی محبت ہمارے دلوں میں مزید راسخ و روشن کرے۔ آمین یا رب العالمین۔

غلام اکبر سنٹ

فیضانِ شہس

۲۹ مارچ ۲۰۰۶ء

لاہور



فَلَنُحْيِيَنَّهَا حَيٰوةً طَيِّبَةً

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ الحرانی

شجرہ نسب

علی الدین ابوالعباس احمد بن شہاب الدین ابوالحسن عبدالملیم بن محمد الدین ابوالبرکات عبدالسلام بن ابو محمد عبداللہ بن القاسم انخضر بن علی بن عبداللہ۔ یہ خاندان خاندان ابن تیمیہ کے نام سے مشہور ہے۔

وجہ تسمیہ

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی داوی بہت بڑی واعظہ تھیں۔ ان کا نام تیمیہ تھا۔ اسی مناسبت سے اس خاندان کا نام ”خاندان تیمیہ“ پڑ گیا۔

ولادت

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۱۰ ربيع الاول کو حران نامی بستی میں ہوئی۔

ابتدائی حالات

چھ سال کی عمر تک امام صاحب اسی حران بستی میں مقیم رہے۔ ابھی عمر کے ساتویں سال میں تھے کہ تاتاریوں نے اس بستی پر غارت گری کی۔ ان کے ظلم و ستم سے بچ آ کر یہاں کے باشندوں نے سکونت ترک کر کے ادھر ادھر پناہ لینا شروع کی۔ خاندان ابن تیمیہ کے کچھ لوگ ہجرت کر کے دمشق کی طرف بڑھے لیکن راستہ انتہائی پرخطر تھا۔ نہ امن میسر تھا نہ سکون۔ اس ذہنی پریشانی کے ساتھ راستہ کی دشوار گزاری اور زیادہ تکلیف کا

باعث تھی رات کی تاریکیوں میں سفر جاری رکھنے والے یہ لوگ ایک خانوادہ علم کے افراد تھے۔ ہر آن یہ دھڑکا لگا رہتا تھا کہ کہیں دشمن سر پر نہ پہنچ جائے، لیکن اللہ نے دنگیری فرمائی اور قافلہ خالموں اور سفاکوں سے چپتا بچاتا منزل مقصود تک پہنچ گیا۔

تعلیم و تربیت

چونکہ امام تقی الدین ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان علم میں ایک ممتاز مقام رکھتا تھا اور اسی علمی گہوارہ میں آپ نے آنکھ کھولی۔ اس لیے بچپن ہی سے علم کی طرف راغب ہو گئے۔ چھوٹی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ شوق تلاوت کا یہ عالم تھا کہ جیل کی زندگی میں ۸۰ سے زیادہ قرآن مجید ختم کئے۔ قرآن مجید حفظ کر لینے کے بعد حدیث اور لغت کی طرف متوجہ ہوئے احکام فقہ کی معرفت حاصل کی اور ان کا بڑا حصہ ازبر کر لیا۔

امام صاحب کے والد شیخ الحدیث کے مقام پر فائز تھے۔ چنانچہ امام صاحب نے صحیح بخاری، صحیح مسلم، مسند امام احمد، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، سنن دارقطنی کی بار بار سماعت کی۔ حدیث میں سب سے پہلے جو کتاب امام صاحب نے حفظ کی وہ امام حمیدی کی کتاب ”الجمع بین الصحیحین“ ہے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض معاصرین کا بیان ہے کہ آپ نے جن شیوخ سے سماعت کی ان کی تعداد ۲۰۰ سے متجاوز ہے۔ حدیث کے ساتھ ساتھ دوسرے علوم و فنون کے حصول پر بھی توجہ مبذول فرمائی۔ چنانچہ علوم ریاضی میں خاصی دسترس حاصل کی۔ علوم عربیہ کی طرف خاص طور پر زیادہ توجہ کی۔ یہ علوم تو اس طرح حاصل کئے جیسے یہی ان کا منشا اور مقصد تھا۔ چنانچہ عربی زبان کا بہت سا کلام نظم اور نثر زبانی حفظ کر لیا، جنگ و پیکار کی تاریخ پر عبور حاصل کیا، مسلمانوں کے عہد زریں کے حالات و کوائف کا خوب اچھی طرح مطالعہ کیا، عروج و زوال کی داستانیں پڑھیں اور ان کے اسباب و علل کو گہری نظر سے دیکھا۔

ان کو علم نحو میں بھی خصوصی دسترس حاصل تھی۔ کتاب ”سیبویہ“ آپ کو زبانی یاد تھی۔ ان علوم و فنون کے۔ نھ فقہ حنبلی کا درس بھی جاری تھا۔ ایک طرف تو یہ کیفیت تھی کہ امام

صاحب رحمۃ اللہ علیہ علوم و فنون میں غیر معمولی طور پر منہمک تھے اور دوسری طرف یہ عالم تھا کہ دل و جان سے تفسیر قرآن کے اسرار و رموز کی گرہ کشائی میں لگے ہوئے تھے۔ قرآن فہمی کے لیے تمام متعلقہ علوم و کتب کو کھنگال ڈالا ایک ایک حرف کا پوری توجہ سے مطالعہ کیا۔

امام صاحب کی ہمہ گیر شخصیت

مختصر یہ کہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ذہن و دماغ کی تربیت بہت عمدہ طور پر کی انہوں نے وہ تمام علوم حاصل کئے جو ان کے زمانے میں رائج تھے، علم کا کوئی ایسا مرکز نہ تھا جس کے دروازے پر دستک نہ دی ہو۔ امام صاحب کے ایک ہم عصر علامہ کمال زملکانی نے ان کے بارے میں کیا خوب کہا ہے:

”اللہ تعالیٰ نے امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے علوم کو اس طرح سہل کر دیا جیسے سیدنا داؤدؑ کے لیے لوہے کو نرم کر دیا تھا، جب کسی علم و فن کے بارے میں ان سے سوال کیا جاوے تو دیکھنے سننے والوں کو ان کی رائے سن کر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اس فن کے سوا امام صاحب کچھ اور نہیں جانتے اور یہ کہ اس فن میں امام صاحب کا کوئی حریف و مقابل نہیں۔ ہر کتب خیال کے فقہائے کرام جب آپ کے دربار علم میں حاضر ہوتے تو خود اپنے مسلک کے بارے میں ان کے ہاں ایسی باتیں حاصل کرتے تھے، جن سے اب تک وہ خود ناواقف تھے اور یہ کبھی نہیں ہوا کہ کسی شخص سے وہ مناظرہ کریں اور لاجواب ہو کر رہ جائیں۔ وہ ہر علم پر ماہرانہ گفتگو کرتے تھے خواہ وہ شرع و دین سے تعلق رکھتا ہو یا دنیاوی فنون سے متعلق ہو۔ جس علم پر بھی گفتگو کرتے تھے اپنی معلومات سے اس علم کے ماہرین کو بھونچکا کر دیتے تھے۔“

کیا امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ عرب تھے؟

مؤرخین نے کسی ایسے عرب قبیلے کا ذکر نہیں کیا جسے خاندان ابن تیمیہ کی اصل قرار دیا جاسکے۔ وہ حران شہر کے رہنے والے تھے، اسی نسبت سے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ حرانی

کہلائے۔ مؤرخین نے قبائل عرب میں سے کسی قبیلہ کی طرف امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو منسوب نہیں کیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ امام موصوف عربی نہیں تھے۔ غالب قیاس یہ ہے کہ وہ کرد تھے۔ کرد قوم بڑی بہادر باحوصلہ اور عالی ہمت قوم ہے۔ اس قوم کے کردار و سیرت میں قوت کا رنگ بھی جھلکتا ہے اور علم و بردباری کا بھی اور یہ تمام صفات امام صاحب میں واضح اور نمایاں طور پر موجود تھیں؛ اگرچہ ان کی نشوونما ایسے لوگوں میں ہوئی تھی جو علم و فضل، دانش و بینش، تحقیق و تدقیق اور غور و فکر کے مرد میدان تھے۔

محرابِ علم نے میدانِ جہاد کی طرف

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سکون سے اپنے فرائض کی بجا آوری میں مصروف تھے۔ وہ مدرسہ میں درس دیتے اور تحقیق و تدقیق کے جوہر دکھاتے، مسجد میں وعظ و ارشاد کی مجلس میں ان کا بیان آبِ کوثر کی طرح پاک اور صاف ہوتا۔ لوگوں کے سامنے وہی دین پیش کرتے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا؛ لیکن اس درس و تدریس کے ساتھ ساتھ جذبہ جہاد اس طرح قائم رہا کہ حق و صداقت کے لیے سینہ پر رہتے۔ جو بات خلاف حق نظر آتی اس کے خلاف ڈٹ جاتے، حکام و عمال کے پاس پہنچتے اور فریضہ تبلیغ حق سے عہدہ برآ ہوتے۔ امام صاحب موصوف رحمۃ اللہ علیہ بیک وقت صاحبِ علم و قلم اور صاحبِ سیف مجدد تھے۔

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی چنگاری

۶۹۳ھ میں بادشوق ذرائع سے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ تک یہ خبر پہنچی کہ ایک نصرانی نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی ہے پھر وہ رائے عامہ کے اشتعال سے خوفزدہ ہو کر ایک بدوی کے گھر پناہ گزیں ہو گیا ہے۔ اس نے عوام کے جوش و غضب سے اس کی حفاظت کی۔ امام صاحب کے لیے یہ بات ناقابل برداشت تھی؛ جس پر کسی طرح بھی سکوت اختیار نہ کیا جاسکتا تھا۔ چنانچہ وہ دمشق کے نائب السلطنت کے پاس پہنچے اور اس سے ماجرا بیان کیا۔ اس نے نصرانی کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ وہ حاضر ہوا؛ اس کے ساتھ بدوی بھی تھا جس نے اسے پناہ دے رکھی تھی۔ بدوی نے مظاہرہ کرنے والوں کے خلاف دشنام طرازی

شروع کر دی۔ لوگ مشتعل تو تھے ہی انہوں نے نصرانی اور بدوی اور اس کے ساتھیوں پر سنگباری شروع کر دی۔ حاکم دمشق نے امام صاحب سے اس الزام میں کہ انہوں نے لوگوں کو بھڑکا کر نصرانی کے خلاف امن عامہ کو درہم برہم کیا تھا تصدو کا برتاؤ کیا۔

اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ درس و تدریس کی پابندیوں نے بھی اس مردِ جلیل کو دین و مذہب کے مسائل عامہ سے مستغنی اور بے پروا نہیں کر رکھا تھا وہ دین کی حمایت و نصرت کے لیے کسی سے بکر لینے میں جھجک محسوس نہیں کرتے تھے۔ وہ درس کے حلقہ سے اٹھ کر میدان میں آتے اور شام رسول ﷺ کے مجرموں کے خلاف عوام کی رہنمائی کرتے اور اس سلسلہ میں جو تکلیف پریشانی یا مصیبت آتی اس کا مردانہ وار مقابلہ کرتے۔

تصنیفات

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر سترہ سال کی تھی جب انہوں نے قلم سنبھالا اور پندرہ تالیس سال کی عمر تک یہ قلم پورے زور سے رواں دواں رہا۔ اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی حافظہ، محیر العقول ذہانت اور عذرت افزا فہم سے نوازا تھا۔ سرعت قلم کا یہ عالم تھا کہ بعض اوقات ایک ہی دن میں علمی اور تحقیقی رسالہ مرتب کر دیتے۔ لوگ مشکل مسئلے لے کر آجاتے اور امام موصوف جواب میں کئی کئی صفحات لکھ دیتے۔ ان حالات میں کیسے صحیح اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ زندگی میں آپ نے کیا کچھ لکھا؟ اور اگر آپ کی تمام کتب کو مرتب کیا جائے تو کتنے ہی ہزار صفحات بن جائیں۔

یہی اور اس قسم کی دوسری ممتاز خصوصیات تھیں جن کی بنا پر آپ اپنے عہد میں مرجع عالمِ شخصیت قرار پائے تھے اور اگرچہ آج ان کی وفات پر نوویں صدی گزر رہی ہے تاہم آپ کی ہر تحریر کو آج جو بلند مقام حاصل ہے اس کی مثال نہ پہلے ملتی ہے نہ اب۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے امام موصوف کی زندگی ہی میں ایک مرتبہ تحریر فرمایا کہ ”آپ کی تصانیف کی تعداد پانچ سو تک چاہی ہو تو بعید نہیں۔“ اس کے بعد غالباً بعد از وفات لکھا کہ ”ہزار سے زائد تعداد ہو گئی ہے۔“

تصنیفات کے نام اگر دیکھنا مقصود ہوں تو ”حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ مصنفہ ابو زہرہ کی طرف مراجعت فرمائیں۔ بلاشبہ ان رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی پر یہ ایک مبسوط کتاب ہے۔ میں نے بھی اسی کی خوشہ چینی کر کے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کی چند جھلکیاں قارئین کی خدمت میں پیش کی ہیں۔

تلامذہ

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں ہمیں کوئی شخص ایسا نظر نہیں آتا جو شاگردوں کی کثرت میں شیخ تقی الدین ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہم پایہ ہو۔ مصر و شام میں اور پھر مصر کے اندر اسکندریہ اور قاہرہ کے مابین ان کے شاگردوں کی تعداد حد شمار سے باہر تھی، لیکن وہ مخصوص شاگرد جنہوں نے صحیح معنوں میں آپ کی جانشینی کے فرائض سرانجام دیئے ان کے نام درج ذیل ہیں:

تبرہ	نام	وفات
①	حافظ ابن قیم الجوزی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	۵۷۵۱ھ
②	حافظ ابن الحادی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	۵۷۴۴ھ
③	حافظ ابن کثیر <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	۵۷۷۲ھ
④	حافظ علامہ ذہبی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	۵۷۴۸ھ
⑤	محمد بن مفلح <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	۵۷۶۳ھ
⑥	ابن قاضی الجمل <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	۵۷۷۱ھ
⑦	ابو حفص بزار <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	۵۷۴۹ھ
⑧	ابوسعبد اللہ حرانی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	۵۷۴۹ھ
⑨	ابن الوردی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	۵۷۴۹ھ
⑩	الدباغی الزاہد <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	۵۷۱۱ھ
⑪	قاضی بن فضل اللہ <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	۵۷۴۹ھ

یہ وہ کبار شاکر ہیں جنہوں نے امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے فیض علم حاصل کیا اور صحیح معنوں میں آپ کے جانشین بنے۔

سفر آخرت

ہنگامہ خیز زندگی گزارتے ہوئے بالآخر وہ وقت آ ہی گیا جو ہر ذی روح کی انتہا کہلاتا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی روح کو اپنے حضور طلب کر کے اپنی خوشنودی اور رضاء کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔ (ان شاء اللہ)

۱۰ ذوالقعدہ ۷۲۸ھ ۱۳۲۷ء کو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس دنیائے فانی سے رخصت ہو گئے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی زین الدین عبدالرحیم کا کہنا ہے کہ پانچ ماہ کی مدت میں ہم دونوں نے اسی ۸۰ قرآن مجید بطور دور ختم کئے۔ ۸۱ ویں مرتبہ شروع کر کے سورۃ القمر کی آیت ﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَ نَهْرٍ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ﴾ تلاوت کر رہے تھے کہ روح نفس عنصری سے پرواز کر کے خالق حقیقی سے جا ملی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَيْہِ رَاجِعُونَ۔

کم و بیش بیس دن بیمار رہے لیکن جیل سے باہر عام طور پر بیماری کی اطلاع نہیں ہوتی۔ سوموار کی رات ۲۰ ذوالقعدہ کو سحری کے وقت انتقال ہوا۔ خبر وفات کا اعلان قلعہ (جس میں آپ محبوس تھے) کے مینار سے علی الصباح کر دیا گیا۔ اس ناگہانی خبر سے کہرام مچ گیا۔ سارے شہر میں صف ماتم بچھ گئی بازار بند ہو گئے۔ دکانوں پر اس دن کھانا تک نہیں پکا۔ قلعہ کے پاس زیارت کرنے والے لوگوں کا ہجوم ہو گیا۔ آخر قلعے کا دروازہ کھول کر داخلے کی عام اجازت دے دی گئی۔ علماء و وزراء امراء عوام اقارب سب امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آتے تھے اور زار و قطار روتے تھے۔ زیارت کے لیے پہلے مرد آئے پھر عورتیں آئیں۔ غسل کے وقت سب لوگ چلے گئے، صرف غسل دینے والے علماء و اعیان کی ایک جماعت رہ گئی، جس میں مشہور جلیل القدر محدث اور آپ کے خاص معتقد ابوالمہاجر بھی تھے۔

غسل کے بعد جنازہ اٹھایا گیا، ہجوم بہت زیادہ ہو گیا۔ قلعہ میں پہلی نماز جنازہ شیخ محمد بن تمام نے پڑھائی۔ اس کے بعد جنازہ جامع اموی میں لایا گیا۔ نماز ظہر کے بعد دوسری دفعہ جنازہ کی نماز پڑھی گئی، جس کی امامت نائب خطیب شیخ علاء الدین بن الحرام نے کرائی۔ پھر وہاں سے جنازہ اٹھا، ہجوم اس قدر تھا کہ شہر کا شہر لٹ کر آ گیا تھا۔ یعنی شاہدوں کا بیان ہے کہ مقدودوں کے سوا سب ہی اہل شہر جنازہ کے ساتھ شامل تھے۔ آنکھیں اٹکھار تھیں، زنجیر و دعائیہ کلمات زبان پر تھے۔ ہر ایک فرط عقیدت سے جنازہ سے مس کرنا چاہتا تھا۔ شدت اڑھام کی وجہ سے جنازہ کی حفاظت و انتظام کے لیے فوج کو جنازہ گھیرے میں لینا پڑا۔ ہجوم لمحہ بہ لمحہ بڑھتا ہی گیا۔ دمشق سے باہر ایک وسیع میدان میں جنازہ رکھ دیا گیا۔ تیسری نماز جنازہ علامہ زین الدین عبدالرحمن نے پڑھائی اور عصر کے قریب اس آفتاب علم اور مہر ملت کو اپنے بھائی شرف الدین عبداللہ کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

دمشق کی تاریخ میں اس قسم کے جنازہ کی مثال نہیں ملتی۔

أَمْطَرَهُ اللَّهُ غَيْثَ رَحْمَتِهِ وَأَنْزَلَهُ مَنَزَلَةَ الصِّدِّيقِينَ فِي فَيْسِجِ جَنَّتِهِم

العربية السعودية

ابوضیاء محمود احمد غففر

وَحَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ



امام ابن تیمیہ کا دعوتی مراسلہ بنام حاکم مصر ملک ناصر

الْحَمْدُ لِلَّهِ نَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُوفِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ
أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يَضِلَّ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَنَشْهَدُ أَنْ لَا
إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَنَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا أَمَّا بَعْدُ

احمد ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ: جب مجھے اس بات کا علم ہوا کہ سلطان معظم ملک ناصر علیہ اللہ وسودہ (اللہ ان کی مدد فرمائے اور انہیں صراط مستقیم پر چلائے) نے مجھ سے تحریری طور پر چند سوالات کا جواب طلب کیا ہے تو میں نے اختصار سے جواب دیا تھا کیونکہ جواب جلدی طلب کیا گیا تھا۔

اب ہم اسی جواب کو ذرا تفصیل سے عرض کرتے ہیں تاہم اس میں بھی اختصار پیش نگاہ رہے گا۔ اس سلسلے میں ہم اہل اسلام کی کتب کی عمارات نقل کریں گے جن میں اکثر قدیم اور چند ایک جدید شائع ہوئی ہیں۔ ان میں رسول ﷺ کی احادیث مبارکہ اور صحابہ کرامؓ تابعینؓ ائمہ اربعہؓ اور ان کی اتباع کرنے والوں کے اقوال پیش کریں گے جو ہمارے فتویٰ کے موافق اور تائید میں ہیں کیونکہ سابقہ فتویٰ تشریح کا تحمل نہ تھا۔ تحریر کردہ روایات اور اقوال صحابہ و تابعین اور ائمہ اربعہؓ وغیرہ ایسے ٹھوس اور مدلل ہیں جو ناقابل تردید ہیں۔

بعض لوگوں نے اس کا جواب دینے کی ناکام کوشش کی ہے جس کے مطالبے سے معظم ہوتا ہے کہ طالبین کے پاس نہ تو علم ہے اور نہ کوئی صحیح نقل۔ انہوں نے نہ تو رسول

اکرم ﷺ کی حدیث پیش کی نہ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رضی اللہ عنہم کا قول نقل کیا نہ ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم کی کوئی صحیح بات لکھی اور وہ معتد علیہ کتب میں سے کوئی کتاب بھی پیش نہ کر سکے جس میں ائمہ اسلام کا کوئی قول درج ہو ان بے چاروں کو یہ بھی علم نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رضی اللہ عنہم قبر مکرم اور دیگر مقابر کی زیارت کیسے کیا کرتے تھے؟

میرا تحریر شدہ فتویٰ موجود ہے اور اسی طرح میری کئی تحریریں موجود ہیں جنہیں مشرق و مغرب کے تمام اہل علم کے سامنے پیش کیا جاسکتا ہے۔ جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ اس کے پاس ہمارے تحریر کردہ فتویٰ کے خلاف کچھ معلومات ہیں تو اسے چاہیے کہ ان کو وضاحت سے پیش کرے تاکہ ان کی صحت دلیل کا علم ہو سکے۔

سلطان معظم جب ہماری تحریر کردہ احادیث اور اقوال ائمہ اور مخالف فریق کے دلائل سامنے رکھیں گے تو ہمیں یقین ہے کہ حق ایسے سورج کی طرح واضح ہو جائے گا جسے سلطان کا ادنیٰ خادم بھی پہچان سکتا ہو۔ سلطان موجودہ دور کی بے مثال شخصیت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل میں برکت عطاء فرمائے۔

معیار حق

حق بات ہر شخص سمجھ سکتا ہے کیونکہ حق وہی ہے جسے انبیاء نے پیش کیا۔ ظلمند اور عارف انسان حق و باطل میں اسی طرح فرق کر لیتا ہے جس طرح سنا کرے اور کھوٹے سونے میں امتیاز کر لیتا ہے۔ رب کریم نے رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ دلائل و براہین کو روز روشن کی طرح واضح کر دیا ہے۔ رسول اکرم ﷺ پوری کائنات سے بہتر اور تمام انبیائے کرام سے افضل ترین انسان ہیں۔ اور علمائے امت انبیاء کے وارث ہیں ان کا فرض ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات و فرامین کو دنیا کے سامنے بیان کریں اور خلاف شرع امور کی تردید کریں۔

سب سے پہلے اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کون کون سے ارشادات فرمائے ہیں۔ کیونکہ جمہوری روایات بکثرت پائی جاتی ہیں جو آپ ﷺ پر بہتان

ہیں۔ بعض افراد نے ان مسائل پر کچھ کتب بھی لکھی ہیں جن میں رسول اکرم ﷺ اور صحابہ پر کذب و افتراء سے کام لیا گیا ہے جس کی وجہ سے بعض جاہل لوگ دھوکا کھا گئے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ لکھنے والوں کی نیت صاف ہو اور وہ محبت رسول ﷺ اور آپ ﷺ کی عظمت کے قائل بھی ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ صدق و کذب میں فرق نہیں کر سکے۔ بعض مصنفین نے جب دیکھا کہ کچھ روایات اور اقوال صحابہ کسی خاص جگہ کی فضیلت کے بارے میں ہیں تو انہوں نے ان کو صحیح سمجھ کر ان پر اعتماد کر لیا حالانکہ وہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہی نہ تھے بلکہ موضوع تھے۔

جب ایک عالم فہم فرماں رسول ﷺ اور عام آدمی کی بات میں امتیاز کرے گا تو پھر وہ اس بات کا محتاج ہوگا کہ فرماں رسول ﷺ اور آپ کی مراد کو سمجھے اور تمام احادیث کو سامنے رکھ کر ہر ایک حدیث کو اپنی جگہ پر رکھے اور پھر ان امور کا اثبات کرے جن کا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے اثبات کیا۔ اور ان امور کی نفی کرے جن کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے نفی کی ہے۔

یہی وہ علم ہے جس سے مسلمان فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ یہی وہ ذخیرہ ہے جسے مسلمانوں کو قبول کرنا چاہئے اور اسی جوہر بے شس کی روشنی میں علما نے اسلام اور ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم نے امت کی سیادت و رہنمائی کی۔

مسلمان حاکم کا فریضہ

حاکم وقت کا حق ہے کہ وہ دین اسلام اور شریعت محمدیہ کی مدد و نصرت کے لیے اپنی طاقت استعمال کریں اور جو شخص بغیر علم کے فتویٰ دیتا اور دین اسلام کی مخالفت کرتا ہو اور ایسے امور کی اجازت دیتا ہو جن سے رسول اکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے اور دین کی شمع کو بجھانے کی سعی بے سود کرتا ہو وہ جہالت کی بناء پر کرتا ہو یا ہوائے نفس کی وجہ سے اسے روکے اور اسے بزدل روکے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ان دونوں برائیوں سے محفوظ رکھا ہے۔

ارشاد الہی ہے:

﴿وَالْتَقِيمُ إِذَا هَوَىٰ ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ۝ وَمَا يَنْطُوقُ عَيْنُ

الْهَوَىٰ ۝ إِنَّ هُوَ إِلَّا ذَنْبٌ يُؤْتَىٰ ۝﴾ (النجم، ۳/۵۳)

”مہم ہے تارے کی اجب کہ وہ غروب ہوا تمہارا ریش نہ بھٹکا ہے نہ بھکا ہے۔ وہ اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتا۔ یہ تو ایک وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔“

جو لوگ اللہ جل و علا کی کتاب اور رسول اللہ کی سنت صحابہ کرام، تابعین، ائمہ اسلام رضی اللہ عنہم اور ان لوگوں کی مخالفت کرتے ہیں جو سنت اور اس کے مقاصد کی مقدور بحر معرفت رکھتے ہیں ان کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:

﴿إِنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ فَاعْبُدْهُ وَاسْأَلْهُ إِن شَاءَ فَلْيَسْأَلْكُمْ إِن شَاءَ ۚ إِنَّمَا يَسْأَلُكُمْ اللَّهُ فِي شَأْنِكُمْ إِن تَعْلَمُونَ ۚ وَإِن تَعْلَمُونَ

إِلَّا النَّفْسَ الَّتِي حَفَّتْ خُبْرًا كَثِيرًا مِّنْ رَبِّهِمْ ۚ الْحُدَىٰ ۝﴾ (سورۃ النجم، ۳۳/۵۳)

”حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ محض وہم و گمان کی پیروی کر رہے ہیں۔ اور خواہشات نفس کے مرید بنے ہوئے ہیں۔ حالانکہ ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آچکی ہے۔“

پس سلطانِ معظم کے سامنے جب حقیقت حال اور مسئلہ کی حقانیت واضح ہو جائے تو وہ صاحبِ قوت و اقتدار ہے اس پر واجب ہے کہ وہ اللہ کے راستے میں جہاد کرے تاکہ اللہ کا دین اور اس کا کلمہ بلند ہو توحید کی حقیقت واضح ہو اور افضل الرسل صلی اللہ علیہ وسلم اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت گھر کر لوگوں کے سامنے آجائے ہدایت اور دین حق اور نور الہی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کیا گیا ہے اس کا اظہار ہو۔ جاہلوں کی جہالت اور جمہوں کے کذب و افتراء سے شریعت مطہرہ پاک و صاف ہو۔ نیز:

○ جاہلوں کی جہالت دور ہو۔

○ جمہوں کے کذب و افتراء کا پردہ چاک ہو۔

- بدعتوں کی بدعات کا خاتمہ ہو جو مشرکین کی سی بدعات کرتے اور رسول اللہ ﷺ کی شریعت اور سنت کی تنقیح کرتے اور توحید الہی میں رخنہ اندازی کرتے ہیں۔
- رسول اللہ ﷺ کی سنت مطہرہ کی تنقیح اس میں حیل و حجت اور طعن کرنے والوں کو اسی کے مطابق سزا دی جاسکے۔

پس مسلمانوں کے حکمران کا فرض اولین ہے کہ وہ کتاب و سنت کی حمایت و نصرت اور جہاد فی سبیل اللہ کا اعلان کرنے تاکہ اللہ تعالیٰ کا دین بلند اور اس کے افضل ترین نبیؐ وہ جو خاتم المرسلین ہیں کی شریعت کا دور دورہ ہو۔ اللہ کی توحید اور اس کی عبادت کا ڈنکا بجے ایسے طریقے سے اللہ کی عبادت ہو جس میں خواہش نفس اور بدعت کا دخل نہ ہو کوئی سربراہ مملکت اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام کا اس وقت تک حقدار نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے رسول ﷺ اور دین حق کی نصرت کے لیے کمر بستہ نہ ہو۔

دعوتی مراسلہ کا مقصد

- سلطان معظم نے چند سوالات کی تشریح و توضیح کا مطالبہ کیا ہمارے جواب کا مقصود و مطلوب صرف یہ ہے کہ:
- اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی اطاعت ہو۔
 - ہم اسی اللہ کریم کی عبادت کریں۔
 - اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ کیونکہ شریعت مطہرہ کی ہدایات کے بغیر اللہ کی عبادت ممکن نہیں۔

جیسے: پانچ وقت کی نماز۔ رمضان المبارک کے روزے۔ اور بیت اللہ کا حج۔ یا جن امور کے انجام دینے کی دعوت دی جیسے قیام اللیل، مسجد نبوی ﷺ اور مسجد اقصیٰ کی طرف سفر کرنا تاکہ وہاں جا کر نماز ادا کی جائے، قرآن کریم کی تلاوت ہو، ذکر و اذکار اور احکام وغیرہ جیسے اعمال صالحہ انجام دیئے جائیں۔

ان اعمال کے علاوہ مسجد میں داخل ہوتے اور نکلنے وقت اور نماز کے اندر رسول

اللہ ﷺ پر درود و سلام کہنا مساجد کے اندر ایسے طریقے سے اعمال انجام دینا جس میں رسول اکرم ﷺ کی اقتداء ہو۔ نیز سنت کے مطابق زیارت قبور کا فریضہ۔

سنت نہ کہ بدعت

حقیقت یہ ہے کہ سنت کے مطابق اعمال انجام دینا ہی دین اسلام ہے۔ ہم پر واجب ہے کہ تمام عبادات میں رسول اللہ ﷺ کی سنت سے تجاوز نہ کریں۔ جیسے مسجد قباء کی زیارت اور اس میں نماز کی ادائیگی۔ شہدائے احد اور جنت البقیع کی زیارت۔ ایسے اعمال کو عبادت نہیں کہا جاسکتا جو اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کو ناپسند تھے۔ اور ہی ایسے اعمال ان سے تقرب الی اللہ حاصل ہی ہو سکتا ہے۔ جیسے مشرکین اہل کتاب اور اہل بدعت کی عبادات۔ یہ لوگ ایسے اعمال کرتے ہیں جن کا نہ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا اور نہ ان کی تبلیغ کے لیے کوئی رسول ہی بھیجا جیسے:

- مخلوقات کی بندگی کرنا۔
- ستاروں، ملائکہ اور انبیاء کی پرستش۔
- انبیاء و صلحاء کی تصاویر کی پوجا کرنا۔ جیسے نصاریٰ اپنے گرجوں میں کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ہم ان کے ذریعے شفاعت طلب کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں رسول اللہ صلی ﷺ کا ارشاد گرامی ہمیشہ سامنے رکھنا چاہئے جو آپ اپنے خطبات میں ہمیشہ دہرایا کرتے تھے:

((خَيْرُ الْكَلَامِ كَلَامُ اللَّهِ وَ خَيْرُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ
وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحَدَّثَاتُهَا وَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ))^۱

”کہ بہترین کلام اللہ کا کلام ہے اور بہترین راستہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے اور بدترین امور میں سے بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“

۱۔ صحیح مسلم۔ کتاب الجمعة : باب تخفيف الصلاة والخطبة (حلیث : ۸۶۷)۔ سنن نسائی۔ کتاب السہو۔ باب نوع آخر من الذکر بعد التشهد (حلیث : ۱۳۱۲)

بدعت اس کام کو کہتے ہیں جو شریعت میں نیا ہو۔ بعض اوقات کوئی کام سنت سے ثابت ہوتا ہے لیکن جب وہ آپ ﷺ کے بعد (دوسری صورت میں) انجام دیا جاتا ہے تو اسے بدعت کا نام دیا جاتا ہے جیسے سیدنا عمر بن خطابؓ کا وہ قول جو انہوں نے رمضان المبارک میں لوگوں کو ایک قاری کے پیچھے جمع کر کے فرمایا تھا:

((نِعِمَّتِ الْبِدْعَةُ هَذِهِ وَالَّتِي يَتَأْمُونَ عَنْهَا أَفْضَلُ))^۱

”یہ اچھی بدعت ہے اور لوگوں کے سو جانے سے افضل ہے۔“

حالانکہ رسول اکرم ﷺ نے قیام رمضان کو سنت قرار دیتے ہوئے فرمایا تھا:

((إِنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْكُمْ صِيَامَ رَمَضَانَ وَ سَنَنْتُ لَكُمْ قِيَامَهُ))^۲

”اللہ تعالیٰ نے تم پر روزے فرض کئے ہیں اور میں نے قیام رمضان کو سنت قرار

دیا ہے۔“

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں لوگ متفرق دو دو چار چار جمع ہو کر قیام رمضان

کیا کرتے تھے اور آپ ﷺ نے جماعت بھی کرائی اور فرمایا تھا:

((إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا صَلَّى مَعَ الْإِمَامِ حَتَّى يُنْصَرِفَ كُتِبَ لَهُ قِيَامٌ لَيْلَةٍ))^۳

”جب کوئی شخص امام کے ساتھ باجماعت نماز پڑھتا ہے تو اس کے اعمال نامہ

میں پوری رات کا قیام لکھا جاتا ہے۔“

لیکن رسول اللہ ﷺ نے پانچ وقت فرضی نمازوں کی طرح قیام رمضان کی جماعت

۱ صحیح بخاری۔ کتاب صلاة التراويح۔ باب فضل من قام رمضان (حدیث : ۲۰۱۰)

۲ سنن نسائی۔ کتاب الصیام : باب ذکر اختلاف یحییٰ بن ابی کثیر (حدیث : ۲۲۱۲) و اسنادہ ضعیف۔ النضر بن شیبان ضعیف راوی ہے۔

۳ سنن ابی داؤد۔ کتاب شہر رمضان۔ باب فی قیام شہر رمضان (حدیث : ۱۳۷۵)۔ سنن

ترمذی۔ کتاب الصوم۔ باب ماجاء فی قیام شہر رمضان (حدیث : ۸۰۶) سنن نسائی۔

کتاب قیام اللیل۔ باب قیام شہر رمضان (حدیث : ۱۶۰۳) سنن ابن ماجہ۔ کتاب اقامة

الصلوات۔ باب ماجاء فی قیام شہر رمضان (حدیث : ۱۳۲۷)

پر مداومت نہیں کی تاکہ قیام رمضان فرض قرار نہ پا جائے۔ اور جب آپ ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے اور اب فرض کے اضافے کا خدشہ نہ رہا تو سیدنا عمر بن خطابؓ نے ابی بن کعبؓ کی اقتداء میں جماعت نماز تراویح کا التزام فرمایا۔

رسول اللہ سے محبت فرض ہے

ہم پر فرض ہے کہ رحمت دو عالم ﷺ سے اس قدر محبت کریں کہ:

- آپ کی ذات گرامی ہمیں اپنی جانوں اپنے آباؤ اجداد اولاد اپنے اہل خانہ اپنے مال و متاع سے بھی زیادہ محبوب ہو جائے۔
- ہم آپ کی عزت و توقیر کریں۔
- ظاہر و باطن میں آپ کی اطاعت کریں۔
- جو شخص آپ سے دوستی رکھے اس سے دوستی رکھیں۔
- اور جو شخص آپ سے دشمنی رکھے اسے اپنا دشمن سمجھیں۔

اتباع رسول کی اہمیت

- ہمیں علم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ صرف آپ کی اتباع ہے اور آپ کی اطاعت کے بغیر کوئی شخص:
- اللہ کا ولی نہیں ہو سکتا بلکہ:
 - نہ مومن بن سکتا ہے۔
 - نہ سعادت و خوش بختی کا مقام حاصل کر سکتا ہے۔
 - اور نہ اس کے لیے اللہ کے عذاب سے نجات ہی کی کوئی صورت ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے اور ظاہر و باطن میں آپ ﷺ کی پیروی کرے۔

ل صحیح بخاری۔ کتاب صلاۃ التراویح۔ باب فضل من قام رمضان (حدیث: ۲۰۱۰)

رسول اللہ کے فضائل

- رب کریم تک پہنچنے کا وسیلہ بھی رسول اکرم ﷺ پر ایمان اور آپ ﷺ کی اطاعت ہے اس لیے کہ:
- آپ اولین و آخرین سے افضل و اعلیٰ ہیں۔
- آپ خاتم النبیین کے رتبہ عالی پر فائز ہیں۔
- آپ ہی کے لیے قیامت کے دن شفاعت عظمیٰ مخصوص ہے۔
- آپ ہی کو تمام انبیاء کرام کے مقابلے میں اس خصوصی امتیاز سے نوازا گیا ہے۔
- مقام محمود آپ ہی کا حصہ ہے۔
- لواء الحمد آپ ہی کے دست مبارک میں ہوگا۔
- سیدنا آدم علیہ السلام سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء آپ ہی کے جھنڈے تلے جمع ہوں گے۔
- آپ سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے جب آپ دروازے پر تشریف لے جائیں گے تو دربان عرض کرے گا:

((مَنْ أَنْتَ؟))

”آپ کون ہیں؟“

((فَيَقُولُ "أَنَا مُحَمَّدٌ فَيَقُولُ "بِكَ أُمِرْتُ أَنْ لَا أَفْتَحَ لِأَحَدٍ قَبْلَكَ"))

آپ فرمائیں گے ”میں محمد (ﷺ) ہوں۔“ دربان عرض کرے گا: ”مجھے حکم تھا

کہ آپ سے پہلے کسی کے لیے دروازہ نہ کھولوں۔“

رب کریم نے امت محمدیہ کے لیے کچھ اعمال کو فرض قرار دیا کچھ کو سنت اور مستحب

ٹھہرایا۔ چنانچہ ان میں سے ایک حج بیت اللہ ہے کہ اس کا بجالانا امت مسلمہ پر فرض

صحیح مسلم۔ کتاب الایمان : باب فی قول النبی ﷺ ”انا اول الناس یشفع فی الجنة

(حدیث : ۱۹۷)

ہے۔

رسول پر درود و سلام کی فضیلت اور طریقہ

مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ میں نماز تلاوت قرآن کریم دعاء اور اعتکاف وغیرہ عبادات انجام دینے کے لیے رخت سبز باندھنا بالاتفاق مستحب ہے۔ جب کوئی شخص مسجد نبوی میں داخل ہو تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ رسول اکرم پر درود سلام بھیجے اور نماز کے دوران بھی آپ پر درود و سلام پڑھے کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ
وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝﴾ (الاحزاب: ۵۶/۳۳)

”بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود پڑھتے ہیں۔ اس لیے

اے ایمان والو! تم بھی اس پر درود و سلام پڑھو۔“

جو شخص رسول اللہ پر ایک دفعہ درود و سلام پڑھتا ہے رب کریم اس پر دس مرتبہ

رحمت بھیجتا ہے۔^۱

ایک صحیح مومن کو چاہئے کہ وہ رحمت دو عالم ﷺ کے لیے مقام وسیلہ کے حصول کی دعاء کرے۔ صحیح مسلم میں مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ
صَلَّى عَلَيَّ مَرَّةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرًا ثُمَّ سَلُّوا اللَّهَ لِي الْوَسِيلَةَ
فَإِنَّهَا دَرَجَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ - وَأَرْجُو أَنْ
أَكُونَ أَنَا ذَلِكَ الْعَبْدُ، مَنْ سَأَلَ اللَّهَ لِي الْوَسِيلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ
شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ»^۲

”جب تم مؤذن کو اذان کہتے ہوئے سنو تو جو الفاظ وہ کہتا ہے تم بھی وہی کہو۔“

۱ صحیح مسلم۔ کتاب الصلاة: باب الصلاة على النبي ﷺ بعد التشهد (حدیث: ۳۰۸)

۲ صحیح مسلم۔ کتاب الصلاة: باب القول مثل قول المؤذن (حدیث: ۳۸۳)

پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے۔ اللہ اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے پھر میرے لیے وسیلہ کی دعاء کرو۔ کیونکہ وسیلہ جنت کے درجات میں سے ایک درجہ ہے جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک کے لیے خاص ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں۔ پس جو میرے لیے وسیلہ کی دعاء کرتا ہے تو قیامت کے دن اس کی شفاعت مجھ پر حلال ہو جائے گی۔“

صحیح بخاری میں مروی ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں:

((مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ "اللَّهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةُ التَّامَّةُ وَالصَّلَاةُ الْقَائِمَةُ اِنَّ مُحَمَّدًا نِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَاَبْعَثَهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا نِ الَّذِي وَعَدْتَهُ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ. حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ))^۱

”جو شخص اذان سننے کے بعد یہ دعاء پڑھتا ہے کہ ”اے اس پوری ندا اور قائم کی گئی نماز کے مالک! تو محمد ﷺ کو وسیلہ اور فضیلت اور مقام محمود عطا فرما۔ جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے کیونکہ تو اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔“ تو قیامت کے دن اس کے لیے میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔“

مندرجہ بالا دعاء مانگنے کا حکم ہے:

نیز قبر مکرم کے پاس سلام کہنا جائز ہے کیونکہ سنن میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَا مِنْ اَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ اِلَّا رَدَّ اللَّهُ عَلَيَّ رُوْحِي حَتَّى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ))^۲

”اگر کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ میرے جسم میں روح کو واپس کر دے گا یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں گا۔“

۱ صحیح بخاری۔ کتاب الاذان : باب الدعاء عند النداء (حدیث : ۶۱۳)

۲ سنن ابی داؤد۔ کتاب المناسک : باب زیارة القبور (حدیث : ۲۰۳۱)

گویا مشرق و مغرب، شمال و جنوب دنیا کے کسی بھی خطے سے جب کوئی شخص رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام کہتا ہے تو رب کریم اس درود و سلام کو رسول کریم ﷺ تک پہنچا دیتا ہے۔ چنانچہ سنن میں اوس بن اوس بیان کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَكثَرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلَيْلَةَ الْجُمُعَةِ فَإِنَّ صَلَاتِكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ قَالُوا: وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ أَرَمْتَ؟ أَيْ صِرْتَ رَمِيمًا قَالَ: إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَيَّ الْأَرْضَ أَنْ تَأْكُلَ لَحُومَ الْأَنْبِيَاءِ))^۱

”جمعات اور جمعہ کی درمیانی شب نیز جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو کیونکہ اس دن تمہارا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔“ صحابہ نے عرض کیا: ”ہمارا درود آپ کی خدمت میں کیسے پیش کیا جائے گا جب کہ آپ مٹی میں مل چکے ہوں گے؟“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔“

اسی لیے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ:

((أَلَا تَتَخَلَّوْا قَبْرِي عَيْدًا وَصَلُّوْا عَلَيَّ حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَإِنَّ صَلَاتِكُمْ تَبْلُغُنِي))^۲

”میری قبر کو میلہ کی جگہ نہ بنا لینا۔ تم جہاں بھی ہو مجھ پر درود بھیجتے رہنا کیونکہ تمہارا درود مجھ تک پہنچا دیا جائے گا۔“

رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام دور سے بھی اسی طرح پہنچتا ہے جس طرح قریب سے سنن نسائی میں مروی ہے آپ نے فرمایا:

۱ سنن ابی داؤد۔ کتاب الصلاة : باب فضل يوم الجمعة و ليلة الجمعة (حدیث : ۱۰۳۷)

سنن نسائی۔ کتاب الجمعة۔ باب اکتار الصلاة على النبي ﷺ يوم الجمعة (حدیث :

۱۳۷۳) سنن ابن ماجہ 'کتاب اقامة الصلوات۔ باب فی فضل يوم الجمعة (حدیث : ۱۰۸۵)

۲ سنن ابی داؤد۔ کتاب المناسک۔ باب زیارة القبور (حدیث : ۲۰۳۲)

((أَنَّ لِلَّهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ يَلْتَمِعُونَ عَن أُمَّتِي السَّلَامِ))^۱
 ”اللہ تعالیٰ نے کچھ خاص فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو زمین میں گھومتے رہتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔“

رب کریم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیجیں نیز ہر نماز میں اللہ تعالیٰ کی ثابیان کرنے کے بعد حکم ہے کہ یہ دعاء پڑھیں:
 ((السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ))^۲
 ”اے نبی ﷺ آپ پر اللہ تعالیٰ کا سلام اس کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔“

یہ درود و سلام رسول اللہ ﷺ پر مشرق و مغرب سے بھی پہنچ جاتا ہے جب ہم رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیجنا چاہیں تو ہمیں یوں کہنا چاہئے:

((اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ))^۳

”اے اللہ! محمد ﷺ اور آپ کی آل پر رحمتیں نازل فرما۔ جیسے تو نے ابراہیم اور ان کی آل پر رحمتیں نازل کیں۔ بے شک تو حمید و مجید ہے اور محمد اور آپ کی آل پر برکتیں نازل فرما جیسے تو نے ابراہیم اور ان کی آل پر برکتیں نازل کیں۔ بے شک تو حمید و مجید ہے۔“

۱ سنن نسائی۔ کتاب السہو : باب التسليم على النبي ﷺ (حدیث : ۱۲۸۳)

۲ صحیح بخاری۔ کتاب الاذان : باب الشهد في الآخرة (حدیث : ۸۳۱) صحیح مسلم۔

کتاب الصلاة۔ باب الشهد في الصلاة (حدیث : ۳۰۲)

۳ صحیح بخاری۔ کتاب احادیث الانبياء : باب ۱۰ (حدیث : ۳۳۷۰) صحیح مسلم۔ کتاب

الصلاة : باب الصلاة على النبي ﷺ بعد الشهد (حدیث : ۳۰۸)

مسجد نبوی اور قبر مکرم کا احترام

رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں اور ابو بکر و عمر اور عثمان و علی رضی اللہ عنہم کے دور خلافت میں تمام مسلمان مسجد نبوی میں نماز پڑھتے اور دوران نماز رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیجتے تھے۔ اسی طرح مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت بھی آپ پر صلوٰۃ و سلام کہا کرتے تھے۔ اور وہ اس بات کی ضرورت نہ سمجھتے تھے کہ قبر مکرم کے نزدیک جائیں یا قبر مکرم کی طرف منہ کریں یا مسجد میں بلند آواز سے سلام کہیں۔ بلکہ وہ مسجد نبوی میں آواز کو بلند کرنا مکروہ سمجھتے تھے جیسا کہ آج کل بعض حجاج مسجد نبوی میں آواز بلند کرتے ہیں علمائے کرام نے اسے بدعت کہا ہے۔

ایک دفعہ سیدنا عمر بن خطابؓ نے مسجد نبوی میں دو مسافروں کو دیکھا کہ ان کی آوازیں بلند ہیں۔ آپ نے ان کو بلا کر کہا: تمہیں معلوم نہیں کہ مسجد نبوی میں آواز کو بلند کرنا صحیح نہیں؟ اگر تم مدینے کے رہنے والے ہوتے تو میں تمہیں ضرور سزا دیتا۔ چنانچہ ان کو ان کی لاعلمی کی بنا پر چھوڑ دیا۔

حجرہ مبارک کی تاریخ

رسول اکرم ﷺ جب دنیا سے تشریف لے گئے تو آپ کو ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں دفن کیا گیا۔ اہمات المومنین رضی اللہ عنہم کے مکانات مسجد کے مشرقی جانب بطرف قبلہ تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے آخری دور تک ان میں سے ایک مکان بھی مسجد نبوی کی توسیع کے پیش نظر تصرف میں نہ لایا گیا۔ ولید بن عبدالملک کی تخت نشینی کے تقریباً ایک سال بعد مسجد نبوی کی توسیع کے پیش نظر اس نے اپنے نائب عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے تمام مکانات کو خرید کر مسجد نبوی میں داخل کر دے۔ اس وقت اہمات المومنین میں سے ایک بھی بقید حیات نہ تھیں۔ چنانچہ تمام مکانات کو خرید کر مسجد نبوی میں داخل کر دیا گیا۔ لیکن ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ اپنی اصل شکل میں قائم

۱۔ صحیح بخاری۔ کتاب الصلاة: باب رفع الصوت فی المسجد (حدیث: ۴۷۰)

رہا اس کا دروازہ ہمیشہ بند رہتا تھا۔ کسی شخص کے لیے ممکن نہ تھا کہ وہ درود و سلام یا دعاء وغیرہ کے لیے اندر جاسکے ہاں ام المومنین ؓ کی زندگی میں ممکن تھا۔

حجرات مبارک کو مسجد نبوی میں داخل کرنے سے تقریباً بیس تیس سال پہلے سیدنا معاویہ ؓ کی خلافت میں سیدۃ صدیقہ ؓ وفات پا چکی تھیں۔

امیر معاویہ ؓ کے بعد ان کے بیٹے یزید ان کے بعد ابن زبیر کا دور آیا پھر عبدالملک بن مروان کی حکومت قائم ہوئی اور ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے ولید نے عمان حکومت سنبھالی۔ ان کی خلافت ۸۰ھ میں قائم ہوئی اس وقت تک جابر بن عبداللہ ؓ کے علاوہ تمام صحابہ وفات پا چکے تھے حجرہ مبارک کو مسجد نبوی میں داخل کرنے سے دس سال پہلے ۷۸ھ میں جابر بن عبداللہ ؓ کی وفات ہوئی۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ کی زندگی میں بعض صحابہ کسی مسئلہ یا کسی حدیث کی تشریح کے لیے حجرہ مبارک میں چلے جایا کرتے تھے۔ اس وقت بھی وہ لوگ قبر مکرم کے پاس جانے کی ضرورت محسوس نہ کرتے اور نہ ہی کوئی شخص سلام و دعاء کے لیے داخل ہوتا۔

قبر مبارک کی ساخت

بعض افراد کی خواہش پر سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ قبروں کی زیارت کی اجازت دے دیتی تھیں۔ قبریں نہ تو بہت بلند تھیں اور نہ زمین سے ملی ہوئی تھیں، قبروں پر چھوٹی چھوٹی کنگریاں ڈالی ہوئی تھیں..... قبریں مسنم (کوہان نما) تھیں یا مسطح (زمین سے ملی ہوئی) تھیں؟..... اس میں اختلاف ہے البتہ بخاری کی روایت کے مطابق مسنم تھیں۔ چنانچہ سفیان التمار کا بیان ہے کہ انہوں نے قبر مکرم کو مسنم دیکھا ہے۔

رسول اللہ پر سلام کا جواب اور ثواب

جس شخص کو حجرہ مبارک میں داخل ہونے کی سعادت حاصل ہو جاتی وہ آپ پر

۱۔ صحیح بخاری۔ کتاب الجنائز : باب ماجاء فی قبر النبی ؐ و ابی بکر و عمر ؓ (حدیث

دروود و سلام ضرور بھیجتا کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللَّهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّىٰ أَرُدَّ عَلَيْهِ
السَّلَامَ))

”اگر کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ میرے جسم میں روح کو واپس کر
دے گا۔ یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں گا۔“

حجرہ مبارک میں داخل ہونے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ آپ ﷺ پر سلام

سنن ابی داؤد، کتاب المناسک : باب زیارة القبور (حدیث : ۴۰۴۱)

مرنے کے بعد قبر کی زندگی کا دیاوی زندگی سے کوئی تعلق نہیں یہ اخروی زندگی کی پہلی منزل ہے جیسا کہ ترمذی
شریف میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ذی شان ہے۔

”ان القبر اول منزل من منازل الآخرة فان نجامنه فما بعد ایسر منه وان لم یبج منه فما بعده
اشد منه ما رایت منظرا قط الا والقبر افظع منه“

[ترمذی (۳۳۰۸) ابن ماجہ (۳۲۶۷) زوائد مسند احمد ۱/ ۶۳ المستدرک علی الصحیحین
۱/ ۳۷۱ السنن الکبریٰ بیہقی ۳/ ۵۱ تہذیب الکمال ۳/ ۱۳۸۔

بلاشبہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے اگر اس سے نجات پا گیا تو اس کے بعد والی منزل اس سے
آسان ہوگی اور اگر اس سے نجات نہ پائی تو اس کے بعد والی منزل اس سے زیادہ سخت ہوگی۔ اور میں نے قبر
سے زیادہ خوفناک منظر کوئی نہیں دیکھا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ ”فجمع اللہ بین ریقی و ریقہ فی آخر یوم من الدنیا و اول
یوم من الآخرة“ [صحیح البخاری : ۴۴۵۱]

اللہ تعالیٰ نے میرا لعاب دہن اور رسول اللہ ﷺ کا لعاب دہن جمع کر دیا جس دن آپ کی دیاوی زندگی کا آخری
دن اور اخروی زندگی کا پہلا دن تھا۔

ان ہر دو احادیث مجھ سے معلوم ہوا کہ مرنے کے بعد انسان کی آخرت کی منزل شروع ہو جاتی ہے۔ لہذا قبر کی
زندگی اخروی زندگی کا پہلا زینہ ہے اس کا دنیوی زندگی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

اور اخروی معاملات پر ہمارا عقیدہ ہے اور جن کی کیفیت ہم سے ہمہ ہے ہم اس پر اسی طرح ہی ایمان رکھتے ہیں۔
بعض لوگوں نے اس حدیث کی مختلف توجہات اور مفہم بیان کیے ہیں جن کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (مبشر

احمد ربانی)

کہے اور یہی وہ قریب والا سلام ہے جس کا جواب رسول اللہ دیتے ہیں، لیکن وہ سلام جو حجرہ کے باہر نماز کے اندر یا کسی دور دراز مقام سے کہا جائے تو ایسے درود و سلام کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

”جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود و سلام کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ رحمت بھیجتا ہے۔“^۱

اور یہی وہ سلام ہے جس کا ہر مسلمان مکلف ہے۔ رہا قبر کے پاس جا کر سلام کہنا تو یہ ہر مومن کی قبر پر کہا جاتا ہے اور یہ رسول اکرم ﷺ کے لیے ہی خاص نہیں۔ البتہ ہر جگہ اور ہر مقام سے سلام کہنا صرف رسول اللہ ﷺ کا خاصہ ہے جس کے بارے میں رب کریم نے اپنے مومن بندوں سے کہا ہے کہ وہ آپ پر درود سلام بھیجیں:

صَلِّ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ اٰلِهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا

امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے تمام مکانات مسجد کے مشرقی جانب قبلہ رخ واقع تھے۔

آپ کا ارشاد ہے:

((مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ))^۲

”میرے گھر اور منبر کے درمیان والی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔“

بعض روایات میں قبری کا لفظ مروی ہے جو صحیحین میں نہیں ہے اور اس لحاظ سے بھی یہ لفظ صحیح معلوم نہیں ہوتا کہ اس وقت تو قبر مکرم کا وجود ہی نہ تھا۔

مسجد الحرام اور مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی فضیلت

مسجد مدینہ کی فضیلت خود رسول اکرم ﷺ کی وجہ سے ہے کیونکہ آپ ہی نے

۱ صحیح مسلم۔ کتاب الصلاة: باب الصلاة على النبي ﷺ بعد التشهد (حدیث: ۴۰۸)

۲ صحیح بخاری۔ کتاب الرقاق: باب فی الحوض (حدیث: ۲۵۸۸) صحیح مسلم۔ کتاب

الحج: باب فضل ما بین قبرہ ﷺ و منبرہ (حدیث: ۱۳۹۰)

اسے تعمیر فرمایا اور تقویٰ پر اس کی بنیاد رکھی۔ صحیحین کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

((صَلْوَةٌ فِي مَسْجِدِي هَذَا خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ صَلْوَةٍ فِيَمَا سِوَاهُ مِّنَ الْمَسَاجِدِ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ))^۱

”میری اس مسجد میں نماز ادا کرنا دوسری مساجد سے ایک ہزار درجہ زیادہ ثواب رکھتا ہے سوائے مسجد الحرام کے۔“

اور جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ مسجد الحرام تمام مساجد سے افضل ہے اس میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز کے برابر ہے۔

جیسے کہ امام احمد اور امام نسائی وغیرہا نے جید سند سے روایت کیا ہے۔^۲

فرضیت حج کی تاریخ

مسجد الحرام کو آپ ﷺ اور ابراہیم علیہ السلام کی وجہ سے فضیلت حاصل ہوئی، کیونکہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر کی اور پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے لوگوں کو حج کی دعوت دی۔ البتہ حج کو فرض قرار نہ دیا اسی بنا پر ابتدائے اسلام میں حج فرض نہ تھا۔ بلکہ حج کی فرضیت اسلام کے آخری احکام میں ہوئی۔ صحیح بات یہ ہے کہ جس سال سورۃ آل عمران نازل ہوئی اور اہل نجران کا وفد آیا اسی سال حج فرض ہوا اور یہ واقعہ ۵۹ھ یا ۱۰ھ کا ہے۔

جن علماء نے حج کی فرضیت ۵۶ھ میں لکھی ہے انہوں نے سورۃ البقرہ کی آیت وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ سے استدلال کیا ہے۔ لیکن مفسرین کے نزدیک یہ آیت صلح

۱ صحیح بخاری۔ کتاب فضل الصلاة فی مسجد مکة والمدینة : باب فضل الصلاة فی مسجد مکة والمدینة (حدیث : ۱۱۹۰)۔ صحیح مسلم۔ کتاب الحج۔ باب فضل الصلاة بمسجدی مکة والمدینة (حدیث : ۱۳۹۳)

۲ مسند احمد (۳/۳۳۳) سنن ابن ماجہ۔ کتاب اقامة الصلوات باب ماجاء فی فضل الصلاة فی المسجد الحرام و مسجد النبی ﷺ (حدیث : ۱۳۰۶)

حدیبیہ والے سال نازل ہوئی تھی۔ اس آیت کریمہ میں اتمام حج کا حکم ہے فریضت حج ثابت نہیں ہوتی۔

بیت اللہ کو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کیا اور پھر لوگوں کو اس کا حج کرنے کی دعوت دی۔ اور رسول اکرم ﷺ نے بیت اللہ کو مشرکین کے قبضہ سے آزاد کرایا اور پھر ہر صاحب استطاعت پر حج فرض قرار دیا۔ ان ہی وجوہات کی بنا پر بیت اللہ کو دوسری فضیلت حاصل ہوئی۔

چنانچہ اطراف عالم سے لوگ جوق در جوق حج کرنے کی نیت سے بیت اللہ آنا شروع ہوئے۔ پس رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے بیت اللہ میں اللہ کی عبادت اس قدر زیادہ شروع ہوئی کہ اس سے پہلے اس کا عشر عشر بھی نہ تھی۔ اور انتہائی پروقار عظمت اور پراغلاص طریقے سے اللہ کی عبادت جاری ہوئی۔

قبر پرستوں پر اللہ کی لعنت

ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض الموت میں فرمایا:

((لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ يُحَدِّثُونَ مَا صَنَعُوا))^۱

”اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ پر اس لیے لعنت کی کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ ان کے اس عمل بد سے ڈرارہے تھے۔“

حجرہ مبارک میں قبر کی حکمت

آپؐ مزید فرماتی ہیں:

۱ صحیح بخاری ج ۱ کتاب الجنائز : باب ما يكره من اتخاذ المساجد على القبور (حدیث : ۱۳۳۰) صحیح مسلم۔ کتاب المساجد : باب النهی عن بناء المساجد على القبور (حدیث :

((وَلَوْ لَا ذَلِكَ لَأُبْرَزَ قَبْرُهُ وَلَكِنْ كَرِهَ أَنْ يَتَّخَذَ مَسْجِدًا))^۱
 ”اگر یہ خدشہ نہ ہوتا تو آپ کی قبر مکرم ظاہر کر دی جاتی لیکن آپ نے اسے
 پسند نہیں کیا کہ آپ کی قبر عبادت گاہ بنے۔“

قبروں کے پاس عبادت سے ممانعت

صحیح مسلم کی روایت کے مطابق آپ ﷺ نے اپنی وفات سے پانچ روز قبل فرمایا

تھا:

((إِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَخَلَّوْنَ الْقُبُورَ مَسَاجِدَ آلا فَلَا
 تَتَخَلَّوْا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ فَإِنِّي أَنهَاكُمُ عَنْ ذَلِكَ))^۲
 ”تم سے پہلے لوگ قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا کرتے تھے خبردار! تم قبروں کو
 مساجد نہ بنا لینا میں تم کو اس سے منع کر رہا ہوں۔“

صحیح مسلم میں مندرجہ ذیل الفاظ بھی مروی ہیں:

((أَلَا تَجْلِسُوا عَلَى الْقُبُورِ وَلَا تُصَلُّوا إِلَيْهَا))^۳
 ”نہ تو قبر کے پاس مجاور بن کر بیٹھنا۔ اور نہ قبر کی طرف منہ کر کے نماز ہی
 پڑھنا۔“

قبر پرستی اور شرک کی تاریخ

ان روایات سے معلوم ہوا کہ قبور کو عبادت گاہ بنانے اور ان کی طرف منہ کر کے
 نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے اور یہود و نصاریٰ پر اس لیے لعنت کی گئی کہ انہوں نے اپنے
 انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا تھا۔ اور اسی وجہ سے قوم نوح میں شرک کی دبا پھیلی۔ قوم

۱ صحیح بخاری و صحیح مسلم (حوالہ سابق)

۲ صحیح مسلم۔ کتاب المساجد۔ باب النهی عن بناء المسجد على القبور (حدیث : ۵۳۴)

۳ صحیح مسلم۔ کتاب الجنائز : باب النهی عن الجلوس على القبور والصلاة اليها
 (حدیث : ۹۷۲)

نوح کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَدَّأُولَا سُوءَ آخَاةٍ وَلَا يُعْوَتُ وَلَا يُعْوَتُ وَنَسْرًا وَقَدْ آصَلْنَا كَثِيرًا﴾

(نوح: ۷۲/۳۳)

”انہوں نے کہا ”ہرگز نہ چھوڑو اپنے معبودوں کو اور نہ چھوڑو ود اور سواع کو اور نہ یفوث اور یعوق اور نسر کو اور وہ بہت سے لوگوں کو گمراہ کر چکے ہیں۔“

سلف امت میں سے سیدنا ابن عباسؓ اور بعض دیگر اکابر علماء کا قول ہے کہ: ”وَدَّ سواع، یفوث، یعوق اور نسر وغیرہ قوم نوح میں صالح اور دیندار افراد تھے جب وہ فوت ہو گئے تو لوگ ان کی قبروں پر مجاور بن کر بیٹھ گئے پھر کچھ عرصہ بعد ان کی تصاویر بنا لیں۔ اور پھر کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد ان کی پرستش شروع ہو گئی۔“

اپنی قبر کے بارہ رسول اللہ کی دعاء

رسول اللہ ﷺ نے نصیحت کرتے ہوئے امت کو آگاہ فرمایا کہ کہیں وہ بھی مشرکین اور اہل کتاب کی طرح شرک میں گرفتار نہ ہو جائیں۔ چنانچہ قبور کو عبادت گاہ بنانے سے منع فرمایا۔ قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے روکا۔ نیز طلوع اور غروب آفتاب کے وقت نماز ادا کرنے سے بھی منع فرمایا تاکہ کفار سے مشابہت پیدا نہ ہو۔ چنانچہ ولید بن عبد الملک کی خلافت میں جب حجرہ مبارک مسجد نبوی میں داخل کیا گیا تو حجرہ کے گرد ایک دیوار چن دی گئی تاکہ قبر مکرم تک کوئی شخص نہ پہنچ سکے۔ موطا امام مالک کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے دعاء فرمائی تھی کہ:

((اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِي وَتَنَا يُعْبَدُ اِشْتَدَّ غَضَبَ اللَّهِ عَلَي قَوْمِ اَتَّخَذُوا قُبُورًا اَتِيَانِيهِمْ مَسَاجِدًا))

”اے اللہ! میری قبر کو دشمن معبود نہ بننے دینا کہ اس کی پوجا ہونے لگے اس قوم پر اللہ

۱ صحیح بخاری۔ کتاب التفسیر: سورة نوح (حلیث: ۳۹۲۰)

۲ موطا امام مالک (۱/۱۴۲) کتاب قصر الصلاة فی السفر۔ مسند احمد (۲/۲۳۶)

تعالیٰ کا غضب سخت ہو جاتا ہے جو اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیتی ہے۔“

الحمد للہ کہ رب کریم نے آپ ﷺ کو شرف قبولیت بخشا اور آپ کی قبر کو وثن بننے سے محفوظ رکھا۔ جیسا کہ عام قبور کو وثن بنا لیا گیا ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ جب سے حجرہ کے گرد چار دیواری تعمیر ہوئی کسی کے لیے ممکن نہیں رہا کہ وہ اندر داخل ہو سکے۔ اگرچہ حجرہ کے گرد چار دیواری سے پہلے بھی اندر داخل ہو کر اس طریقے سے درود و سلام کہنا ممکن نہ تھا جیسا کہ عام قبور پر بدعات کا دور دورہ ہے۔ اسی طرح جاہل لوگ حجرہ مبارک کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اپنی آوازوں کو بلند کرتے ہیں اور غیر شرعی اور ممنوع کلام کرتے ہیں۔ مگر یہ سب کچھ قبر مکرم کے نزدیک نہیں بلکہ حجرہ کے باہر ہو رہا ہے۔ کیونکہ رب کریم نے رسول کریم کی دعاء کو ایسا شرف قبولیت بخشا ہے کہ اب کوئی شخص قبر مکرم تک پہنچ ہی نہیں سکتا کہ وہاں جا کر درود و سلام یا شکر یہ اعمال کر سکے۔ جیسا کہ دوسرے انبیاء و صلحاء کی قبور کو وثن بنا لیا گیا ہے۔

ام المؤمنین کی زندگی میں کسی کو جرأت نہ تھی کہ بجز آپ سے (علمی استفادے کے) اندر داخل ہو سکے اور نہ ہی کسی کے لیے ممکن تھا کہ وہ قبر مکرم کے پاس جا کر غیر شرعی عمل کر سکے، جب سیدہ کی وفات ہو گئی تو حجرہ مبارک کا دروازہ بند کر دیا گیا اور حجرہ کے چاروں طرف ایک دیوار جن دی گئی، تاکہ آپ کا گھر میلہ گاہ اور قبر وثن یعنی عبادت گاہ نہ بن جائے۔

یہ بھی معلوم رہے کہ اہل مدینہ مسلمان تھے اور مدینہ منورہ میں غیر مسلم داخل نہیں ہو سکتا تھا اور سب کے سب رسول اکرم ﷺ کی عزت و توقیر کرتے تھے۔ قبر مکرم کے پاس نماز، دعاء اور درود و سلام سے اس لیے منع کر دیا گیا کہ قبر مکرم کی اہانت نہ ہو۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ قبر مکرم کو وثن اور حجرہ مبارک کو عید گاہ بننے سے محفوظ کر دیا گیا ہے۔ جیسا کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ نے اپنے انبیاء کی قبروں کے ساتھ کیا تھا۔ قبر مکرم پر موٹی موٹی ریت ڈال دی گئی ہے۔ قبر مکرم پر نہ تو کوئی پتھر ہے اور نہ لکڑی وغیرہ اور نہ ہی وہ مٹی وغیرہ

سے لپی ہوئی ہے۔ جیسا کہ دوسری عام قبور کے ساتھ جاہل عقیدت مند کرتے ہیں۔ چونکہ رسول کریم ﷺ نے رب کریم سے دعاء کی تھی کہ ان کی قبر کو دشمن (معبود و عبادت گاہ) نہ بننے دینا۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی دعاء کو ایسا قبول فرمایا کہ آپ کی قبر مکرم تک پہنچنا ناممکن بنا دیا گیا ہے اور قبر مکرم ایسی قبور کی طرح نہیں ہے جن کو عبادت گاہ بنا لیا گیا ہو یا بنایا جاسکتا ہو۔

مذکورہ دعاء کی اہمیت و ضرورت ۱

پہلی امتوں میں سے کوئی امت اگر بدعت و گمراہی میں ڈوب جاتی تو اللہ تعالیٰ کسی نئے نبی کو مبعوث فرمادیتا جو ان کو راہ راست پر لے آتا، لیکن رسول اکرم خاتم الانبیاء ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا، اس لیے اللہ نے امت محمدیہ کو اجتماعی طور پر گمراہ ہونے سے محفوظ کر رکھا ہے اور اسی طرح قبر مکرم دشمن بننے سے محفوظ ہے۔ اگر اللہ نہ کرے آپ کی قبر (معبود) بن جاتی تو آپ کے بعد کوئی نبی نہیں جو امت کو اس سے روک سکتا۔ پہلی امتوں میں عام طور پر ایسے ہی لوگ غالب آئے تھے جو مشرکانہ رسوم و آداب کی پیروی کرتے تھے۔ اسی لیے آپ نے پیش گوئی فرمادی کہ ”آپ کی امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا جو شخص ان کی مخالفت یا ان کی توہین کا ارادہ کرے گا وہ انہیں تکلیف نہیں پہنچا سکے گا۔“ لہذا نچا اہل بدعت کے لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ قبر مکرم پر ایسی بدعات کر سکیں جو دوسرے انبیاء کی قبروں پر روا رکھی گئی ہیں۔

قبر مبارک پر درود و سلام پڑھنے کا طریقہ

ہم نے کسی دوسرے رسالے میں مناسک حج کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مسجد نبوی کی طرف سفر کرنا اور قبر مکرم کی زیارت ایک مستحب عمل ہے جسے تمام ائمہ اسلام تسلیم کرتے ہیں لیکن جہاں تک اس مسئلے کا تعلق ہے کہ درود و سلام پڑھتے وقت

۱ صحیح بخاری۔ کتاب المناقب : باب (۲۸) (حدیث : ۳۶۳۱) صحیح مسلم۔ کتاب الامارۃ : باب قوله ﷺ ”لا تزال طائفة من امتی ظاہرین“ (حدیث : ۱۹۲۰۔ ۱۹۲۲)

انسان کو قبلہ رخ ہونا چاہئے یا وہ اپنا چہرہ حجرہ مبارک کی طرف رکھے؟ اس میں ائمہ کرام دو صورتیں نقل کرتے ہیں:

پہلی صورت: یہ کہ حجرہ مبارک کی طرف منہ کر کے درود و سلام پڑھنا چاہئے۔ اکثر علماء کا قول یہی ہے سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول تو یہ ہے کہ قبلہ رخ ہو کر اس حالت میں سلام کرے کہ حجرہ مبارک بائیں ہاتھ ہو۔

دوسری صورت: دوسرا قول یہ ہے کہ حجرہ مبارک پیچھے ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک حجرہ مبارک مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے باہر رہا اور صحابہ کرام وہاں درود و سلام پڑھتے رہے۔ اس وقت کسی کے لیے ممکن ہی نہیں تھا کہ وہ حجرہ مبارک کی طرف رخ کرے اور کعبہ کی طرف پشت ہو جیسا کہ حجرہ مبارک کے مسجد میں شامل ہونے کے بعد ممکن ہوا۔ بلکہ اس وقت صورت یہ تھی کہ اگر منہ قبلہ کی طرف کرتے تھے تو حجرہ مبارک انسان کے بائیں ہاتھ ہوتا تھا۔ چنانچہ اس وقت صحابہ کرام حجرہ مبارک کی طرف منہ اور مغرب کی جانب پشت کر کے درود و سلام پڑھتے تھے۔ تو اس صورت میں پہلا قول راجح ہے۔ اور اگر دوسری صورت پر عمل کرے تو دوسرا قول راجح ہوگا۔

مسجد نبوی اور قبر مبارک کی زیارت

مسجد نبوی کی زیارت کے لیے جو سفر کیا جائے وہ مستحب ہے۔ چنانچہ اس سفر میں تمام ائمہ کرام کے نزدیک نماز قصر کرنا ضروری ہے۔ کسی امام سے پوری نماز پڑھنا منقول نہیں اور نہ ہی کسی امام سے منقول ہے کہ مسجد نبوی کی زیارت کے لیے سفر کرنا ممنوع ہے۔ مسجد نبوی کی زیارت کرنے والے کو قبر مکرم کی زیارت بھی ہو جائے گی۔ اگر ہم یہ کہیں تو بے جا نہ ہوگا کہ قبر مکرم کی زیارت افضل ترین عمل ہے۔ اس بارے میں میری یا کسی دوسرے عالم کی تحریر سے اس کی نفی ثابت نہیں ہے۔ انبیاء کرام صالحین امت رحیم

اللہ اور دیگر افراد کی قبروں کی زیارت کی شرعی حیثیت مسلم ہے بلکہ ہم نے زیارت قبور کو مستحب قرار دیا ہے۔ اور خود رسول اللہ ﷺ جنت البقیع اور شہدائے احد کی قبروں کی زیارت کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔

زیارت القبور کی دعاء

نیز صحابہ کو قبرستان میں جا کر مندرجہ ذیل دعاء پڑھنے کی تلقین فرماتے تھے:

((السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَآحِقُونَ. وَيَرْحَمُ اللَّهُ الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا وَمِنْكُمْ وَالْمُسْتَأْخِرِينَ وَنَسْأَلُ اللَّهَ لَنَا وَلَكُمْ الْعَافِيَةَ. اللَّهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُمْ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُمْ وَاعْفِرْ لَنَا وَلَهُمْ))

”اے مسلمانو اور موحیو!..... تم پر اللہ کی طرف سے سلامتی ہو ہم بھی ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں اللہ تم پر اور ہم سب پر رحم فرمائے۔ ہم اپنے اور تمہارے لیے اللہ سے عافیت کی دعاء کرتے ہیں۔ اے اللہ کریم!..... ان کے اجر سے ہمیں محروم نہ کرنا اور ان کے بعد ہمیں کسی آزمائش میں مبتلا نہ کر دینا۔ اے اللہ!..... ان کو اور ہم سب کو معاف فرما۔“

قبر مبارک کی زیارت اور درود و سلام

جب عام لوگوں کی قبروں کی زیارت شریعت اسلامیہ میں مُسَلَّم ہے تو انبیاء اور صالحین امت رحیم اللہ کی قبروں کی زیارت بالادوی ثابت ہوگی۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ہمیں حکم ہے کہ ہم نماز اذان مسجد نبوی اور دیگر تمام مساجد میں داخل ہوتے اور نکلنے وقت نیز ہر دعاء مانگتے ہوئے رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام کہیں۔ پس ہر وہ شخص جو مسجد نبوی میں داخل ہو اس پر لازم ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیجے۔

لے صحیح مسلم۔ کتاب الجنائز : باب ما يقال عند دخول القبور والدعاء لاهلها (حدیث :

(۹۷۵، ۹۷۴)

مسجد نبوی ﷺ کی زیارت کے لیے سفر کرنا مشروع ہے، لیکن علماء نے آپ کی مسجد اور دیگر مقامات کے درمیان فرق کو ملحوظ رکھا ہے حتیٰ کہ امام مالک رحمہ اللہ سے ”زرت قبر النبی“ کہنے کی کراہت منقول ہے۔ کیونکہ قبرستان کی زیارت کا مقصد وحید یہ ہے کہ انسان اہل قبور کے لیے دعاء اور سلام کہے اور یہ وظیفہ نماز پڑھتے ہوئے مسجد میں داخل ہوتے اور نکلنے وقت اذان اور دعاء کرتے وقت رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیج کر پورا ہو جاتا ہے۔ پس ہر شخص کو دعاء کرتے وقت رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام کہنا مسنون و مستحب ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مؤمنوں کی جانوں سے بھی زیادہ مؤمنوں کو عزیز ہیں۔ چنانچہ ہر نمازی اپنے اور تمام صالحین بندوں پر سلام کہنے سے پہلے رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام کہتا ہے کہ:

((الْسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ۔ اَلْسَّلَامُ عَلَيْنَا
وَعَلَىٰ عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ))

”اے نبی آپ پر سلام ہو۔ اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں نازل ہوں اللہ کا سلام ہم پر اور اللہ کے تمام صالح بندوں پر ہو۔“

قبر مکرم کے سوا کسی بھی قبر کے نزدیک کوئی ایسی مسجد نہیں جس کی زیارت کے لیے رخت سفر باندھنا مستحب ہو۔ البتہ قبر مکرم کی زیارت کرنا درست ہے جیسے عام قبرستان میں جانا جائز ہے۔

سفر زیارت کی محدودیت

مسجد نبوی، مسجد الحرام اور مسجد اقصیٰ یہ تین مساجد ایسی ہیں جن کی زیارت کے لیے (خاص طور پر نیت کر کے پیش) سفر کرنا مسنون ہے، ان کے علاوہ کسی بھی مسجد کی زیارت کے لیے سفر کرنا ممنوع ہے۔

مقابر کی شرعی اور غیر شرعی زیارت میں جو اہم فرق ہے اسے ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے۔ جیسے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لینا یا قبر کی طرف منہ کر کے نماز

پڑھنا یا کسی قبر کو معبود بنا لینا اور پوجا پاٹ کے لیے خاص کر لینا۔ صحیحین میں مروی حدیث میں ارشاد نبوی ہے کہ:

((لَا تُشَدُّ الرَّحَالَ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ
مَسْجِدِي هَذَا وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصَى))^۱

”تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد کی زیارت کے لیے رخت سفر نہ باندھا جائے
یعنی ① مسجد الحرام ② مسجد نبوی اور ③ مسجد اقصی۔“

ایک دفعہ کا ذکر ہے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کوہ طور پر تشریف لے گئے جہاں سیدنا موسیٰ
بن عمران علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ ہم کلام ہوتے تھے۔ واپسی پر بصرہ بن ابیصرہ النفاری سے
ملاقات ہوئی تو آپ نے کہا: ”اگر مجھے پہلے علم ہو جاتا تو آپ وہاں ہرگز نہ جا سکتے۔
کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

((لَا تَعْمَلُ الْمَطْيُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ
مَسْجِدِي هَذَا وَمَسْجِدِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ))^۲

”تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد کے لیے سواری کو نہ چلایا جائے۔ یعنی ① مسجد
الحرام ② میری یہ مسجد (یعنی مسجد نبوی) اور ③ مسجد بیت المقدس۔“

یہ تین مساجد ایسی ہیں جن کی طرف عبادت کے لیے خصوصی سفر زیارت و تبرک کرنا
مسنون ہے۔ جیسے نماز پڑھنا، قرآن کریم کی تلاوت کرنا، ذکر و اذکار میں مشغول رہنا، دعاء
و اعکاف کرنا، ان مساجد مطی میں سے صرف مسجد الحرام کا طواف مسنون ہے۔ جو شخص
ان تین مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد میں (بغیر اس کے کہ وہ خاص طور پر اسی مسجد میں

۱ صحیح بخاری۔ کتاب فضل الصلاة فی مسجد مكة والمدینة : باب فضل الصلاة فی
مسجد مكة والمدینة (حدیث : ۱۱۸۹)۔ صحیح مسلم۔ کتاب الحج : باب فضل المساجد
الثلاثة (حدیث : ۱۳۹۷)

۲ سنن نسائی۔ کتاب الجمعة : باب ذکر الساعة التي يستجاب فيها الدعاء يوم الجمعة
(حدیث : ۱۳۳۱)

عبادت کے لیے سفر کر کے آیا ہو) نماز پڑھے تو اس کا یہ عمل بھی صحیح احادیث کی روشنی میں تمام اعمال سے افضل ترین عمل شمار ہوگا۔ جیسے کہ صحیحین میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد منقول ہے:

((مَنْ تَطَهَّرَ فِي بَيْتِهِ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ كَانَتْ خُطْوَاتُهُ
أَحَدًاهَا تَحُطُّ خَطِيئَةً وَالْأُخْرَى تَرْفَعُ دَرَجَةً وَالْعَبْدُ فِي صَلَاةٍ
مَا دَامَ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ وَالْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ
يُحَدِّثُ))^۱

”جو شخص اپنے گھر میں پاکیزگی حاصل کر کے مسجد کی طرف جائے تو اس کے ایک قدم پر ایک گناہ مٹ جاتا ہے اور دوسرے قدم پر ایک درجہ بلند ہوتا ہے۔ اور جب تک بندہ نماز کے انتظار میں رہتا ہے اسے نماز ادا کرنے کا ثواب ملتا رہتا ہے۔ اور جب تک بندہ جائے نماز پر بیٹھا رہتا ہے فرشتے اس کے لیے رحمت کی یوں دعاء کرتے رہتے ہیں۔ کہ ”اے اللہ!..... اسے بخش دے اس پر رحم فرما۔“ (وہ یہ دعائیں اس وقت تک کرتے رہتے ہیں) جب تک وہ بے وضوء نہ ہو۔“

لیکن اگر کوئی شخص ایک شہر سے دوسرے شہر اس نیت سے سفر کرے کہ وہاں کوئی مسجد ہے۔ جیسے دمشق سے مصر یا کسی دور دراز شہر سے مسجد قباء کی زیارت کے لیے رخت سفر باندھے تو ایسا سفر باتفاق ائمہ اربعہ غیر مشروع ہے۔ اور اگر ایسے سفر کی نذر مان لے تو اس کا پورا کرنا باتفاق ائمہ اربعہ لازم نہ ہوگا۔ صرف لیث بن سعد کا ایک ضعیف سا قول منقول ہے کہ ایسی نذر کو پورا کرنا چاہئے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب میں سے صرف ابن

۱ صحیح مسلم۔ کتاب المساجد : باب المشی الی الصلاة تمحی بہ الخطایا و ترفع بہ الدرجات (حدیث : ۲۶۶) وانظر الحدیث الآتی

۲ صحیح بخاری۔ کتاب الاذان : باب فضل صلاة الجماعة (حدیث : ۲۳۷) صحیح مسلم۔ کتاب المساجد : باب فضل الصلاة المكتوبة فی جماعة (حدیث : ۲۳۹)

مسئلہ مسجد قباہ کی طرف سفر کرنے کی نذر کو پورا کرنا ضروری خیال کرتے ہیں۔ البتہ جو شخص مدینہ منورہ جائے تو اس کے لیے مسجد قباہ میں جا کر نماز پڑھنا مستحب ہے۔ کیونکہ مدینہ منورہ سے مسجد قباہ جانے کو سفر شمار نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ہمیشہ ہفتہ کے دن کبھی پیدل اور کبھی سواری پر مسجد قباہ تشریف لے جاتے اور وہاں دو رکعت نماز پڑھتے۔ اس سلسلے میں آپ کا ارشاد بھی ہے کہ:

((مَنْ تَطَهَّرَ فِي بَيْتِهِ ثُمَّ أَتَى مَسْجِدَ قِبَاءَ كَانَ لَهُ كَعُمْرَةٍ))^۱

”جو شخص اپنے گھر سے پاکیزگی حاصل کر کے مسجد قباہ جائے تو اسے ایک عمرہ ادا کرنے کا ثواب ملتا ہے۔“

اسی طرح سعد بن ابی وقاصؓ اور عبداللہ بن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ:

”مسجد قباہ میں نماز پڑھنے کا اجر عمرہ کرنے کے برابر ہے۔“^۲

اگر کوئی شخص حج یا عمرہ کرنے کی نذر مان لے تو تمام علمائے امت کا اتفاق ہے کہ اسے یہ نذر پوری کرنی چاہئے۔

اگر کوئی شخص مسجد نبوی یا بیت المقدس جانے کی نذر مان لے تو ایسی نذر کے بارے میں علماء کے دو قول ہیں:

۱ امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے ایک قول کے مطابق اس نذر کا پورا کرنا ضروری نہیں کیونکہ شریعت نے اسے واجب قرار نہیں دیا۔

۲ امام مالکؒ امام احمد بن حنبلؒ اور امام شافعیؒ کے دوسرے قول کے

۱ صحیح بخاری۔ کتاب فضل الصلاة فی مسجد حنکة والمدینة: باب اتیان مسجد قباہ ماشیا وراکبا (حدیث: ۱۱۳۴) صحیح مسلم۔ کتاب الحج۔ باب فضل مسجد قباہ وفضل الصلاة فیہ (حدیث: ۱۳۹۹)

۲ سنن نسائی۔ کتاب المساجد۔ باب فضل مسجد قباہ والصلاة فیہ (حدیث: ۷۰۰) سنن ابن ماجہ۔ کتاب إقامة الصلوات: باب ماجاء فی الصلاة فی مسجد قباہ (حدیث: ۱۳۱۴)

۳ مصنف ابن ابی شیبہ (۳/۳۷۳)

مطابق ایسی نذر کا پورا کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ اللہ کی اطاعت ہے اور اطاعت الہی کے بارے میں صحیح بخاری میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

((مَنْ نَذَرَ أَنْ يُطِيعَ اللَّهَ فَلْيُطِعْهُ وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَعْصِيَ اللَّهَ فَلَا يَعْصِهِ))^۱

”جس شخص نے اللہ کی اطاعت کی نذر مانی اسے اللہ کی اطاعت کرنی چاہئے۔ اور جس نے اللہ کی نافرمانی کی نذر مانی تو اسے اللہ کی نافرمانی نہیں کرنی چاہئے۔“

اگر کسی نے ان تین مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف سفر کرنے کی نذر مانی یا محض رسول اللہ ﷺ کی قبر مکرم یا کسی اور نبی ولی یا صالح انسان کی قبر کی زیارت کی نذر مانی تو باقی ائمہ اس نذر کا پورا کرنا لازم نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس قسم کے سفر کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ فرمایا:

((أَلَا تَشُدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ مَسْجِدِي هَذَا وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصَى))^۲

”تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد کی طرف رخت سفر نہ باندھنا چاہئے یعنی مسجد الحرام میری یہ مسجد اور مسجد اقصی۔“

ہاں اس نذر کا پورا کرنا واجب ہے جس میں اطاعت رسول ﷺ ہو۔ امام مالک رحمہ اللہ اور کئی دوسرے ائمہ نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ جو شخص مدینہ منورہ کا سفر کرنے کی نذر مانے اور اس کی نیت یہ ہو کہ وہ مسجد نبوی میں نماز ادا کرے گا تو وہ اپنی نذر کو پورا کرے اور اگر اس کی نیت مسجد میں نماز ادا کرنے کی بجائے صرف قبر مکرم کی زیارت ہے

۱ صحیح بخاری۔ کتاب الایمان والنور : باب النذر فی الطاعة (حدیث : ۲۶۶۱، ۲۶۶۰)

۲ صحیح بخاری۔ کتاب فضل الصلاة فی مسجد مکة والمدینة : باب فضل الصلاة فی مسجد

مكة والمدینة (حدیث : ۱۱۸۹)۔ صحیح مسلم۔ کتاب الحج : باب فضل المساجد الثلاثة

(حدیث : ۱۳۹۷)

تو اسے اپنی نذر کا پورا کرنا ضروری نہ ہوگا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

((لَا تَعْمَلُ الْمَعِطِيُّ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسْجِدٍ))

”تین مساجد کے علاوہ سواری کو نہ چلایا جائے۔“

المدونہ اور الجلابؒ وغیرہ کتب سے بھی اس مسئلہ کی تائید ہوتی ہے۔ قاضی اسماعیل ابن اسحاق بسوط میں اس پر بحث کرتے ہوئے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ

”جو مسجد نبوی میں جانے کی نذر مانے اسے اپنی نذر کو پورا کرنا چاہئے کیونکہ مسجد میں جانے کا مقصد نماز ادا کرنا ہی ہوتا ہے۔ اور جو شخص مدینہ منورہ جانے کی نذر مانے اور نیت یہ ہو کہ وہ مسجد نبوی میں نماز ادا کرے گا تو اسے اپنی نذر کو پورا کرنا چاہئے۔ اور اگر جنت البقیع یا شہدائے احد کی قبور کی زیارت مقصود ہے تو ایسے شخص کو اپنی نذر کا پورا کرنا ضروری نہیں کیونکہ مذکورہ تین مساجد کے علاوہ رخت سفر باندھنا مشروع نہیں ہے۔“

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مندرجہ بالا قول کے بارے میں ائمہ اسلام میں سے کسی ایک نے بھی مخالفت نہیں کی بلکہ دوسرے ائمہ کی تحریرات سے امام موصوف کی تائید ہوتی ہے قبرستان کی زیارت کے لیے رخت سفر باندھنے کے بارے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب سے دو قول منقول ہیں ① یہ سفر حرام ہے ② جائز ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے متقدمین اصحاب کا کہنا یہ ہے کہ یہ سفر حرام ہے البتہ متاخرین اصحاب میں اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ اختلاف کی وجہ یہ تھی کہ حدیث ”لَا تُسَدُّ الرِّجَالَ“ میں صیغہ خبر ہے جس کا معنی نہیں کا ہے جس سے ثابت ہوا کہ یہ سفر حرام ہے۔

۱ سنن نسائی۔ کتاب الجمعة : باب ذكر الساعة التي يستجاب فيها الدعاء يوم الجمعة (خبر) :

بعض نے کہا کہ: اس حدیث میں صیغہ نہی ہے جس کا معنی یہ ہوا کہ یہ سفر نہ مسنون ہے نہ واجب نہ مستحب بلکہ مباح ہے۔ یہ سفر ایسا ہی ہوگا جیسے بغرض تجارت کسی شہر کا سفر کیا جائے۔

ان کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ بغرض تجارت سفر کرنے سے عبادت مقصود نہیں ہوتی بلکہ دینی اغراض نظر ہوتے ہیں جو مباح ہیں مختلف زیارت قبور کے۔ کہ زیارت قبور کا مقصد ہی عبادت ہوتا ہے۔ اور عبادت واجب یا مستحب عمل کے ذریعے ہی ہو سکتی ہے۔

جب یہ بات بالافتقار ثابت ہوگئی کہ قبور کی زیارت کے لیے رخت سفر باندھنا واجب ہے نہ مستحب تو جو شخص عبادت کے طور پر زیارت قبور کے لیے سفر کرتا ہے اسے مبتدع اور مخالف اجماع کہا جائے گا کیونکہ عبادت میں نبی باتیں پیدا کرنا جائز نہیں ہاں! جس شخص کو علم نہ ہو اسے مقصود سمجھا جائے گا۔ لیکن سنت طریقہ معلوم ہو جانے کے بعد اسے چاہئے کہ وہ سنت کی مخالفت نہ کرے اور نہ ہی کوئی ایسا عمل کرے جس سے آپ نے منع فرمایا ہے جیسے طلوع اور غروب آفتاب کے وقت نماز پڑھنا یا عیدین کے دن روزہ رکھنا وغیرہ حالانکہ نماز اور روزہ افضل ترین اعمال میں سے ہیں۔ اگر علم ہونے سے پہلے کر لے تو گناہ گار نہ ہوگا۔ مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر متفق ہیں کہ قبور کی زیارت کے لیے سفر کرنا مستحب نہیں ہے۔ نیز ائمہ اسلام میں سے کسی ایک سے بھی قبرستان کی طرف سفر کرنا مستحب مقبول نہیں۔ ائمہ کے مقلدین میں سے اگر کسی نے ایسا کہا ہو تو مجید لڑکیاں نہیں۔ لیکن مجتہد ائمہ میں سے ایک نے بھی اسے مستحب نہیں کہا اور اگر بالفرض مجال کسی امام سے یہ مقبول بھی ہو تو اس سلسلے میں یہ تیسرا قول سمجھا جائے گا لیکن یاد رہے کہ یہ قول سنت اور اجماع صحابہ کے خلاف ہوگا۔

شام میں ابراہیم اور یوسف علیہ السلام کی قبریں اور صحابہ کا طرز عمل

سیدنا ابوبکر صدیقؓ سیدنا عمر فاروقؓ اور سیدنا علی المرتضیٰؓ کے دور خلافت اور اس

کے کافی عرصہ بعد تک کسی بھی صحابی سے ثابت نہیں کہ انہوں نے کسی نبی یا کسی صالح انسان کی قبر کی طرف رخت سفر باندھا ہو۔ شام میں ابراہیم علیہ السلام کی قبر معروف تھی لیکن کسی صحابی نے قبر خلیل کی زیارت کے لیے سفر نہیں کیا۔ صحابہ کرام بیت المقدس تشریف لے جاتے وہاں نماز پڑھتے لیکن قبر خلیل کے نزدیک نہ جاتے۔ قبر خلیل اس وقت تو ظاہر بھی نہ تھی کیونکہ وہ اس مکان کے اندر تھی جسے سلیمان بن داؤد نے بنایا تھا۔ اور نہ ہی قبر یوسف معروف تھی بلکہ اسے سن ہجری سے تین سو سال سے زیادہ عرصہ کے بعد ظاہر کیا گیا۔ اسی وجہ سے اس میں اختلاف واقع ہوا۔ اکثر اہل علم اس (قبر) کا انکار کرتے ہیں اور ان میں امام مالک علیہ السلام سرفہرست ہیں۔ صحابہ کرام نے کبھی بھی قبر خلیل کو معروف کرنے کی نیت سے سفر نہیں کیا۔ جب نصابی نے شام پر قبضہ کیا تو انہوں نے اس مکان کو جس میں قبر خلیل تھی گرا کر وہاں کینہہ بنا دیا۔ اور پھر جب مسلمانوں نے شام کو دوبارہ فتح کیا تو انہوں نے قبر خلیل کو کھلا رہنے دیا صحابہ کے دور میں قبر خلیل بالکل اسی طرح تھی جیسے قبر مکرم حجرہ میں تھی۔

قبر مبارک اور صحابہ کرام

صحابہ کرام میں ایک صحابی بھی ایسا نہیں ملتا جس نے مدینہ منورہ کا سفر اس نیت سے کیا ہو کہ وہاں قبر مکرم ہے بلکہ صحابہ کرام کا معمول یہ تھا کہ وہ مسجد نبوی میں تشریف لاتے نماز پڑھتے، تشهد میں مسجد میں داخل ہوتے اور نکلنے وقت آپ پر درود و سلام پڑھتے۔ درآں حالیکہ رسول اکرم ﷺ سیدہ عائشہ صدیقہ کے حجرہ مبارک میں مدفون تھے۔ صحابہ کرام نہ تو حجرہ کے اندر داخل ہوتے اور نہ ہی باہر کھڑے ہوتے۔

قبر مبارک اور اہل یمن

سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں جب شام و عراق فتح ہوئے اور یمن کے قیود مدینہ منورہ آنے شروع ہوئے تو وہ بھی مسجد نبوی میں نماز پڑھتے اور ان میں ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو حجرہ مکرم کے قریب جاتا یا حجرہ مبارک کے اندر

داخل ہوتا یا حجرہ کے باہر مسجد میں کھڑا ہوتا بلکہ ہر آنے والا حجرے کے باہر ہی سے درود و سلام پڑھتا۔ انہی کے بارے میں رب ذوالجلال ارشاد فرماتا ہے:

﴿فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُضَيِّقُ لَهُمْ وَيُضَيِّقُونَ لَهُمْ﴾ (السنہ: ۵/۵۲)

”عنقریب اللہ تعالیٰ ایسی قوم لائے گا جس سے وہ محبت کرے گا اور وہ قوم بھی اللہ سے محبت کرے گی۔“

فتویٰ کفر میں احتیاط کیجیے

اس مسئلہ میں سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا اعتماد ابن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل ہے۔ بہر کیف کسی مسئلہ میں نصف مسلمان بھی ایک رائے رکھتے ہوں تو اس کی حیثیت دیگر نزاعی مسائل کی طرح ہوگی۔ کسی کی ذاتی رائے کو دین قرار دیا جائے اور اس کے مخالفین کو مستوجب سزا سمجھا جائے۔ اور ان کی تکفیر کی جائے تو یہ بات مسلمانوں کے اجماع کے خلاف ہے۔

اب اس مسئلہ مذکورہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے والا اگر (دوسروں پر) کفر کا فتویٰ لگائے تو حق تو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اجماع صحابہ اور علماء امت کا مخالف دراصل کافر ہے۔ ہم اس میں یا دیگر مسائل میں غلطی کی وجہ سے کسی مسلمان کو کافر قرار نہیں دیتے، لیکن اگر بالفرض خطا کار کی تکفیر کی بھی جائے تو کتاب و سنت اور اجماع صحابہ و اجماع علماء امت کا مخالف..... کتاب و سنت و صحابہ کرام امت کے سلف صالحین ائمہ عظام کی پیروی کرنے والے کی نسبت کفر کا زیادہ حقدار ہے۔ ائمہ کرام ہی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر نظر و دیگر مسائل میں امر و نواہی کا فرق بیان کیا ہے۔

قیروں کا حج

ائمہ کرام ہی ایک ایسی جماعت ہے جنہوں نے فرمان رسول اور دیگر اقوال میں فرق واضح کیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کام کا حکم فرمادیں وہ عبادت اطاعت اور قرب الہی کا وسیع ہوگا۔ اور جس کام سے منع فرمادیں وہ بسا اوقات شرک تک لے جاتا ہے اور

جیسے گمراہ فرتے مشرکین اور اہل کتاب وغیرہ کر رہے ہیں۔ جیسے انبیاء کرام اور صالحین امت کی قبور پر مساجد تعمیر کرتے ہیں وہاں نماز پڑھتے اور نذریں مانتے ہیں اور بعض قبروں کا حج کرتے ہیں۔ بلکہ بعض تو قبروں کے حج کو بیت اللہ کے حج سے زیادہ افضل خیال کرتے ہیں قبر کے حج کا نام ”حج اکبر“ رکھتے ہیں۔ ان کے بزرگوں نے اس موضوع پر کتب بھی لکھی ہیں۔ جیسے مفید بن نعمان نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ”مناسک حج المشاہد“ رکھا ہے۔ اس مصنف نے مخلوق کے گھر کو اللہ تعالیٰ کے برابر قرار دیا ہے حالانکہ اسلام یہ ہے کہ ہم صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اور اس کی مخلوق میں سے کسی کو بھی اس کا ہمسرد مقابل اور ہم نام قرار نہ دیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا﴾ (مریم: ۱۹)

”پس تم اس کی بندگی کرو۔ اور اسی کی بندگی پر ثابت قدم رہو۔ کیا ہے کوئی ہستی تمہارے علم میں اس کی ہم پایہ؟“

﴿وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ﴾ (الاعلاص: ۱۳/۳)

”اور کوئی اس کا ہمسر نہیں ہے۔“

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (الشوری: ۱۱/۳۴)

”کائنات کی کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں۔ وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔“

﴿فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ أَنْدَادًا ۖ أَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (البقرہ: ۲۲/۲۲)

”پس جب تم جانتے ہو تو دوسروں کو اللہ کا مد مقابل نہ ٹھہراؤ۔“

شُرک سب سے بڑا گناہ

صحیحین میں عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿أَنَّ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدَاً وَهُوَ خَلَقَكَ قُلْتُ: ثُمَّ أَيْ قَالَ: أَنْ تَقْتُلَ﴾

وَلَدَكَ خَشِيَةً أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ. قُلْتُ: ثُمَّ آتَى؟ قَالَ: أَنْ تَرَانِي
بِحَلِيلَةِ جَارِكَ))^۱

کہ تو اللہ کا شریک قرار دے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے۔ میں نے عرض
کیا ”اس کے بعد کون سا بڑا گناہ ہے؟“ آپ نے فرمایا ”یہ کہ تو اپنی اولاد کو
اس ڈر سے قتل کرے کہ وہ تیرے ساتھ کھانے میں حصہ بنائے گی۔“ میں نے
عرض کیا ”کہ اس کے بعد بڑا گناہ کون سا ہے؟“ آپ نے فرمایا ”یہ کہ تو اپنے
پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی تصدیق کرتے ہوئے مندرجہ ذیل آیات نازل
فرمائیں:

﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ

اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَكْبَامًا ۝﴾ (الفرقان: ۱۷۵/۱۷۴)

”جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اللہ کی حرام کی ہوئی کسی
جان کو ناحق ہلاک نہیں کرتے اور نہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں۔ یہ کام جو کوئی
کرے وہ اپنے گناہ کا بدلہ پاسے گا۔“

لیک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ

اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا شَدِيدًا حُبًّا لِلَّهِ ۝﴾ (البقرہ: ۱۷۷/۱۷۶)

”کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو اس کا ہمسر اور مد مقابل ٹھہراتے
ہیں اور ان کے ایسے گرویدہ ہیں جیسی اللہ کے ساتھ گرویدگی ہونی چاہئے حالانکہ
ایمان رکھنے والے لوگ سب سے بڑھ کر اللہ کو محبوب رکھتے ہیں۔“

۱ صحیح بخاری۔ کتاب التفسیر: سورۃ البقرہ۔ باب قولہ تعالیٰ ﴿فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أنداداً﴾

انتم تعلمون﴾ (حدیث: صحیح مسلم۔ کتاب الايمان: باب بیان کون الشریک للہ

القبوب (حدیث: ۸۷)

اگر کوئی مخلوق سے بھی ایسی ہی محبت رکھتا ہے جیسی خالق سے رکھنی چاہئے یا بندے سے بھی اسی طرح ڈرتا ہے جیسے مالکِ حقیقی سے ڈرتا چاہئے یا انسانوں سے بھی امید کا دامن اسی طرح وابستہ کئے ہوئے ہے جیسے اللہ تعالیٰ سے ہونا چاہئے تو وہ شرک ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنی امت کو چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے شرک سے منع فرمایا ہے حتیٰ کہ ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

((مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللَّهِ فَقَدْ أَشْرَكَ))^۱

جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے شرک کیا۔

ایک صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے کہا:

((مَا شَاءَ اللَّهُ وَشِئْتُ فَقَالَ أَجَعَلْتَنِي لِلَّهِ نَدًّا؟ بَلَى مَا شَاءَ اللَّهُ وَحْدَهُ))^۲ وَقَالَ: لَا تَقُولُوا مَا شَاءَ اللَّهُ وَشَاءَ مُحَمَّدٌ ﷺ وَلَكِنْ قُولُوا مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ شَاءَ مُحَمَّدٌ))^۳

”جو اللہ تعالیٰ اور آپ چاہیں۔“ آپ نے فرمایا: ”کیا تو نے مجھے اللہ کا مد مقابل ٹھہرا دیا ہے؟ بلکہ صرف یہ کہہ جو اللہ تعالیٰ چاہے (وہی ہوگا)“ اور آپ نے فرمایا یہ نہ کہہ کہ ”جو اللہ تعالیٰ اور محمد چاہیں۔“ بلکہ کہا کرو۔ جو اللہ چاہے پھر جو محمد چاہیں۔“

مسجد صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے

سیدنا معاذ بن جبلؓ ایک دفعہ شام سے مدینہ منورہ آئے تو آپ کو سجدہ کیا رسول

اللہ ﷺ نے پوچھا:

۱ سنن ابی داؤد کتاب الایمان والنور : باب فی کراهیة الحلف بالآباء (حدیث : ۴۲۵۱) سنن ترمذی۔

کتاب النور والایمان : باب ماجاء فی کراهیة الحلف بغیر اللہ (حدیث : ۵۳۵)

۲ مسند احمد (۱/ ۲۱۳) عمل الیوم واللیلة للنسائی (۹۸۷-۹۸۸) الادب المفرد للبخاری (۸۰۲)

۳ سنن ابی داؤد۔ کتاب الادب : باب لایقال خبث نفسی (حدیث : ۳۹۸۰)

معاذ! یہ کیا!

معاذ کہنے لگے: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے شام میں یہود و نصاریٰ کو دیکھا کہ وہ اپنے پوپ پادریوں وغیرہ کو سجدہ کرتے ہیں چنانچہ میں نے بھی تعظیماً ایسا ہی کیا۔“

آپ ﷺ نے فرمایا: اے معاذ!

((إِنَّهُ لَا يَصْلُحُ السُّجُودُ إِلَّا لِلَّهِ وَلَوْ كُنْتُ امْرَأًا أَحَدًا أَنْ يُسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا مِنْ عَظَمِ حَقِّهِ عَلَيْهَا))^۱
 اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں ہے اگر میں کسی کو سجدہ کرنے کی اجازت دیتا تو صرف عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے کیونکہ خاوند کا مرتبہ زیادہ ہے۔

مؤحد اور مشرک کی زیارت قبور میں فرق

رسول اللہ ﷺ نے اہل توحید اور مشرکین کے طریقہ ہائے زیارت قبور کے بارے میں فرق بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اہل توحید جب زیارت قبور کے لیے جاتے ہیں تو میت کے لیے دعاء و سلام اور بخشش کی دعاء کرتے ہیں جیسے نماز جنازہ میں دعاء کی جاتی ہے۔ لیکن جب کوئی مشرک قبرستان میں جاتا ہے تو وہ مخلوق کو خالق سے مشابہ ٹھہراتا ہے میت کے نام کی نذر و نیاز دیتا اسے سجدہ کرتا اور اسے مشکل کشا سمجھ کر پکارتا ہے اور اس سے اس طرح محبت کا اظہار کرتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ سے محبت کی جاتی ہے۔ پس اس طرح وہ اپنے عمل سے اہل قبور کو اللہ تعالیٰ کا سا جھی اور اس کے برابر قرار دیتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو بڑی سختی سے اس بات سے روکا ہے کہ وہ انبیاء یا ملائکہ وغیرہ کو اس کا شریک ٹھہرائیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((مَا كَانَ لِلْبَشَرِ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنَّبُوءَةَ ثُمَّ يَقُولَ

۱۔ مسند احمد (۳/۳۸۱) سنن ابن ماجہ۔ کتاب النکاح۔ باب حق الزوج علی المرأة (حدیث

لِبَنَائِس كُونُوا عِبَادًا لِي مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ كُونُوا رَبَّيْحِينَ بِمَا كُنْتُمْ
تَعْتَمِدُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ ۝ وَلَا يَأْمُرْكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ
وَالنَّبِيِّنَ أَرْبَابًا أَيَأْمُرْكُمْ بِالْكَفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۝

(آل عمران : ۳ تا ۵۹)

”کسی انسان کا یہ کام نہیں ہے کہ اللہ تو اس کو کتاب اور حکم اور نبوت عطاء فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کے بجائے تم میرے بندے بن جاؤ۔ وہ تو یہی کہے گا کہ سچے ربانی ہو جیسا کہ اس کتاب کی تعلیم کا تقاضا ہے جسے تم پڑھتے اور پڑھاتے ہو۔ وہ تم سے ہرگز یہ نہ کہے گا کہ فرشتوں کو یا پیغمبروں کو اپنا رب بنا لو۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک نبی تمہیں کفر کا حکم دے جب کہ تم مسلم ہو؟“

وہ تو خود امیدوار ہیں

دوسرے مقام پر ارشاد الہی ہے کہ:

﴿قُلْ ادْعُوا الَّذِينَ رَعَيْتُمْ مِنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضَّرِّ عَنْكُمْ وَلَا
تَحْوِيلًا ۝ أُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَى رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ
أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ
مَحْدُورًا ۝﴾ (اسراء: ۱۷ تا ۱۹)

”ان سے کہو پکارو دیکھو ان محبوبوں کو جن کو تم اللہ کے سوا (اپنا کارساز) سمجھتے ہو وہ کسی تکلیف کو تم سے نہ بٹا سکتے ہیں نہ بدل سکتے ہیں۔ جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ تو خود اپنے رب کے حضور رسائی حاصل کرنے کا وسیلہ تلاش کر رہے ہیں کہ کون اس سے قریب تر ہو جائے اور وہ اس کی رحمت کے امیدوار اور اس کے عذاب سے خائف ہیں حقیقت یہ ہے کہ تیرے رب کا عذاب ہے ہی ڈرنے کے لائق۔“

اس آیت کے بارے میں سلف کی ایک جماعت کا ایک خیال ہے کہ سابقہ عوام و مل میں سے کئی تو میں مصائب و مشکلات اور ابتلاء کے وقت اپنے انبیاء مثلاً: سیدنا عیسیٰ

علیہ السلام سیدنا عزیر علیہ السلام اور اسی طرح فرشتوں کو پکارا کرتی تھیں تاکہ مشکلات و مصائب سے نجات مل جائے۔ ایسی اقوام کو اللہ تعالیٰ نے خبردار کیا کہ یہ تو میرے بندے تھے جو خود میری رحمت کے طلب گار رہتے، میرے عذاب سے ڈرتے اور اعمال صالح سے میرا قرب حاصل کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔

اللہ کے لیے مخلوق سے مثالیں نہ دی جائیں

حق سبحانہ و تعالیٰ نے اس بات سے بھی منع فرمایا ہے کہ اسے مخلوق کا مثل ٹھہرایا جائے یا کسی مخلوق کو اس کے ساتھ تشبیہ دی جائے کیونکہ کوئی مخلوق ایسی نہیں جو اپنے اعمال و فرائض کی انجام دہی کے لیے اعموان و انصار و حاجب اور دربان وغیرہ کی محتاج نہ ہو۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۗ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ٥﴾ (البقرہ: ۱۸۶)

”اور اے نبی ﷺ! میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں، تو انہیں بتا دو کہ میں ان سے قریب ہی ہوں۔ پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے میں اس کی پکار سنتا اور جواب دیتا ہوں۔ لہذا انہیں چاہئے کہ میری دعوت پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں شاید کہ وہ راہ راست پالیں۔“

پکار کر دیکھ لو!

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قُلْ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِن دُونِ اللَّهِ ۚ لَا يَبْلُغُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَوَاتِ

وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهَا مِن شِرْكٍَ وَمَا لَهُمْ مِنْهُمْ مِّن ظَهِيرٍ ٥

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ إِلَّا لِمَن أَذِنَ لَهُ ٥﴾ (البقرہ: ۲۲ تا ۲۴)

”اے نبی ﷺ!..... ان سے کہو کہ پکار دیکھو اپنے ان معبودوں کو جنہیں تم اللہ کے سوا اپنا معبود سمجھے بیٹھے ہو۔ وہ نہ صرف آسمانوں میں کسی ذرہ برابر چیز کے

مالک ہیں نہ زمین میں۔ وہ آسمان و زمین کی ملکیت میں شریک بھی نہیں ہیں ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار بھی نہیں ہے اور اللہ کے حضور کوئی شفاعت بھی کسی کے لیے نافع نہیں ہو سکتی بجز اس شخص کے جس کے لیے اللہ نے سفارش کی اجازت دے دی ہو۔“

شفاعت مگر اجازت سے!

رسول اکرم ﷺ سید الشفعا۔ ہیں آپ ﷺ کی شفاعت دیگر تمام شفاعتوں سے اعظم و اکبر ہے اور آپ کا مرتبہ اللہ کے ہاں تمام مخلوق سے بلند و بالا ہے۔ مخلوق خدا قیامت کے دن جب سیدنا آدم نوح ابراہیم اور موسیٰ ﷺ سے طالب شفاعت ہوگی تو ہر نبی اس ذمہ داری کو دوسرے پر ڈالے گا حتیٰ کہ جب معاملہ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے گا تو وہ ارشاد فرمائیں گے: تم سب محمد ﷺ کی خدمت اقدس میں جاؤ وہ ایسے نبی ہیں جن کی اگلی کھچلی تمام خطائیں اللہ نے معاف فرمادی ہیں۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں جب مخلوق میرے پاس آئے گی تو میں انھوں کا اور فرمایا:

((فَأَذْهَبُ فَإِذَا رَأَيْتُ رَبِّي خَرَرْتُ لَهُ سَاجِدًا وَأَحْمَدُ رَبِّي بِمَحَامِدٍ يَفْتَحُهَا عَلَيَّ لَا أَحْسَنُهَا إِلَّا نَـ . فَيَقَالُ: أَيُّ مُحَمَّدٍ (ﷺ) أَرْفَعُ رَأْسَكَ وَقَلُّ يَسْمَعُ وَسَلُّ تُعْطَى وَاشْفَعُ تَشْفَعُ . قَالَ فَيَحْدِلُنِي حَدًّا فَأَخْرِجُهُمْ فَأَدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ)) الخ^۱

”میں جاؤں گا۔ پس جب میں اپنے رب کو دیکھوں گا تو سجدے میں گر پڑوں گا اور اپنے رب کی ایسی تعریفیں بیان کروں گا اور اب انہیں میں اچھی طرح نہیں جانتا پس کہا جائے گا: محمد! سر اٹھاؤ اور کہو سنا جائے گا اور مانگ دیا جائے گا اور شفاعت کرو قبول ہوگی۔ آپ نے فرمایا: میرے لیے ایک حد مقرر کر دی

۱ صحیح بخاری۔ کتاب الرقاق : باب صفة الجنة والنار (حدیث : ۶۵۶۵) صحیح مسلم۔

کتاب الایمان : باب ادنی اهل الجنة منزلة فيها (حدیث : ۱۹۳)

جائے گی اسی حد کے اندر میں لوگوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا۔“

پس جو شخص اہل کبائر کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کا انکار کرتا ہے وہ بدعتی اور گمراہ ہے۔ جیسے خارجی اور معتزلہ وغیرہ۔

اور جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ مخلوق میں سے کچھ ایسے افراد بھی ہوں گے جو اللہ کی اجازت کے بغیر شفاعت کریں گے تو اس نے قرآن کریم اور اجماع امت کی تکذیب اور مخالفت کی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَنَا إِلَّا بِإِذْنِهِ ۗ﴾ (البقرہ: ۲۵۵/۲۰)

”کون ہے جو اس کی جناب میں اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے؟“

﴿وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ﴾ (الانبیاء: ۲۱۰/۲۸)

”وہ کسی کی سفارش نہیں کرتے بجز اس کے جس کے حق میں سفارش سننے پر اللہ راضی ہو۔“

﴿وَكَمْ مِنْ مَلَكٍ فِي السَّمَوَاتِ لَا تُعْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِنْ بَعْدِ أَنْ

يَأْذَنَ اللَّهُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُرِضُ﴾ (النجم: ۵۲/۲۶)

”آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے موجود ہیں۔ ان کی شفاعت کچھ بھی کام نہیں آسکتی جب تک کہ اللہ کسی ایسے شخص کے حق میں اس کی اجازت نہ دے جس کے لیے وہ کوئی عرضداشت سننا چاہے اور اس کو پسند کرے۔“

﴿وَخَشَعَتِ الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمَنِ فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا هَنَسًا ۗ يَوْمَئِذٍ

لَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أِذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَرِضِيَ لَهُ قَوْلًا ۗ﴾

(طہ: ۲۰۱/۱۹۹ تا ۲۰۸)

”اور آوازیں رحمان کے آگے دب جائیں گی ایک سرسراہٹ کے سوا تم کچھ نہ سنو گے۔ اس دن شفاعت کار گر نہ ہوگی، الایہ کہ کسی کو رحمان اس کی اجازت دے اور اس کی بات سننا پسند کرے۔“

﴿ مَا مِنْ شَفِيعٍ إِلَّا مِنْ بَعْدِ إِذْنِهِ ۗ ﴾ (یونس: ۳/۱۰)

”کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہے الا یہ کہ اس کی اجازت کے بعد شفاعت کرے۔“

﴿ مَا لَكُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَاعٍ وَلَا شَفِيعٍ ۗ ﴾ (السجدة: ۳/۳۲)

اس کے سوا نہ تمہارا کوئی حامی و مددگار ہے اور نہ کوئی اس کے آگے شفا فرار کرنے والا۔

اس موضوع پر قرآن کریم میں بے شمار آیات ہیں۔

حق و باطل میں فرق کیا جائے!

پس دین رسول اللہ ﷺ کی تابعداری کا نام ہے۔ جس کا حکم دیں اس پر عمل کیا جائے اور جس سے منع فرما دیں اسے ترک کر دیا جائے۔ اور جن اعمال و اشخاص سے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول محبت رکھیں ان سے محبت کی جائے اور جن سے بغض رکھیں ان سے عداوت کی جائے۔ رب ذوالجلال نے رسول اکرم ﷺ کو فرقان (قرآن) سے نوازا۔ لہذا آپ ﷺ نے حق و باطل میں فرق واضح کر دیا۔ اب کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ جن دو چیزوں میں رسول اللہ ﷺ نے تفریق کی ہے ان کو جمع کرے۔

پس جس شخص نے مسجد الحرام یا مسجد اقصیٰ یا مسجد نبوی کی زیارت کی نیت سے سفر کیا اور مسجد نبوی اور مسجد قباء میں جا کر نماز ادا کی اور سنت نبوی کے مطابق قبرستان کی زیارت بھی کی تو اس نے اچھا عمل کیا۔ اور جو شخص ایسے سفر کا انکار کرے وہ کافر ہے اگر توبہ نہ کرے تو اسے قتل کر دیا جائے۔

صرف قبر مبارک کی زیارت کا حکم

البتہ وہ شخص جس سے صرف قبر مکرم کی زیارت کے لیے سفر (قبر پرستوں کی طرح) کیا اور مسجد نبوی میں نہ نماز ادا کی اور نہ رسول اللہ ﷺ کی ذات پاک پر درود و سلام

بھیجا۔ بلکہ صرف قبر مکرم کے پاس آیا اور واپس چلا گیا۔ تو ایسا شخص بدعتی اور گمراہ ہے سنت رسول اجماع صحابہ اور علماء امت کا مخالف ہے ایسے شخص کے بارے میں دو قول ہیں۔

① ایک یہ کہ وہ فعل حرام کا مرتکب ہوا ہے۔

② دوسرا قول یہ ہے کہ ایسے شخص کے لیے نہ کوئی سزا ہے اور نہ اجر و ثواب۔

رعی زیارت شرمی جس پر علمائے امت کا عمل ہے تو وہ یہ ہے کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھی جائے نماز کے دوران میں اور مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیجا جائے۔ یہ عمل تمام مسلمانوں کے نزدیک با اتفاق مسنون ہے۔

ہم نے مناسک اور اپنے فتاویٰ میں اس بحث کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب کوئی شخص قبر مکرم کے پاس آئے تو آپ ﷺ پر اور آپ کے دونوں ساتھیوں ابو بکرؓ پر سلام کہے۔ لیکن میں نے اپنے فتاویٰ میں اختلاف کا ذکر نہیں کیا تھا حالانکہ ان میں علماء کا اختلاف ہے۔

بعض علماء کا کہنا ہے کہ زیارت قبور مطلقاً مستحب نہیں۔ اور بعض کا کہنا ہے کہ مطلقاً مکروہ ہے۔ مکروہ کہنے والوں میں ابراہیم نخعی، شعبی اور محمد بن سیرینؒ کے اسمائے گرامی لائق تذکرہ ہیں۔ ان کا شمار اجلہ تابعین میں ہوتا ہے۔ امام مالکؒ سے بھی یہی منقول ہے۔ لیکن ان کا ایک قول یہ ہے کہ زیارت قبور مباح ہے مستحب نہیں۔ امام احمدؒ کے ایک قول سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔ لیکن ان کا اور جمہور علماء کا ظاہر مسلک یہ ہے کہ زیارت شرعیہ مستحب ہے۔ زیارت شرعیہ یہ ہے کہ دعاء کی غرض سے مومنین کے قبرستان کی زیارت کے لیے جائے ان کے لیے دعاء کرے اور ان پر سلام کہے۔ کفار کی قبروں پر بھی جانا چاہئے کیونکہ اس سے آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے۔

رہے رسول اکرم ﷺ تو آپ کو تمام مخلوق پر ایسی فوقیت حاصل ہے جس کی مثال نہیں ملتی اور وہ یہ کہ عام قبر کی زیارت کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ صاحب قبر کے لیے دعاء کی جائے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کے لیے تو حکم ہے کہ پانچ وقت نماز میں مسجد میں داخل

ہوتے اور نکلنے وقت اذان کے اختتام پر نیز دعاء کرتے وقت رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیجا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کو عبادت گاہ بنانے سے منع فرمایا۔ خاص طور پر آپ نے اپنی قبر کو میلہ کی جگہ بنانے سے سختی سے روکا۔ نیز اللہ تعالیٰ سے دعاء بھی کی کہ ”اے اللہ! میری قبر کو وثن (معبود) نہ بننے دینا۔“ لہذا قبر مکرم کے پاس جانے سے ہر شخص کو روک دیا گیا حالانکہ عام قبروں پر جانے کی اجازت ہے۔

مسجد نبوی اور دوسری مساجد میں رسول اللہ ﷺ کے لیے درود و سلام جس کثرت سے پڑھا جاتا ہے یہ ایسی خصوصیت اور فضیلت ہے جو کسی دوسرے نبی کو حاصل نہیں۔ عام قبروں پر جو جائز اعمال ہوتے ہیں قبر مکرم کو ان سے بھی مستغنی کر دیا گیا ہے۔ رہا قبروں کو سجدہ گاہ بنانا ہو تو قبر کے بارے میں حکم ہے کہ اسے سجدہ گاہ نہ بنایا جائے اگرچہ وہاں نمازی اللہ ہی کے لیے نماز پڑھے اور اسی کو پکارے۔ لہذا ایسی صورت میں لوگوں کو یہ اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ قبروں پر جا کر سجدے کریں، خالق کو چھوڑ کر مخلوق کو پکاریں اور مردوں کے نام کی نماز نیاز دیں، یا ایسے اعمال بجالائیں جو مشرک بدعتی اور گمراہ فرقتے بجالاتے ہیں۔

جو شخص مسجد نبوی میں آتا ہے لیکن نماز نہیں پڑھتا بلکہ سیدھا قبر مکرم کے پاس جاتا ہے اور وہیں سے بغیر نماز پڑھے نکل جاتا ہے تو یہ ایسا فعل ہے جس کو امام مالک رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ اسلام نے معیوب قرار دیا ہے اور علمائے امت میں ایک شخص بھی ایسا نہیں جس نے اس فعل کو مستحب قرار دیا ہو۔ البتہ اس بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے کہ آیا یہ فعل حرام ہے یا مباح؟

علمائے امت میں سے ایک شخص بھی ایسا نہیں جس نے اس فعل کو مستحب کہا ہو بلکہ انہوں نے ایسے سز کو معیوب قرار دیا ہے جس کا مقصد صرف قبر پاک کی زیارت ہو اور مسجد نبوی میں نماز پڑھنا پیش نظر نہ ہو۔ ان کی رائے میں یہ سزا ایسا ہے جس سے رسول مکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ سلف امت میں ایک شخص بھی ایسا نہیں ملتا جس نے

اس قسم کا سفر کیا ہو۔ بلکہ صحابہ کرام مسجد نبوی میں زیارت کے لیے جب سفر کر کے مدینہ منورہ پہنچتے تو مسجد نبوی میں نماز پڑھتے اور دوران نماز مسجد میں داخل ہوتے اور مسجد سے نکلنے وقت رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام پڑھتے اور پھر خلیفہ وقت کی خدمت میں حاضر ہو کر اہم امور پر تبادلہ خیال کرتے۔ لیکن قبر مکرم کے قریب جانے کی کوشش نہ کرتے۔ صحابہ کرام سے یہ عمل حد تو اترا کو پہنچا ہوا ہے۔ کوئی شخص یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ کسی ایک صحابی نے خلفائے راشدین میں سے کسی ایک کے پیچھے نماز پڑھی ہو اور پھر اسی وقت یا کچھ دیر ٹھہر کر یا کسی اور وقت حجرہ مبارک کے پاس بھی گیا ہو۔ باقی حجرہ مبارک میں داخلے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

تمام صحابہ کرام کا یہ طریقہ تھا کہ اگر وہ سفر کر کے مسجد نبوی میں تشریف لاتے تو وہاں پہنچ کر وہی اعمال کرتے جو رسول اللہ ﷺ نے انہیں سکھائے اور سمجھائے تھے اور وہ قبر مکرم کے پاس ہرگز نہ جاتے تھے۔ ایسے نفوس قدسیہ کے بارے میں بھلا یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے کبھی صرف زیارت قبر مکرم کی نیت سے سفر کیا ہوگا۔

اب جو شخص ایسے سفر کو مستحب سمجھتا ہے اسے چاہئے کہ ائمہ کرام میں سے کسی کا قول بطور دلیل پیش کرے۔ اور اگر بفرض حال کسی امام سے یہ منقول بھی ہو تو اس کا قول سنت نبوی اجماع صحابہ اور علمائے امت کے خلاف سمجھا جائے گا۔ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا كُنَّ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ
عِبْرَةَ سَيِّئِلِ الْمُؤْمِنِينَ فَيَتَّبِعْهُمَا جَاءَ مِنْ رَبِّكَ عَذَابٌ مُصِيبًا﴾

(النساء، ۳۱/۱۱۵)

”اور جو شخص رسول اللہ ﷺ کی مخالفت پر کمر بستہ ہو اور اہل ایمان کی روش کے سوا کسی اور روش پر چلے درآں حالیکہ اس پر راہ راست واضح ہو چکی ہو تو اس کو ہم اسی طرف چلائیں گے جدر وہ خود پھر گیا اور اسے جہنم میں جموں گیں گے جو بدترین جائے قرار ہے۔“

اور رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

((إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ أَمْرٍ مَّا نَوَى))
 ”اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے جس نے جو نیت کی اسے اسی کے مطابق
 بدلے گا۔“

مسجد نبوی کی زیارت کے ساتھ قبر مبارک کی زیارت

تمام علمائے اسلام نے اپنی کتب مناسک میں مسجد نبوی کی طرف سفر کرنے کو مستحب لکھا ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ جس شخص کو مسجد نبوی میں حاضری دینے کا موقع ملے اسے قبر مکرم کی زیارت کرنی چاہئے۔ ان میں ایک شخص بھی ایسا نظر نہیں آتا جس نے یہ لکھا ہو کہ محض زیارت قبر مکرم کی نیت سے سفر کرنا مستحب ہے۔ لہذا اس کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ انہوں نے کسی اور بزرگ کی قبر کی زیارت کے لیے سفر کو مستحب ٹھہرایا ہو بلاشبہ گذشتہ زمانے میں بعض لوگ ایسے موجود رہے ہیں اور اب بھی ہیں جو صرف زیارت قبر مکرم کی نیت سے مدینے آتے ہیں۔ لیکن وہ ایسے افراد ہیں جن کو شریعت مطہرہ کے علم کی ہوا تک نہیں لگی یہاں تک کہ انہیں اوامر و نواہی کا بھی پتہ نہیں۔ ہم ایسے افراد کو جہالت کی وجہ سے معذور سمجھتے ہیں؛ شاید اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمادے؛ لیکن جو لوگ شریعت کا علم رکھتے ہیں؛ حدود اللہ اور و امر و نواہی پر ان کی نگاہ ہے ایسے علماء میں سے ایک بھی ایسا نہیں جس نے یہ لکھا ہو کہ محض زیارت قبر مکرم یا کسی اور قبر کے لیے رخصت سفر باندھنا جائز ہے۔ بلکہ علماء کرام نے ایسے سفر کو حرام قرار دیا ہے۔ ان میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب قابل ذکر ہیں۔ البتہ بعض متاخرین اصحاب شافعی و احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے سفر کے متعلق صرف یہ لکھا ہے کہ یہ حرام نہیں ہے۔

ل صحیح بخاری۔ کتاب بدء الوحي : باب كيف كان بدء الوحي الى رسول الله ﷺ
 (حدیث : ۱) صحیح مسلم۔ کتاب الايمان : باب قوله ﷺ ”انما الاعمال بالنية“ (حدیث :

سفر زیارت قبور اور نماز قصر

جو لوگ عدم حرمت کے قائل ہیں ان میں بھی اس بات پر اختلاف ہے کہ جو شخص صرف کسی نبی یا ولی کی قبر کی زیارت کے لیے رخت سفر باندھے آیا وہ نماز قصر کرے یا پوری پڑھے؟ اس مسئلے میں دو قول مشہور ہیں جن کو ہم نے ایک سوال کے جواب میں الگ اور مستقلاً نقل کیا ہے۔

بعض لوگوں نے انبیاء اور عام لوگوں کی قبور میں فرق کیا ہے اور کہا ہے کہ صرف زیارت قبور کی نیت سے سفر کرنا حرام ہے۔ امام مالک اور ان کے اصحاب نیز امام شافعی اور امام احمد کے حنفیہ اصحاب کا یہی مسلک ہے ان کا کہنا یہ ہے کہ جس کا سفر ہی جہنمی برگناہ ہو وہ نماز میں قصر کیسے کر سکتا ہے!! پس ایسا شخص قصر نہ کرے۔

رہے وہ لوگ جن کو ایسے سفر کی حرمت کا علم نہیں ہے اگر ایسے لوگ قصر کر لیں تو ان کی نماز جائز ہوگی اور علم کے بعد نماز کو لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ جیسا کہ کوئی طالب علم سماع حدیث کے لیے سفر کرتا ہے اور منزل مقصود پر پہنچ کر اسے پتہ چلتا ہے کہ وہ جس کے پاس آیا ہے وہ تو کذاب یا جال ہے تو ایسے سفر میں قصر جائز ہے اور جس شخص کو علم ہے کہ ایسا سفر حرام ہے تو وہ سفر ہی نہیں کرے گا۔ کیونکہ ایک سچا مسلمان فعل حرام سے تقرب الی اللہ کی کوشش ہی نہیں کرتا۔

انبیاء اور صالحین کی قبروں کی زیارت کے سفر میں نماز قصر کے متعلق امام احمد کے اصحاب میں چار اقوال مشہور ہیں:

مطلقاً قصر نہیں۔

مطلقاً قصر ہے۔

صرف قبر مکرم کی زیارت والا سفر میں قصر کر سکتا ہے۔

قبر مکرم اور دیگر انبیاء کی قبور کی زیارت کے سفر میں قصر کو جائز کہا ہے۔ انہوں نے اس کی دو وجوہ نقل کی ہیں۔

① اس کی پہلی وجہ یہ ہے۔ اور یہ صحیح ہے..... کہ زیارت قبر مکرم کے لیے سفر در حقیقت مسجد نبوی کی طرف سفر ہے اور مسجد نبوی کے سفر میں قصر با جماع امت جائز ہے۔ ان علماء نے مطلق سفر کو پیش نظر رکھا ہے۔ زیارت قبر مکرم اور زیارت مسجد نبوی کی نیت میں فرق نہیں کیا۔ کیونکہ جو مسلمان قبر مکرم کی زیارت کے لیے مدینہ منورہ کے لیے سفر کرے گا تو وہ مسجد نبوی میں نماز ضرور پڑھے گا۔ پس جس شخص نے قبر مکرم کی زیارت کے لیے سفر کیا اس نے گویا مسجد نبوی میں اداۓ نماز کے لیے بھی سفر کیا۔ اسی لیے بعض شافعی علماء کا قول ہے کہ جو شخص زیارت قبر مکرم کی نذر مانے اسے اپنی نذر پوری کرنی چائے اور جو شخص کسی اور قبر کی زیارت کی نذر مانے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔

اکثر علماء نے قبر مکرم کی طرف سفر کو مطلق خیال کیا ہے۔ ان کے نزدیک قبر مکرم کی طرف سفر کی نیت میں مسجد نبوی کی طرف سفر کی نیت بھی شامل ہے کیونکہ جو مسلمان حجرہ مبارک کا کے پاس آئے گا تو وہ مسجد نبوی میں نماز ضرور ادا کرے گا۔ پس یہ دونوں باتیں لازم و ملزوم ہیں۔

پھر ان علماء میں سے جو یہ کہتے ہیں کہ مسلمان کے لیے لازم ہے کہ وہ ابتدائے سفر ہی سے مسجد نبوی میں اداۓ نماز کی نیت رکھے۔ ان کے نزدیک اس سفر کا پورا کرنا لازم ہے۔ ان میں سے کسی نے بھی صرف قبر مکرم کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا جائز قرار نہیں دیا۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ صرف قبر مکرم کی زیارت کی نیت کرنا بھی جائز ہے۔ ان کے خیال میں قبر مکرم کو جو استثنائی خصوصیت حاصل ہے وہ صرف نبی ﷺ کی قبر ہونے کے باعث ہے۔ چنانچہ ان کے نزدیک تمام قبور انبیاء کی زیارت کے سفر میں نماز قصر جائز ہے۔ لیکن صلحاء کی قبروں کی طرف سفر میں قصر جائز نہیں۔

در حقیقت زیارت قبر مکرم کے سفر میں یہ بات لازمی ہے کہ انسان مسجد نبوی میں نماز

پڑھنے کی نیت کرے۔ پس جو شخص قبر مکرم کی زیارت کے لیے سفر کرتا ہے وہ لازماً مسجد نبوی میں نماز پڑھے گا اس طرح اسے لازماً اطاعت عبادت اور قربت الی اللہ کا ثواب حاصل ہوگا۔ اور جہاں تک نفس سفر کا تعلق ہے تو حدیث کا علم رکھنے والے تو مسجد نبوی ہی کی طرف سفر کی نیت کرتے ہیں۔ اگر کبھی کسی نے صرف قبر مکرم کی زیارت کی نیت کی ہے جو ممنوع ہے تو ایسا صرف اس لیے ہوا کہ اسے علم نہ تھا۔ اور جو شخص لاعلمی کی وجہ سے قبر مکرم کی زیارت کی نیت سے سفر کرے وہ بھی مسجد نبوی میں نماز ضرور پڑھے جس کا اسے اجر ملے گا، لیکن اس کی لاعلمی کی وجہ سے اسے سزا نہیں ملے گی۔

رہا وہ شخص جو قبر مکرم کے علاوہ کسی دوسری قبر کی زیارت کی نیت سے سفر کرتا ہے حالانکہ شریعت میں اس کی قطعاً اجازت نہیں ہے تو ایسے شخص کو لاعلمی کی وجہ سے اجر بھی ملے گا اور جہالت کی وجہ سے معاف بھی کر دیا جائے گا۔

قبر پر مسجد میں نماز جائز نہیں

ایسی مساجد میں نماز پڑھنا مطلقاً ممنوع ہے جو قبروں پر بنائی گئی ہوں۔ بخلاف مسجد نبوی کے کہ اس میں ایک نماز کا ثواب ہزار نمازوں کے برابر ملتا ہے۔ کیونکہ اس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔ مسجد نبوی کو فضیلت و عظمت کا یہ بلند درجہ رسول مکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں بھی حاصل تھا۔ اور حجرہ مبارک کے اس میں شامل ہونے سے پہلے خلفاء راشدین کے دور میں بھی جب کہ خود رحمت عالم ﷺ اور مہاجرین و انصار صحابہ رضی اللہ عنہم اس میں نماز ادا کرتے تھے۔ اور اس میں نماز ادا کرنے کی جو فضیلت و عظمت اس دور میں تھی وہ اس میں حجرہ مبارک کے شامل ہو جانے کے بعد بھی باقی رہی۔ اور یہ تو ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ حجرہ مبارک ولید بن عبدالملک کے دور میں اس وقت مسجد نبوی میں شامل ہوا جب عہد صحابہ ختم ہو چکا تھا۔ ولید ۸۰ھ کے قریب تخت خلافت پر متمکن ہوا۔

بشمول رسول اللہ کے غیر اللہ کی قسم حرام ہے

بعض علماء کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے نبی ہونے کی وجہ سے آپ کی قبر مکرم

کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ اسی توجیہ کے پیش نظر وہ دوسرے انبیاء کرام کی قبروں کی طرف سفر کو بھی جائز سمجھتے ہیں۔ اور اسی توجیہ کو مد نظر رکھتے ہوئے لوگوں میں اختلاف پیدا ہوا ہے کہ آیا رسول اللہ ﷺ کی قسم کھائی جاسکتی ہے یا نہیں؟ حالانکہ اس بات میں سب کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق جیسے عرش، کرسی، بیت اللہ اور ملائکہ وغیرہ کی قسم کھانا ممنوع ہے۔ (ایسے ہی رسول اللہ کی قسم کھانا بھی ممنوع و ناجائز ہے)

جہور علماء جیسے امام مالک، امام شافعی، امام ابوحنیفہ، اور امام احمد رضی اللہ عنہم کے ایک قول کے مطابق نبی کی قسم نہیں اٹھائی جاسکتی۔ اگر کوئی شخص قسم اٹھا بھی لے تو وہ منعقد نہ ہوگی جیسے عام مخلوق کی قسم اٹھانے سے قسم منعقد نہیں ہوتی۔ اور ایسے شخص پر کسی قسم کا کفارہ بھی واجب نہ ہوگا۔ جو غیر اللہ کی قسم اٹھا کر توڑ دے صحیح بخاری میں آپ کا ارشاد ہے:

«لَا تَحْلِفُوا إِلَّا بِاللَّهِ»^۱

”صرف اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھاؤ۔“

«مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللَّهِ أَوْ لِيَصْمِتْ»^۲

”جو شخص قسم اٹھانے کا ارادہ کرے تو وہ صرف اللہ کی قسم اٹھائے ورنہ خاموش

رہے۔“

کتب سنن میں آپ کا یہ ارشاد بصراحت موجود ہے:

«مَنْ حَلَفَ بغيرِ اللَّهِ فَقَدْ أَشْرَكَ»^۳

۱ سنن ابی داؤد۔ کتاب الایمان والنور : باب فی کراهیة الحلف بالأبواء (حدیث : ۴۲۴۸)
سنن نسائی۔ کتاب الایمان والنور : باب الحلف بالامهات (حدیث : ۳۸۰۰) ولم اجده فی الصحیحین۔ واللہ اعلم

۲ صحیح بخاری۔ کتاب الایمان والنور : باب لا تحلفوا بابائکم (حدیث : ۲۲۳۶) صحیح مسلم۔ کتاب الایمان : باب النهی عن الحلف بغير الله (حدیث : ۱۶۳۶)

۳ سنن ابی داؤد۔ کتاب الایمان والنور : باب فی کراهیة الحلف بالأبواء (حدیث : ۳۲۵۱)۔ سنن ترمذی۔ کتاب النور والایمان : باب ماجاء فی کراهیة الحلف بغير الله (حدیث :

”جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے شرک کیا۔“

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کھائی جاسکتی ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اور کلمہ شہادت اور اذان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر واجب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ایسی خصوصیت ہے جس میں کوئی دوسرا شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک نہیں ہو سکتا۔^۱

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

رقم الحروف زیر مطالعہ کتاب ترجمہ و تفہیم کے دوران جب اس مقام پر پہنچا کہ امام اہل سنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے حلف باتنی کے جواز پر بھی ایک قول منقول ہے تو زمین پاؤں تلے سے نکل گئی۔ ایک سکتہ طاری ہو گیا۔ احقر نے ملائے رحمن الشریفین کی طرف رجوع کیا۔ مسئلہ کی نوعیت ان کے سامنے پیش کی۔ شیوخ الحرمین نے تحریری طور پر جو جوابات مرحمت فرمائے ان سے میری تفسیح ہی نہیں ہوئی بلکہ وہ ایمان میں پختگی کا ذریعہ بھی ہے۔ فَعَبَّرَ اللَّهُ عَنْهُمْ اللَّهُ عَنِّي وَعَنْ الْمُسْلِمِينَ خَيْرًا۔ جن کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔ نیز فتاویٰ کی اصل کاپی بھی مترجم کے پاس موجود ہے جو کسی بھی راوی حق کے متلاشی کو دکھائی جاسکتی ہے۔

فضیلہ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ رئیس ادارات اہل سنت اعلیٰ والافتاء والدعوة والارشاد الریاض اس موضوع پر سیر حاصل علی بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح روایات سے ثابت ہے کہ غیر اللہ کی قسم کھانا شرک ہے۔ ایسی قسم اٹھانے کا نتیجہ قسم اٹھانے والے کے حسب حال شرک اصغر یا شرک اکبر کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر سے مروی ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللَّهِ قَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ۔ (سنن ابی داؤد۔ کتاب الايمان والنور : باب فی كراهية الحلف بالآباء (حلیہ ص: ۳۲۵) سنن ترمذی۔ کتاب النور والایمان : باب ماجاء فی كراهية الحلف بغير الله (حلیہ: ۱۵۳۵)

”جس شخص نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔“

صحیحین میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ يَنْهَأكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ مَنْ كَانَ خَالِقًا فَلْيَحْلِفْ بِاللَّهِ أَوْ لَيْسَتْ۔ (صحیح بخاری۔ کتاب الايمان والنور : باب لا تحلفوا باباکم (حلیہ ص: ۲۳۶) صحیح

← مسلم۔ کتاب الایمان : باب النہی عن الحلف بغير الله (حدیث : ۱۲۳۶)
 ”آباد اجداد کی قسمیں کھانے سے اللہ تعالیٰ تمہیں منع کرتا ہے۔ اور جو شخص قسم کھاتا چاہے تو وہ صرف اللہ کی قسم کھائے یا وہ خاموش رہے۔“

ابن عمر سے مروی ایک حدیث نبوی کے یہ الفاظ بھی موجود ہیں:

مَنْ كَانَ خَالِفًا فَلَا يَخْلِفُ إِلَّا بِاللَّهِ (صحیح بخاری۔ کتاب مناقب الانصار : باب ایام الجاهلیة (حدیث : ۳۸۳۶) صحیح مسلم (حوالہ سابق)
 ”جو شخص قسم کھاتا چاہے اسے صرف اللہ کی قسم کھانی چاہئے۔“

قریش کی عادت تھی کہ وہ اپنے آباد اجداد کی قسمیں کھایا کرتے۔ رسول اللہ ﷺ نے بایں الفاظ ممانعت فرمائی:

إِنَّ اللَّهَ يَنْهَاهُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ (صحیح بخاری۔ کتاب الایمان والنذر : باب لا تحلفوا بآبائکم (حدیث : ۶۲۳۶) صحیح مسلم (حوالہ سابق)
 ”آباد اجداد کی قسمیں کھانے سے اللہ تمہیں منع کرتا ہے۔“
 ایک صحیح روایت میں ذکر ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِي حَلْفِهِ وَاللَّاتِ وَالْعُزَّىٰ فَلْيَقُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَيَسْتَغْفِرْ. (صحیح بخاری۔ کتاب الایمان والنور : باب لا يحلف باللات والعزى ولا بالطواغيت (حدیث : ۶۶۵۰)
 صحیح مسلم۔ کتاب الایمان والنور : باب من حلف باللات والعزى (حدیث : ۱۶۳۷)
 ”جو شخص لات اور عزیٰ کی قسم کھائے تو اسے لا الہ الا اللہ کا اقرار اور استغفار کرنا چاہئے۔“

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما کو لات اور عزیٰ کی قسم کھاتے ہوئے سنا تو فوراً فرمایا کہ لا الہ الا اللہ کہو۔

مندرجہ بالا واقعات میں کلمہ توحید اور استغفار کو رسول کریم ﷺ نے حلف بغير الله کا کفارہ قرار دیا ہے۔
 سیدنا عبداللہ بن مسعود کا مشہور قول ہے:

لَآنَ أَحْلَفَ بِاللَّهِ كَأَذْبَا أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَحْلِفَ بِغَيْرِهِ صَادِقًا. (المعجم الكبير (۱۹۰۲) مصنف ابن ابی شیبہ (۱۷۹/۲)

”اللہ کی جھوٹی قسم کھانا مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میں غیر اللہ کی جچی قسم کھاؤں۔“

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے مندرجہ بالا فرمان کی شرح میں امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

حلف باللہ توحید ہے اور حلف بغیر اللہ شرک ہے۔ توحید والی نیکی صدق والی نیکی سے بڑی ہے اور کذب کی برائی شرک کی برائی سے کم تر ہے۔ اسی اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے سیدنا ابن مسعودؓ نے اللہ تعالیٰ کی جموئی قسم کو حلف بغیر اللہ پر ترجیح دی۔

اب جواز حلف بالرسول (ﷺ) کو بیچے جسے بعض کتابہ درست تسلیم کرتے ہیں۔

اس کا جواب سیدنا امام احمد بن حنبلؒ کا وہ مشہور قول ہے جس میں وہ مطلقاً حلف بغیر اللہ کو ممنوع اور شرک قرار دیتے ہیں۔ امام موصوف کے اسی قول کو جمہور علماء نے صحیح کہا ہے اور یہی قول مستند علیہ ہے۔ حلف بالرسول ﷺ کے بارے میں ہم پوری ذمہ داری، اشراخ صدر سے دلائل قطعیہ کی بنیاد پر عرض کرنا چاہتے ہیں کہ امام موصوف کا حلف بالرسول کے جواز والا قول

مُخَالَفٌ لِلْأَصُولِ وَالنُّصُوصِ الثَّابِتَةِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي النَّهْيِ عَنِ الْحَلْفِ بِغَيْرِ اللَّهِ وَتَحْرِيمِهِ مُطْلَقًا۔

”اصول اور نصوص قطعیہ جو رسول اللہ ﷺ سے حلف بغیر اللہ کی نفی اور حرام ہونے پر دلالت کناں ہیں کے خلاف ہے۔“

کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ہی نجات اور خیر کے تمام راستوں کو امت کے لیے واضح اور متعین فرمایا اس لیے تمام علمائے امت کا اتفاق ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ یا اس کی صفات ہی کی قسم کھائی جاسکتی ہے اور بس۔

علامہ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں:

لَا يَجُوزُ الْحَلْفُ بِغَيْرِ اللَّهِ إِجْمَاعًا

”غیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت پر اجماع ہے۔“

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ اپنے فتاویٰ میں رقم طراز ہیں:

إِنَّ الْحَلْفَ بِسَائِرِ الْمَخْلُوقَاتِ حَرَامٌ عِنْدَ جَمَاهِيرِ عُلَمَاءِ الْمُسْلِمِينَ۔

”جمہور علماء کے نزدیک تمام مخلوق میں سے کسی کی قسم کھانا حرام ہے۔“

پس مندرجہ بالا احادیث و اقوال نیز کتب صحاح اور سنن میں اس موضوع پر جو احادیث درج ہیں ان میں ان لوگوں کے دلائل اور توہمات کی تردید پائی جاتی ہے جو حلف بالنبی (ﷺ) کے قائل ہیں۔

سوال: فضیلہ: شیخ محمد بن عبداللہ اسمیل حفظہ اللہ تعالیٰ امام الحرم المکی الشریف

بعض لوگ حلف بغیر اللہ کے جواز پر دو امور سے استدلال کرتے ہیں:

◀ پہلی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کئی چیزوں کی قسم کھائی ہے جس کا تذکرہ قرآن کریم میں موجود ہے۔

دوسری دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک دیہاتی نے آ کر اسلام کے بارے میں کچھ سوالات کئے۔ آپ ﷺ نے اس کو جواب دے کر ارشاد فرمایا:

أَفَلَحَ وَآيَبَهُ إِنْ صَدَقَ

”اگر اس نے سچ کہا ہے تو اس کے باپ کی قسم وہ کامیاب ہوا۔“

جواب: اللہ تعالیٰ کا اپنی کسی مخلوق کی قسم کھانے کا اسے حق ہے کہ جس کی چاہے قسم کھائے کیونکہ اللہ تعالیٰ جس چیز کی قسم کھاتا ہے اس کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت ہے اس کی ربوبیت والوہیت کا اثبات ہے۔ گویا ان کی تعظیم درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی تعظیم ہے کیونکہ اللہ ہی نے ان کو پیدا کیا ہے۔

اس میں اللہ کی قدرت، حکمت، ربوبیت، الوہیت اور اس کی کامل صفات کی دلالت موجود ہے۔ رہی اس کی مخلوق تو اسے یہ حق نہیں کہ وہ کسی کی بڑائی بیان کرے کیونکہ اللہ کا حکم ہے کہ صرف اس کی بڑائی بیان کی جائے اور مخلوق کو حق نہیں کہ اس کی تعظیم بیان کی جائے کیونکہ وہ مخلوق ہے، مرئوب ہے۔ رب کریم نے اپنے رسول مکرم ﷺ کے ذریعے سے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم غیر اللہ میں سے کسی کی بھی قسم نہ کھائیں۔ جیسے صحیحین کی روایت میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ كَانَ خَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللَّهِ أَوْ لِيَصْمُتْ (صحیح بخاری۔ کتاب الأيمان والنذور : باب لا تحلفوا بابانکم (حدیث : ۲۶۳۶) صحیح مسلم۔ کتاب الأيمان : باب النهی عن الحلف بغير الله تعالى (حدیث : ۱۶۳۶)

”جو شخص قسم کھانا چاہے اسے صرف اللہ کی قسم کھانی چاہئے یا وہ خاموش رہے۔“
امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الْمَخْلُوقُ يُقْسِمُ بِمَا شَاءَ مِنْ خَلْقِهِ وَالْمَخْلُوقُ لَا يُقْسِمُ إِلَّا بِالْخَالِقِ۔
”خالق کائنات اپنی مخلوق میں سے جس کی چاہے قسم کھا سکتا ہے البتہ مخلوق صرف اپنے خالق کی قسم کھا سکتی ہے۔“

امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

لَا تَقْسِمُ بِاللَّهِ فَاحْتِثِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَقْسِمَ بِغَيْرِهِ فَأَبْرُ۔
”اللہ کی قسم کھا کر توڑ دینے کو میں اس بات پر ترجیح دیتا ہوں کہ غیر اللہ کی قسم کھا کر اسے پورا کروں۔“

← ربی دوسری دلیل جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اَفْلَحَ وَآيِيهِ اِنْ صَدَقَ تو اس حدیث کے بارے میں علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لفظ وایہ غیر محفوظ ہے کیونکہ اسماعیل بن جعفر کی روایت کے مطابق الفاظ یہ ہیں:

اَفْلَحَ وَاللّٰهُ اِنْ صَدَقَ۔

”اگر اس نے سچ کہا ہے تو واللہ وہ کامیاب ہو گیا۔“

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ ایک نکتہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ بعض راویوں نے لفظ ”واللہ“ کی جگہ قطلی سے ”وایہ“ پڑھ لیا جو بعد میں مشہور ہو گیا۔

بعض علماء کا موقف یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں حلف بغیر اللہ کی ممانعت نہ تھی البتہ بعد میں اس کی حرمت بیان کر دی گئی چنانچہ حلف بغیر اللہ کی ممانعت اور اس کے شرک ہونے پر کافی احادیث نبوی موجود ہیں جیسے سیدنا ابن عمرؓ سے مروی ہے:

اِنَّ النَّبِيَّ ﷺ اَدْرَكَ عَمْرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَوِي رَكْبٍ يَخْلِفُ بِآيِيهِ فَقَالَ ﷺ اَلَا اِنَّ اللّٰهَ يَنْهَاكُمْ اَنْ تَخْلِفُوْا بِاَبَائِكُمْ مَنْ كَانَ خَالِفًا فَلْيَخْلِفْ بِاللّٰهِ اَوْ لِيَصْمُتْ۔ (بخاری و مسلم) (صحیح مسلم۔ کتاب الایمان : باب بیان الصلوات التي هي احد ارکان الاسلام (حدیث : ۱۱/۹)

”سیدنا عمر بن الخطاب ایک قافلے کے ساتھ جا رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اپنے باپ کی قسم کھاتے ہوئے سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا خیردار! اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے آباء اجداد کی قسمیں کھانے سے منع کیا ہے۔ لہذا جو شخص قسم کھانا چاہے تو اسے صرف اللہ کی قسم کھانی چاہئے یا وہ خاموش رہے۔“

سیدنا ابن عمرؓ سے ایک اور روایت بھی منقول ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ كَانَ خَالِفًا فَلَا يَخْلِفُ اِلَّا بِاللّٰهِ (تقدم تخریجہ)

”جو شخص قسم کھانا چاہے وہ صرف اللہ کی قسم کھائے۔“

قریش کی عادت یہ تھی کہ وہ اپنے آباء اجداد کی قسمیں کھایا کرتے تھے۔ آپ نے ان کو منع کرتے ہوئے فرمایا:

لَا تَخْلِفُوْا بِاَبَائِكُمْ (مسلم)

”اپنے آباء اجداد کی قسمیں نہ کھایا کرو۔“

سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں لات اور عزی کی قسمیں کھا بیٹھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ ثُمَّ انْفُتَّ عَنْ يَسَارِكَ وَتَعَوَّذْ وَلَا تَعُدْ. (سنن نسائی۔

کتاب الایمان والتمنور : باب الحلف باللات والعزى (حدیث : ۳۸۰۷، ۳۸۰۸) سنن ابن

ماجدہ۔ کتاب الکفارات۔ باب انہی ان یحلف بغیر اللہ (حدیث : ۲۰۹۷)

”لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ کہو اور اپنی بائیں جانب تموک دو اور اللہ کی پناہ مانگو اور پھر ہرگز ایسا نہ کرنا۔“

خلاصہ گفتگو یہ نکلا کہ حلف غیر اللہ زبان زد عام تھا حتیٰ کہ اس کی نفی اور ممانعت کر دی گئی۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی تلخیصات میں یہ بات نہیں ملتی کہ آپ نے حلف بغیر اللہ یا حلف بالنبی ﷺ کو جائز لکھا ہو۔ البتہ آپ کے بعض شاگرد اپنی کتب میں حلف بالنبی ﷺ کو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں:

”امام صاحب کے نزدیک جو شخص غیر اللہ کی قسم کھائے اس پر کفارہ ہے۔“

جواب:

اس سے تو یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حلف بغیر اللہ اور کفارہ آپس میں لازم و ملزوم نہیں کیونکہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ احتیاط کو پیش نظر رکھا اور احتیاط ہی کے پیش نظر غیر اللہ کی قسم کھانے والے پر کفارہ ضروری قرار دیا ہے تاکہ وہ بری الذمہ ہو جائے۔

چنانچہ امام موصوف کے اصحاب میں اختلاف ہے کہ آیا کفارہ واجب ہے یا مستحب؟ چنانچہ بعض وجوب کے اور بعض استحباب کے قائل ہیں جیسے شیخ الحسابہ ”المغنی“ میں لکھتے ہیں کہ:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ایجاب کی بجائے استحباب پر محمول کیا جائے گا کیونکہ اگر قسم منعقد ہوتی تو کفارہ واجب ہوتا۔ احتیاط کے قرین قیاس بھی یہی ہے جیسا کہ امام موصوف سے منقول ہے کہ آپ فرقہ جمہیہ کے پیچھے نماز کو جائز سمجھتے تھے حالانکہ آپ فرقہ جمہیہ کو کافر قرار دیتے تھے بایں ہمہ آپ نے ان کے پیچھے نماز کو احتیاطاً جائز سمجھا اس کی مثال یوں دی جاسکتی ہے کہ جیسے مطلع ابر آلود ہونے کی صورت میں شک کا فائدہ دیتے ہوئے آپ نے روزہ رکھنا واجب لکھا ہے حالانکہ احادیث میں شک کی صورت میں روزہ رکھنے کی ممانعت ہے۔

ائمہ اور دیگر علمائے امت کا معروف مسلک بھی یہی ہے کہ مخلوق میں سے کسی کی قسم کھانا ممنوع ہے۔ چنانچہ علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے صحیحین کی ایک حدیث کی روشنی میں اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

﴿

← اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ كَانَ خَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ اَوْ لِيَصْمُتْ. (تقدم تخریجہ)
 ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص قسم کھانا چاہے اسے صرف اللہ کی قسم کھانی چاہئے یا وہ خاموش رہے۔“
 سیدنا عمر بن الخطابؓ سے مرفوعاً روایت ہے جس میں رسول مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
 مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ كَفَرَ اَوْ اَشْرَكَ. (تقدم تخریجہ)
 ”جس شخص نے کسی بھی غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔“
 سیدنا ابن مسعودؓ کا مشہور قول ہے کہ:

لَاَنْ اَحْلَفَ بِاللّٰهِ كَاذِبًا اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَحْلِفَ بِغَيْرِهِ صَادِقًا. (تقدم تخریجہ)
 ”غیر اللہ کی سچی قسم کھانے پر اللہ کی جھوٹی قسم کھانے کو میں ترجیح دیتا ہوں۔“

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابن مسعودؓ کے مندرجہ بالا قول کے موافق سیدنا عبد اللہ بن عمرؓ اور سیدنا عبد اللہ بن عباسؓ سے بھی قول منقول ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ حلف بغیر اللہ کذب سے بڑا گناہ ہے۔ حالانکہ تمام امتوں میں کذب حرام ہے۔ نتیجہ نکلا کہ حلف بغیر اللہ تمام محرمات سے بڑا ہے۔ اگر بالفرض تسلیم کر لیا جائے کہ امام احمد بن حنبلؒ حلف بالنبی ﷺ کے قائل تھے تو ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ امام صاحبؒ معصوم نہ تھے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں۔ امام صاحب کیا ہر شخص سے غلطی کا امکان ہے۔ لہذا امام صاحبؒ نے اپنے اس قول میں بطور دلیل نہ کوئی آیت پیش کی اور نہ ہی حدیث۔ لہذا کسی بھی امام کی رائے کو قبول کرنا ضروری نہیں خصوصاً جب کہ وہ کتاب و سنت سے محارض ہو۔ کتاب و سنت سے تعارض کی صورت میں ایسے قول کی تردید اور عدم عمل واجب ہو جاتا ہے۔ خود امام صاحبؒ اور دوسرے ائمہ کرامؒ نے بھی ایسے قول کی تردید کی وصیت اور تلقین کی ہے۔ امام احمدؒ اپنی اور دوسرے ائمہ کی تقلید کی تردید میں فرماتے ہیں:

خُذُوا مِمَّا اخَذُوا وَلَا تَقْلِبُوا الرِّجَالَ فِي دِينِكُمْ.

”احکام شریعت وہیں سے لو جہاں سے ائمہ کرام نے لیے تھے اور اپنے دین کے معاملے میں لوگوں کی تقلید نہ کرو۔“

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

عَجِبْتُ لِقَوْمٍ عَرَفُوا الْاِسْنَادَ وَصِحَّتْ يَدُهُمْ اِلَى رَايِ سُفْيَانَ وَاللّٰهُ يَقُولُ ”فَلْيَحْلِفِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ اَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ.“ (کتاب التوحيد ص : ۱۷۶)

(مغنی المرید ۶/۳۳۹)

ابن عقیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ آپ کی قسم کھانا اس لیے جائز ہے کہ آپ نبی مرسل ہیں اس پر دوسرے انبیاء علیہم السلام کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے۔

لیکن صحیح مسلک وہی ہے جس پر سلف و خلف ائمہ اسلام کا اتفاق ہے یعنی یہ کہ کسی مخلوق کی قسم نہیں کھائی جاسکتی خواہ وہ کوئی نبی یا غیر نبی ہو، فرشتہ ہو، بادشاہ ہو یا کوئی بڑا جبر ہو۔ اکثر اہل علم کے نزدیک غیر اللہ کی قسم کھانا حرام ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قسم کھانا حرام ہے۔ حتیٰ کہ ابن مسعود اور ابن عباس میں سے ایک کا یہ قول مشہور ہے:

میں نے ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے جو سند اور اس کی صحت کو جان کر پھر سیدنا سفیان کی رائے کی طرف جاتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہئے کہ (کہیں ایسا نہ ہو کہ) ان پر کوئی آفت پڑ جائے یا تکلیف دینے والا عذاب نازل ہو۔

سیدنا ابن عباس کا مشہور قول ہے:

يُوشِكُ أَنْ تَنْزَلَ عَلَيْكُمْ حِجَابًا مِنَ السَّمَاءِ أَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَتَقُولُونَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ (کتاب التوحید ص: ۱۷۶) والخطیب فی الفقیہ و المتفقہ (۳۸۰۳۷۹)

”قریب ہے کہ تم پر آسمان سے پتھر برسیں میں تم کو یہ کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہے اور تم یہ کہتے ہو کہ ابوبکر و عمر کہتے تھے۔“

غور کا مقام ہے کہ جب سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ موقف ہو تو ائمہ کرام یا کسی دوسرے عالم کی رائے کی کتاب و سنت کے مقابلے میں کیا حیثیت ہوگی؟
حقیقت یہ ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ دوسرے ائمہ کے مقابلے میں کتاب و سنت سے دلیل اخذ کرنے میں زیادہ سخت اور محتاط تھے۔

ائمہ اربعہ اور دوسرے علماء امت کے نزدیک حلف بالخلق کے جواز پر کوئی دلیل اور حدیث مروی نہیں ہے بلکہ اس کی ممانعت میں احادیث موجود ہیں جیسے صحیحین کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللَّهِ أَوْ لِيَصْمُتْ. (تقدم تخریجہ)

”جو شخص قسم کھانا چاہے اسے صرف اللہ کی قسم کھانی چاہئے یا وہ خاموش رہے۔“

ترمذی اور حاکم کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللَّهِ فَقَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ. (تقدم تخریجہ)

”جس شخص نے کسی بھی غیر اللہ کی قسم کھانی اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔ واللہ اعلم

((لَا اَنْ اَحْلِفَ بِاللّٰهِ كَاذِبًا اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَحْلِفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ صَادِقًا))^۱

”مجھے اللہ کی جھوٹی قسم کھانا زیادہ پسند ہے اس سے کہ میں غیر اللہ کی سچی قسم کھاؤں۔“

مندرجہ ذیل الفاظ بھی مروی ہیں۔

((لَا اَنْ اَحْلِفَ بِاللّٰهِ كَاذِبًا اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اُضَاهِيَ))^۲

”اللہ کی جھوٹی قسم کھانا مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ میں اس کے ساتھ کسی کو مشابہ قرار دوں“

لہذا ثابت ہوا کہ غیر اللہ کی قسم کھانا شرک ہے۔ اور شرک بہر حال جھوٹ سے بڑا گناہ ہے کیونکہ یہ جھوٹ کی (برائی کی) انتہا ہے کہ اسے شرک سے مشابہت دی جائے۔ جیسا کہ ایک صحیح حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے دو یا تین مرتبہ فرمایا:

((عُدَلْتُ شَهَادَةَ الزُّوْرِ بِالْاِسْرَاكِ بِاللّٰهِ))^۳

”جھوٹی گواہی شرک باللہ کے برابر قرار دی گئی ہے۔“

اس کے بعد آپ ﷺ نے قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی کہ:

((وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّوْرِ ۝ حُنْفَاءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهِ ۝ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخَنَّقُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوَىٰ بِهِ الْاَرْضُ فِيْ مَكَانٍ سَاجِدٍ ۝)) (الحج، ۲۲/۳۱ تا ۳۴)

”جھوٹی باتوں سے پرہیز کرو؛ کیسہ ہو کر اللہ کے بندے بنو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے تو گویا وہ آسمان سے گر گیا۔“

۱ المعجم الكبير الطبراني (۸۹۰) مصنف ابن ابی شیبہ (۱۷۹/۲)

۲ حوالہ سابق

۳ مسند احمد (۳۲۱/۲) سنن ترمذی۔ کتاب الشهادات۔ باب ماجاء فی شهادة الزور (حدیث)

۲۲۹۹) و اسنادہ ضعیفہ۔ ترمذی کے سنن ابی داؤد (۳۵۹۳) و سنن ابن ماجہ (۲۳۷۲)

اب یا تو اسے پرندے اچک لے جائیں گے یا ہوا اس کو ایسی جگہ لجا کر پھینک دے گی جہاں اس کے پیغمبرے اڑ جائیں گے۔“

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک یہ ایسا ممنوع عمل؛ بلکہ فعل حرام ہے جو جھوٹی قسم کھانے سے بھی زیادہ سنگین ہے۔

اہل علم کے ایک گروہ کا گمان یہ ہے کہ حلف بغیر اللہ ایسا فعل ہے جس کی نہی ثابت نہیں ہے۔ اور اس گروہ نے ادھر ادھر کے بے بنیاد دلائل بھی دیئے ہیں۔ لیکن ہم ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ارشاد پیش کرتے ہیں جس میں حکم ہے:

﴿ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأَطِيعُوا الْأَمِيرَ مِنْكُمْ . قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُوا آلَاءَ اللَّهِ وَاتَّبِعُوا رِسَالَاتِ اللَّهِ فَذُرُّوا إِلَيَّ وَاللَّهُ وَ الرَّسُولُ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ . ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴾ (النساء: ۵۹/۳)

”اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی۔ اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو۔ اگر تم واقعی اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی ایک صحیح طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے۔“

پس اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے جو حکم دیا ہے وہی صحیح ہے اور وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے غیر اللہ کی قسم کھانے، طلوع شمس اور غروب آفتاب کے وقت نماز پڑھنے، قبروں کو مسجد بنانے اپنی قبر مکرم کو میلہ بنانے، اور تین مساجد کے علاوہ کسی بھی مسجد کی طرف سفر کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اور اس قسم کے تمام احکام کا مقصد یہ ہے کہ:

دین خالص اللہ کے لیے ہو جائے۔ عبادت صرف اللہ وحدہ لا شریک لہ کی ہو۔ توحید کی حفاظت ہو۔ دین سارے کا سارا اللہ ہی کے لیے ہو جائے۔ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ ہو۔ اس کے سوا کسی کو نہ پکارا جائے۔ اس کے سوا کسی سے خوف نہ کھایا جائے۔

اس کے سوا کسی کے لیے نہ روزہ رکھا جائے نہ نماز پڑھی جائے۔ اس کے سوا کسی کے نام کی نذر نہ مانی جائے۔ اس کے سوا کسی کی قسم نہ کھائی جائے بیت اللہ کے سوا کسی دوسرے گھر کا حج نہ کیا جائے کیونکہ فرض حج اللہ کے مقدس گھر کے علاوہ کسی کا نہیں اور وہ صرف مسجد الحرام (بیت اللہ) ہے۔

تین مساجد کا سفر زیارت

مستحب سفر سوائے تین مساجد کے اور کسی طرف نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ان تینوں مساجد کو تعمیر کرنے کا شرف جلیل القدر انبیاء کرام کو حاصل ہے۔ جن میں مسجد الحرام کو سیدنا ابراہیم اور سیدنا اسماعیل نے تعمیر اور مسجد نبوی کو خاتم المرسلین سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے تعمیر فرمایا جس کی بنیاد ہی تقویٰ پر ہے۔ دوسری مسجد ایلیاء یعنی مسجد اقصیٰ ہے جو سیدنا سلیمان کے وقت سے بھی پہلے حضرت اسحاق کی تعمیر شدہ ہے۔

صحیحین میں سیدنا ابو ذرؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ سب سے پہلے کون سی مسجد تعمیر ہوئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا مسجد الحرام۔ میں نے سوال کیا کہ اس کے بعد کون سی مسجد تعمیر ہوئی؟ آپ نے فرمایا مسجد اقصیٰ۔

میں نے پھر سوال کیا کہ مسجد الحرام اور مسجد اقصیٰ کی تعمیر کے درمیان کتنی مدت کا وقفہ تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مسجد اقصیٰ چالیس سال بعد تعمیر ہوئی۔ اس گفتگو کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جہاں بھی وقت ہو جائے نماز پڑھ لیا کرو وہی جگہ تمہارے لیے مسجد ہے۔ صحیح بخاری میں یہ الفاظ منقول ہیں:

((فَإِنَّ فِيهِ الْفَضْلَ))^(۱)

”اسی جگہ نماز پڑھنا افضل ہے“

آپ ﷺ کا معمول بھی یہی تھا کہ جہاں نماز کا وقت ہو جاتا فوراً پڑھ لیتے۔

۱۔ صحیح بخاری۔ کتاب احادیث الانبیاء : باب (۱۰) (حدیث : ۳۳۶۶، ۳۳۶۵) صحیح مسلم۔

کتاب المساجد۔ باب المساجد و مواضع الصلاة (حدیث : ۵۲۰)

مسجد اقصیٰ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے وقت بھی تھی البتہ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے اسے وسیع کر دیا۔ پس ان تین مساجد کو انبیاء کرام نے تعمیر کیا تاکہ وہ خود اور دوسرے لوگ بھی ان میں نماز ادا کریں۔ پس جب انبیاء کرام نے مذکورہ مساجد میں نماز ادا کرنے کا قصد کیا تو ان کی طرف سفر کر کے وہاں عبادت کرنا مشروع قرار دے دیا گیا، تاکہ انبیاء کرام کی اتباع ہو جائے۔ جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جب بیت اللہ تعمیر کر لیا تو انہیں حکم الہی ہوا کہ وہ لوگوں کو اس کا حج کرنے کی دعوت دیں، چنانچہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے لے کر رسول اللہ ﷺ کی بعثت تک لوگ جوق در جوق بیت اللہ کے حج کی نیت سے سفر کر کے مکہ مکرمہ آتے رہے۔ اگرچہ ان پر حج فرض نہ تھا جیسا کہ اسلام کے ابتدائی دور میں بھی فرض نہ تھا۔ حج کی فرضیت رسول اللہ ﷺ کے آخری دور میں ہوئی جب کہ سورۃ آل عمران نازل ہوئی۔

سورۃ بقرہ میں تو تکمیل حج و عمرہ کا حکم اس شخص کے لیے ہے جو حج یا عمرہ کو شروع کر لے۔ اس لیے جمہور علماء کے نزدیک نفلی حج یا عمرہ کی تکمیل واجب ہے۔ البتہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہاں پر اتمام کا مقصد وجوب بتانا ہے۔ لیکن ہماری رائے میں پہلا موقف صحیح ہے۔

مسجد الحرام

مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی ہر تین کو تعمیر کرنے کا شرف چار انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہے جنہوں نے لوگوں کو دعوت دی کہ وہ ان مساجد کی طرف عبادت کے لیے سفر کریں۔ ان مساجد کے علاوہ کوئی مسجد ایسی تعمیر نہیں کی گئی جس کی طرف سفر کر کے عبادت کا حکم دیا گیا ہو۔ یہ بھی یاد رہے کہ ان مساجد کے علاوہ اور مساجد بھی تھیں جن میں انبیاء کرام نے نمازیں ادا کی ہیں، لیکن ان کی طرف سفر کرنے کو نہیں کہا گیا، جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کے علاوہ اور دوسری جگہ بھی نماز ادا کرتے تھے البتہ لوگوں کو صرف حج بیت اللہ کی

دعوت دی۔ انبیاء کرام میں سے کسی نے یہ دعوت نہیں دی کہ لوگ اس کی قبر یا اس کے گھر یا کسی اور مقدس مقام کی طرف سفر کریں بلکہ اس بات کی دعوت دی کہ وہ صرف اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کریں۔ اللہ تعالیٰ اولوالعزم انبیاء کا تذکرہ کرنے کے بعد ارشاد فرماتا ہے۔

﴿ذَلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ أُولَئِكَ الَّذِينَ أُكْتِبُوا وَالْحُكْمَ وَالنَّبِيَّةَ، فَإِنْ يَكْفُرْ بِهَا هُوَ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ وَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَيَسُو بِهَا بِكْفَرِينَ ۝ أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهِدَّتْهُمْ أَقْتَبَهُ ۝﴾ (الانعام: ۱۰، ۸۸ تا ۹۰)

”یہ اللہ کی ہدایت ہے جس کے ساتھ وہ اپنے بندوں میں سے جس کی چاہتا ہے رہنمائی کرتا ہے لیکن اگر کہیں ان لوگوں نے شرک کیا ہوتا تو ان کا سب کیا کرایا غارت ہو جاتا۔ وہ لوگ تھے جن کو ہم نے کتاب اور حکم اور نبوت عطاء کی تھی۔ اب اگر یہ لوگ اس کو ماننے سے انکار کرتے ہیں تو ہم نے کچھ اور لوگوں کو یہ نعمت سونپ دی ہے جو اس کے منکر نہیں ہیں۔ اے نبی ﷺ! وہی لوگ اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ تھے انہی کے راستہ پر تم چلو۔“

مندرجہ بالا دلائل کی روشنی میں ثابت ہوا کہ ان تین مساجد کو ان کی اصل جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ تعمیر کرنا جائز نہیں۔ رہیں دوسری مساجد! تو ان کی فضیلت بایں معنی مسلم ہے کہ وہ اللہ کے ایسے گھر ہیں جہاں اس کی عبادت کی جاتی ہے اور یہ ایسی قدر مشترک ہے جو ان مساجد اور ان کے علاوہ دوسری مساجد میں پائی جاتی ہے۔ ان تین مساجد میں بھی تفاوت ہے اس لحاظ سے کہ کسی میں کم اور کسی میں زیادہ عبادت ہوتی ہے۔ یا ایک مسجد دوسری سے قدیم ہے۔ یہ تفاوت دوسری مساجد میں بھی موجود ہے اگر اسی وجہ سے سفر کرنا مسنون ہوتا تو عام مساجد کی طرف بھی سفر کرنے کا حکم ہوتا۔

مشرکین عرب جنوں کا بھی حج کرتے تھے

کسی با عظمت جگہ کی طرف سفر کرنا حج کے مترادف ہے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ہر امت کسی نہ کسی جگہ کا حج کرتی ہے۔ جیسے مشرکین عرب لات، عزی اور مناة وغیرہ کا حج کرتے تھے۔ چنانچہ ایک یہودی عالم امیہ بن ابی صلت کو رسول اللہ ﷺ کی بخت کی خوش خبری دیتے ہوئے کہتا ہے:

((أَنَّهُ قَدْ أَظَلَّ زَمَانٌ نَبِيٌّ يَبْعَثُ وَهُوَ مِنْ بَيْتٍ يَحُجُّهُ الْعَرَبُ. فَقَالَ أُمِيَّةٌ نَحْنُ مَعَشَرَ تَقِيفٍ فِينَا بَيْتٌ يَحُجُّهُ الْعَرَبُ. فَقَالَ الْحَبْرُ: إِنَّ لَيْسَ مِنْكُمْ أَنَّهُ مِنْ إِخْوَانِكُمْ مِنْ قُرَيْشٍ))^۱

”ایک نبی کے مبعوث ہونے کا وقت آ گیا ہے جو ایسے گھر میں پیدا ہوگا جس کا لوگ حج کرتے ہیں۔ امیہ نے کہا۔ ہم نو تقیف ہیں ہم میں ایسا گھر ہے جس کا لوگ حج کرنے آتے ہیں۔ یہودی عالم نے کہا کہ وہ نبی تم میں سے نہیں بلکہ وہ تمہارے بھائیوں قریش میں سے ہوگا۔“

مندرجہ بالا عبارت میں امیہ بتا رہا ہے کہ عرب لات، عزی وغیرہ کا حج کیا کرتے تھے۔ علماء سلف کا ایک گروہ ”لات“ کے بارے میں لکھتا ہے۔

((إِنَّ هَذَا كَانَ رَجُلًا يَلْتُمُ السُّؤْيُقَ لِلْمَحَاجِّ وَيُطْعِمُهُمْ إِيَّاهُ فَلَمَّا مَاتَ عَكَفُوا عَلَى قَبْرِهِ وَصَارَ وَثْنَا يُحَجُّ إِلَيْهِ وَيُصَلِّي لَهُ وَيُدْعَى مِنْ قُونِ اللَّهِ))^۲

”وہ ایک آدمی تھا جو حاجیوں کو سستی پلایا کرتا تھا جب وہ فوت ہو گیا تو لوگ اس کی قبر پر مجاور بن کر بیٹھ گئے جو رفتہ رفتہ بت بن گئی جس کا لوگ حج کرتے اس کے لیے نماز پڑھتے اور اسے اللہ کے سوا پکارتے“

سلف امت کی ایک جماعت آیت ”أَفَوَيْتَعْرِ اللّٰلَاتِ“ کو تشدید ”ت“ پڑھتی ہے۔

○ لَات الٰهَ طَائِفٌ كَابِتٌ تَمَّاءُ۔

۱۔ دلائل النبوة لابی نعیم (۲۵۵) من طریق الطبرانی (۶۳۱۳) و فیہ حجاج بن عمرو و هو

ضعیف کما فی المجمع (۲۳۲/۸)

ع تفسیر الدر المنثور (۷/۵۷۳، ۵۷۵) واصلہ عند البخاری فی التفسیر (۳۸۵۹)

○ عزی اہل مکہ کا مشکل کشا۔

○ اور اہل مدینہ مناتہ دیوی کی پوجا کرتے تھے۔

اسی لیے غزوہ احد میں ابوسفیان نے ہاواز بلند کہا تھا:

((أَعْلُ هُبْلُ))
”ہبل بلند ہو“

تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ سے کہا کہ اس کا جواب کیوں نہیں دیتے؟ صحابہؓ

نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم کیا جواب دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ جواب دو:

”اللہ اعلیٰ وَاَجَلُّ“
”اللہ ہی بلند و بالا ہے۔“

ابوسفیان نے یہ جواب سن کر کہا:

((إِنَّ لَنَا الْعُزَىٰ وَلَا عُزَىٰ لَكُمْ))

”ہمارا مددگار عزی ہے تمہارا کوئی عزی نہیں۔“

رسول اللہ ﷺ نے پھر صحابہ سے کہا۔ اس کا جواب کیوں نہیں دیتے؟ صحابہ کرام

نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم کیا جواب دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ جواب دو:

((اللَّهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلَا لَكُمْ))

”ہمارا مددگار اللہ تعالیٰ ہے تمہارا کوئی مددگار نہیں“

پس ثابت ہوا کہ کسی بھی با عظمت و اہم مقام کی طرف عبادت کی نیت سے سفر کرنا

حج کی جنس میں سے ہے اور مشرکین عرب بھی امتوں میں سے ایک امت تھے جو اپنے

معبودان باطل لات، عزی اور مناتہ کی طرف حج کے لیے سفر کیا کرتے تھے۔ اس کے

باوجود یہ لوگ بیت اللہ کا حج کرتے، طواف کرتے، اور وقوف عرفات بھی کرتے تھے۔ یہ

لوگ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے اور ساتھ ساتھ غیر اللہ کی عبادت بھی

کرتے۔ وہ اپنے تلبیہ میں پکار پکار کر کہا کرتے:

لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ إِلَّا شَرِيكُنَا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ

ک صحیح بخاری۔ کتاب المغازی۔ باب غزوة احد (حدیث : ۳۰۳۳)

غلام اور شریک میں فرق

اللہ تعالیٰ ان کی تردید کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿صَرَبَ لَكُمْ مَثَلًا مِّنْ أَنْفُسِكُمْ هَلْ لَكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَاءَ فِي مَا رَزَقْتُمْ فَأَنْتُمْ فِيهِ سَوَاءٌ تَخَافُونَهُمْ كَخِيفَتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ ۝﴾

(الروم، ۳۰/۲۸)

”وہ تمہیں خود تمہاری اپنی ہی ذات سے ایک مثال دیتا ہے کہ کیا تمہارے ان غلاموں میں سے جو تمہاری ملکیت میں ہیں کچھ غلام ایسے بھی ہیں جو ہمارے دیئے ہوئے مال و دولت میں تمہارے ساتھ برابر کے شریک ہوں اور تم ان سے اس طرح ڈرتے ہو جس طرح آپس میں اپنے ہمسروں سے ڈرتے ہو“

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جب تم اپنی مملوکہ چیز میں دوسرے کی شرکت گوارا نہیں کرتے تو میری مملوکہ مخلوق کو میرا شریک کیوں ٹھہراتے ہو؟

اللہ تعالیٰ کے سوا ملائکہ ہوں یا انبیاء علیہم السلام صالحین امت ہوں یا کوئی دوسری مخلوق سب اللہ کی ملکیت ہیں۔ اللہ کی صفت تو یہ ہے:

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

”نہیں کوئی اللہ مگر وہی ایک اسی کی بادشاہت اور اسی کی حمد۔ اور وہ ہر چیز پر قادر مطلق ہے“

انبیاء کرام اور ملائکہ کو اللہ کے شریک ٹھہرانے کو کفر سے تعبیر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَا يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكَفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۝﴾ (ال عمران، ۳/۸۰)

”وہ (پیغمبر) تم سے ہرگز یہ نہ کہے گا کہ فرشتوں کو یا پیغمبروں کو اپنا رب بنا لو۔“

کیا یہ ممکن ہے کہ ایک نبی تمہیں کفر کا حکم دے جب کہ تم مسلم ہو؟
نصاری کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

﴿إِن تَخْذُوا أَحْبَابَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ وَالنَّبِيِّينَ
ابْنِ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا ۗ لَّا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُسَبِّحُ
عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ (توبہ: ۳۱/۸)

”انہوں نے اپنے علماء اور پیروں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنا لیا ہے اور اسی طرح
مسیح ابن مریم کو حالانکہ ان کو ایک معبود کے سوا کسی کی بندگی کرنے کا حکم نہیں
دیا گیا تھا، وہ جس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں پاک ہے وہ ان مشرکانہ باتوں
سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔“

عیسائیوں اور ہندو قوموں کے حج

موجودہ دور کے مشرکین کا تعلق ہند سے ہو یا کسی دوسرے ملک سے سب کے
سب اپنے معبودان باطل کا حج کرنے جاتے ہیں جیسے ہندو سومات وغیرہ کا اور اسی طرح
نصاری تمامہ بیت لحم اور القونہ کا حج کرتے ہیں۔
القونہ صیدنا یہ میں واقع ہے۔

اصل میں القونہ ان تصاویر کو کہتے ہیں جو نصاریٰ اپنے گرجوں میں رکھتے ہیں۔ ان
تصاویر کی وہ بہت تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ نیز ان تصاویر کو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان
شفاعت کنندہ خیال کرتے ہیں۔

القونہ اصحاب الفیل کی باقیات سے ہے

مفسرین و مؤرخین کا کہنا ہے کہ القونہ ابرہہ کی تصویر ہے جو یمن کا حکمران تھا۔ یہ
وہی ابرہہ تھا جو ہاتھیوں کی فوج لے کر بیت اللہ کو گرانے کی نیت سے مکہ پر حملہ آور ہوا تھا
تا کہ کعبہ ابراہیمی کو منہدم کرے اور عربوں کو اپنے زیر نگیں کر لے۔
یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ صحیحوں نے یمن کو فتح کر لیا اور عربوں پر غالب

آگے تھے۔ اس کے بعد سیف بن ذی یزن آیا جس نے شاہ ایران سے مدد کے لیے حبشیوں کو یمن سے نکال باہر کیا۔ یہ وہی شخص ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کی بھشت کی خوشخبری دی تھی۔ آیات الفیل جن سے حرمت کعبہ کا اظہار ہوتا ہے کہ رب کعبہ نے اباہیل پرندوں کو ابرہہ اور اس کے لشکر کو تباہ کرنے کے لیے بھیجا، جنہوں نے ان پر پتھر پھینکے۔

اسی سال رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی، یہی سال رسول اللہ ﷺ کی نبوت آپ ﷺ کی رسالت کی نشانی اور آپ ﷺ کی شریعت مطہرہ کی جیتی جاگتی علامت ہے اور صرف بیت اللہ ہی ایک ایسا گہر پاتی ہے جس کی طرف منہ کر کے امت محمدیہ نماز پڑھتی ہے اور جس کا ہر سال حج کیا جاتا ہے۔

یہ واقعہ مشہور ہے کہ ابرہہ نے ملک یمن میں ایک خوبصورت کینہہ تعمیر کیا۔ اس کا ارادہ یہ تھا کہ عربوں کے ذہن اس کی طرف مائل ہوں اور وہ اس کا حج کریں۔ لیکن ہوا یہ کہ ایک عرب اس میں داخل ہوا تو اس نے وہاں پاخانہ کر دیا، جس سے ابرہہ غصے سے لال پیلا ہو گیا اور اپنی فوج لے کر بیت اللہ کو گرانے کے لئے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ لیکن جب وہ منیٰ اور عرفات کے درمیان وادی عرنہ میں خیمہ زن ہوا تو اللہ نے اس کا پورا لشکر تباہ کر دیا۔ اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رب ذوالجلال فرماتا ہے:

﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ ۗ أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ ۗ
وَارْسَلْ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ ۗ تَرْمِيهِم بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ ۗ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ
كَأَكْوَابٍ ۗ﴾ (سورۃ الفیل : ۱۰۰ / ۱۰۱ تا ۵)

”تم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟ کیا اس نے ان کی تدبیر کو اکارت نہیں کر دیا؟ اور ان پر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیج دیئے جو ان کے اوپر پکی ہوئی مٹی کے پتھر پھینک رہے تھے۔ پھر ان کا ایسا حال کر دیا جیسے (جانوروں) کا کھایا ہوا بھوسا۔“

مفسرین و مؤرخین کے ہاں یہ بات مسلم ہے کہ ابرہہ نے یمن میں جو کینہہ تعمیر کیا تھا اس سے اس کا مقصد عربوں کو اس کے حج کی طرف مائل کرنا تھا۔ اور یہ بھی واضح ہے

کہ وہ اس کینہ میں وہی کام ہوتے دیکھنا چاہتا تھا جو نصاریٰ اپنے کنائس میں کرتے ہیں۔ اس سے یہ بات کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ نصاریٰ کے ہاں کنائس کی طرف سفر کرنا بالکل اسی طرح ہے جس طرح مسلمان حج کی نیت سے مکہ مکرمہ کا سفر کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ابرہہ اپنے تعمیر کردہ کلیسا کو بیت اللہ کے مشابہ قرار دیتا تھا۔ اور اس کی طرف سفر کرنے کو حج قرار دیتا تھا۔ گویا جو شخص زمین کے کسی حصہ کو عبادت کے لیے منتخب کر کے اس کی طرف سفر کرتا ہے وہ اسی طرح ہے جیسے اس نے بیت اللہ کی طرف سفر کیا۔ کیونکہ اس نے یہ سفر عبادت کی نیت سے کیا ہے جو حج کے مترادف ہے۔

بنو ثقیف اور لات کا حج

رسول اللہ ﷺ نے تین مساجد کے علاوہ کہیں عبادت کی نیت سے سفر کی اجازت نہیں دی۔ فرض حج صرف وہی ہے جو بیت اللہ کے ساتھ خاص ہے۔ اس کے علاوہ صرف دو مسجدیں ایسی ہیں جن کی طرف سفر کیا جاسکتا ہے۔ ان تین مساجد کے علاوہ کسی اہم اور معظم جگہ کی طرف سفر کرنا حج کی قبیل سے ہے جو سخت منع ہے۔ ہماری اس بات کی تصدیق ابوسفیانؓ والی حدیث سے بھی ہوتی ہے جب کہ وہ امیہ بن ابی الصلتؓ سے ملا جس میں نصاریٰ کے علماء میں سے ایک کا تذکرہ بھی ہوا جس نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ عرب میں ایک نبی کے ظہور کا وقت آ گیا ہے۔ امیہ نے کہا ہم بھی عربوں میں سے ہیں۔ اس نے کہا۔ وہ ایسے گھر والوں میں پیدا ہوگا جس کا عرب حج کرتے ہیں۔

امیہ نے کہا کہ ہم بنو ثقیف میں سے ہیں اور ہمارے ہاں ایسا گھر ہے جس کا عرب حج کرنے آتے ہیں۔

اس نے کہا۔ آنے والا نبی تم میں سے نہیں بلکہ وہ تمہارے بھائیوں قریش میں پیدا

ہوگا۔

یاد رہے کہ بنو ثقیف کا دیوتا لات تھا۔ جس کا قرآن کریم میں بایں طور ذکر ہے:

﴿ أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ ۖ وَمَنْوَةَ الثَّالِثَةَ الْآخِرَةَ ۗ أَلَكُمُ الذَّكْرُ وَلَهُ
الْأُنثَىٰ ۗ ﴾ (النجم ۵۳ / ۵۴ تا ۶۱)

”تم نے کبھی اس لات اور اس عزی اور تیسری ایک دیوی منات کی حقیقت پر
کچھ غور بھی کیا ہے؟ کیا بیٹے تمہارے لیے ہیں اور بیٹیاں اللہ کے لئے؟“
یہ بھی کہا جاتا ہے کہ لات ایک جگہ کا نام ہے جہاں بیٹھ کر وہ شخص آنے جانے
والے حجاج کو ستو پلایا کرتا تھا۔ جب وہ فوت ہو گیا تو لوگ اس کی قبر پر مجاور بن کر بیٹھ
گئے اور آہستہ آہستہ یہ قبر بہت بڑا بت بن گئی جس کی عبادت کی جانے لگی۔

لات کی طرف سفر کرنے کو مشرکین عرب حج کا نام دیتے تھے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا
کہ کسی بھی مشہد کی طرف سفر کرنا گویا اس کا حج کرنا ہے جیسا کہ کسی نے کہا ہے:

((وَحَقُّ النَّبِيِّ الَّذِي تُحَجُّ الْمَطَايَا إِلَيْهِ))

”اور اس نبی کا حق ہے جس کی طرف سواریاں حج کے لیے جاتی ہیں۔“
عبد بن حمید اپنی تفسیر میں ”أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ“ کے متعلق مجاہد رضی اللہ عنہ کا یہ

قول نقل کرتے ہیں:

”لات ایک شخص کا نام تھا جو لوگوں کو ستو پلایا کرتا تھا۔ اس کے مرنے کے بعد
اس کی قبر کو عبادت گاہ بنا لیا گیا۔“

عبد بن حمید سیدنا ابن عباس کا یہ قول بھی نقل کرتے ہیں کہ:

”لات ایک شخص تھا جو حاجیوں کو ستو پلایا کرتا تھا۔“

ابن ابی حاتم نے بھی سیدنا ابن عباس کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

”یہ شخص ایک پہاڑی پر لوگوں کو ستو پلایا کرتا تھا اور جو شخص بھی پی لیتا وہ موٹا ہو
جاتا۔ چنانچہ اس کے مرنے کے بعد لوگوں نے اس کی عبادت شروع کر دی۔“

اعمش نے مجاہد رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

”یہ شخص ایک پہاڑی پر جو مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان واقع ہے لوگوں کو ستو

پلایا کرتا تھا۔ جب یہ مر گیا تو لوگ اس کی قبر پر مجاور بن کر بیٹھ گئے۔“
 سلیمان بن حرب ابی الجوزاء کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ:
 ”لات ایک پتھر تھا جس پر ایک شخص لوگوں کو ستو پلایا کرتا تھا۔ تو اس کے مرنے
 کے بعد اس شخص کا نام لات مشہور ہو گیا۔“^۱

لات عزی اور مناة

عبداللہ بن موسیٰ ابی صالح کا یہ قول نقل کرتے ہیں:
 ”لات جسے عربوں نے اپنا الہ بنا لیا تھا وہ لوگوں کو ستو پلایا کرتا تھا۔ اور عزی
 ایک کجھور کا درخت تھا جس پر عرب لوگ خوب صورت پردے اور روئی لٹکایا
 کرتے تھے۔ اور مناة قدید نامی مقام کے قریب ایک پتھر تھا۔“
 سلف میں سے ایک جماعت نے اللات بھی پڑھا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ اسم
 الجلالہ ”اللہ“ سے ماخوذ ہے۔

الخطابی کہتے ہیں کہ:

”مشرکین عرب اپنے بعض اہم بتوں کو لفظ ”اللہ“ سے تعبیر کیا کرتے تھے۔ تو
 رب کریم نے اپنے اس ذاتی نام کی حفاظت و صیانت کی خاطر ان کے اس تلفظ
 کی طرف پھیر دیا۔“

ہم کہتے ہیں کہ مندرجہ بالا دونوں اقوال اور دونوں قرأت میں کوئی اختلاف نہیں
 ہے کیونکہ ایک شخص پہاڑی پر بیٹھ کر لوگوں کو ستو پلایا کرتا تھا۔ اس کے مرنے کے بعد لوگ
 اس کی قبر پر بیٹھ گئے اور اس کا ہی نام رکھ دیا گیا۔ اس لفظ کو تخفیف یعنی (ت) کی شد
 کے بغیر کہنے سے ان کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ یہ الہ ہے جیسا کہ وہ عام طور پر اصنام کو الہتہ
 کہا کرتے تھے۔ پس اس نام میں یہ دونوں صورتیں جمع ہو گئیں۔

اہل مکہ اور عزی

لات اہل طائف کا بت تھا جسے الربہ بھی کہتے ہیں۔ اور عزی اہل مکہ کا دیوتا تھا

یہی وجہ تھی کہ جنگ احد میں ابوسفیان نے کہا تھا:

لے مندرجہ بالا اقوال کے لیے دیکھئے تفسیر در مشور (۵۷۶-۵۷۴/۷) وغیرہ

((لَنَا الْعُزَىٰ وَلَا عُزَىٰ لَكُمْ))

”ہمارا معبود عزی ہے تمہارا کوئی عزی نہیں“

رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ سے کہا کہ اس کا جواب کیوں نہیں دیتے؟ صحابہؓ نے عرض

کیا کہ ہم کیا جواب دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ جواب دو:

((اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَ لَا مَوْلَا لَكُمْ)) (الحديث) لے

”ہمارا مددگار اللہ ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔“

مناة اہل مدینہ کا مشکل کشا کہا جاتا تھا۔

الغرض! حجاز کا کوئی شہر اور کوئی بستی ایسی نہ تھی جس کا کوئی الگ اور مستقل طاغوت

نہ ہو اور جس کا عرب حج نہ کرتے ہوں۔ اس کی پوجا پاٹ اور اسے اپنا شفاعت کنندہ نہ سمجھتے ہوں۔

عزی کا حج

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ عزی بنو غطفان کا حاجت روا سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ وہ

اسی کی عبادت کرتے تھے۔ عرفات کے قریب وادی بطن نخلہ میں اس کا مجسمہ نصب تھا۔

اور اس کے قریب ہی غطفان کا قبیلہ آباد تھا۔ اہل مکہ اس کا حج کرنے جاتے تھے۔

اہل یشرب اور مناة

صحیح روایات اور تاریخ کی معتبر کتب سے پتہ چلتا ہے کہ اہل مکہ اسی عزی کی

عبادت اور اہل طائف لات کی پوجا کرتے تھے۔

اور مناة قدید نامی جگہ کے قریب واقع تھا۔ اس جگہ سے مشرکین مدینہ اپنا احرام

باندھتے تھے اس کی تائید صحیح بخاری میں سیدہ عائشہؓ کی حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

معمربن شمیٰ کا یہ کہنا کہ یہ تینوں بت پتھر کے بنے ہوئے تھے اور بیت اللہ کے اندر

تھے۔

۱ صحیح بخاری۔ کتاب المغازی : باب غزوة احد (حدیث : ۳۰۴۳)

اہل مکہ کا تیل

اہل علم کا اتفاق ہے کہ یہ قول صحیح نہیں ہے۔ البتہ ہبل نامی بت کعبہ کے اندر تھا جس کے متعلق جنگ احد میں ابوسفیان نے کہا تھا:

اعلُ هبلُ اعلُ هبلُ
رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ سے کہا کہ اس کے جواب میں کہو
اللَّهُ اَعْلَى وَاجَلُّ

اساف اور ناکلہ

یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ اساف اور ناکلہ دیوی کے بت ایک صفا اور دوسرا مروہ پہاڑی پر نصب تھا اور بیت اللہ کے ارد گرد ۳۶۰ بت لٹکا رکھے تھے۔ لات، عزیٰ اور مناتہ مونث مشہور تھے۔

سفر تبرک و زیارت حج ہے

بہر کیف امیہ بن ابی الصلت نے کہا ہمارے ہاں ایک ایسا گھر ہے جس کا عرب حج کرتے ہیں۔ اور ابوسفیان نے اس کی تائید کی تھی۔ جس سے ثابت ہوا کہ جس علاقے کی طرف عبادت کی نیت سے رخت سفر باندھا جائے ایسے سفر کو اس کا حج ہی کہیں گے اور حج ایک خاص قسم کی عبادت ہے۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ بیت اللہ کے علاوہ کسی دوسری جگہ کی طرف عبادت کی نیت سے سفر کرنا حج اور غیر اللہ کی عبادت ہوگا۔ جیسا کہ غیر اللہ سے دعاء کرنا غیر اللہ کے لیے نماز ادا کرنے کے ذیل میں آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

﴿قُلْ إِنَّمَا هَدَيْتِي رَبِّيَ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ هُوَ دِينًا قَدِيمًا مَلَأَ
إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا، وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ قُلْ إِنْ صَلَاتِي وَنُسُكِي

حوالہ سابق ل
وَعَمِّيَ أَيْ وَمَسَاقِي اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ
وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ۝﴾ (الانعام، ۱۰۱ تا ۱۰۳)

”اے نبی ﷺ کہو میرے رب نے بالیقین مجھے سیدھا راستہ دکھا دیا ہے بالکل
ٹھیک دین جس میں کوئی ٹیڑھ نہیں، ابراہیم کا طریقہ جسے کیسو ہو کر اس نے
اختیار کیا تھا اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا۔ کہو میری نماز میرے تمام مراسم
عبودیت میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ رب العظیم کے لیے ہے جس کا کوئی
شریک نہیں اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔ اور سب سے پہلے سراپا عبادت جھکانے
والا میں ہوں۔“

ان آیات جہات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ وہ اپنی نماز اور قربانی
صرف اللہ کے لیے ادا کریں۔

تین مساجد کے سوا سفر زیارت منع ہے

پس جس شخص نے بیت اللہ کے علاوہ دوسری جگہ کی طرف سفر کیا اور وہاں غیر اللہ کو
پکارا تو اس نے اپنی نماز اور عبادت کو غیر اللہ کے لیے ادا کیا۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے
تین مساجد کے علاوہ کسی بھی دوسری مسجد کی طرف سفر کرنے سے منع فرمایا ہے۔ بشرطیکہ
اس کی طرف سفر کرنے کی کوئی خاص وجہ نہ ہو۔ سوائے تین مساجد کے۔ کیونکہ ان تینوں
مساجد کو انبیاء علیہم السلام نے تعمیر کیا تھا اور ان کی طرف سفر کرنے کی عام لوگوں کو دعوت
بھی دی تھی۔ پس ان تین مساجد کو ایک خاص خصوصیت حاصل ہے جو دوسری مساجد کو
حاصل نہیں، پس ان تین مساجد کے علاوہ کسی دوسری مسجد کی طرف سفر کرنا بافتاح ائمہ اربعہ
مسنون نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

پس ایسے فوت شدگان جن کی قبروں کو عبادت گاہ و من اور میلے کی جگہ بنا لیا گیا ہو ان کی طرف سز کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟۔ اور طرفہ یہ کہ ان کو اللہ کا شریک اور مشکل کشا سمجھ لیا گیا ہے۔ حتیٰ کہ ان کی اکثریت حج بیت اللہ کو اتنا درجہ نہیں دیتی جتنا کہ ان کی قبروں پر حاضری کو دیا جاتا ہے! شرک اور قبروں کی پوجا کو توحید اور اللہ کی عبادت سے افضل ترین قرار دے لیا گیا ہے جیسا کہ آج کل مشرکوں کا حال ہے۔ شرک کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ
وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ۝ إِنَّ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ
إِلَٰهًا آثًا، وَلَنْ يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَرِيدًا ۝ لَعْنَةُ اللَّهِ ۝﴾

(النساء، ۴/۱۱۶ تا ۱۱۸)

”اللہ کے ہاں بس شرک ہی کی بخشش نہیں ہے اس کے سوا اور سب کچھ معاف ہو سکتا ہے جسے وہ معاف کرنا چاہے۔ جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا وہ تو گمراہی میں بہت دور نکل گیا۔ وہ اللہ کو چھوڑ کر دیویوں کو معبود بناتے ہیں اور باغی شیطان کو پکارتے ہیں جس کو اللہ نے لعنت زدہ کیا ہے۔“

ہر زیارت یہ انسانی شکل میں جن اور شیطان

جہاں بھی کسی قبر کی پوجا ہو رہی ہو وہاں شیطان کا ڈیرا ہوتا ہے جو مشرکین سے بصورت انسانی ہمکلام ہوتے ہیں۔ سیدنا ابن عباس کا مشہور قول ہے کہ:

((فِي كُلِّ صَنْمٍ شَيْطَانٌ يَتَرَاءَى لِلْسُّنَّةِ وَيَكَلِّمُهُمْ))

”ہر صنم کے اندر شیطان ہوتا ہے جو قاتلانہ مجاوروں سے گفتگو کرتا ہے۔“

ابی ابن کعب کا کہنا ہے کہ: ”ہر صنم کے پاس ایک جن ضرور ہوتا ہے۔“

یہ بھی ایک قول نقل کیا گیا ہے کہ اناث سے مراد بے جان چیزیں ہیں۔

حسن رضی اللہ عنہ کا قول یہ ہے کہ: ”ہر وہ چیز جس میں روح نہ ہو اسے اناث کہتے ہیں

جیسے لکڑی پتھر وغیرہ۔ الزجاج کا کہنا ہے کہ: بے جان اشیاء کی خبر مونث کی طرح لائی جاتی

۱۔ تفسیر در منثور (۲/۲۳۹)

۲۔ تفسیر ابن ابی حاتم (۳/۱۰۶۷)

ہے۔ جیسے۔

((أَلَا حُجَارٌ تُعْجِبُنِي، أَلَدَارَهُمْ تَنْفَعُكَ))

یہ قانون بے جان چیزوں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ لفظ ”اللہ“ کے سوا ہر لفظ کی جمع

صیغہ تانیث سے آسکتی ہے جیسے ملک سے الملائکتہ وغیرہ۔



اللہ کے لیے توحید الوہیت

اللہ کے سوا جس کی بھی عبادت کی جاتی ہے اسے الٰہہ کہا جائے گا۔ جیسے اللہ تعالیٰ

کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ أَيُّ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً ۖ قُلِ اللَّهُ ۖ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۖ
وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَذَا الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ ۖ أَيْدِيكُمْ لَعَنَ اللَّهُ مَنْ كَفَرَ
مَعَهُ ۗ اللَّهُ إِلَهٌ أَحَدٌ ۖ قُلْ لَا أَشْهَدُ ۖ قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَهُ وَاحِدٌ وَإِنِّي
بِرَبِّي مُشْرِكُونَ ۝﴾ (الانعام، ۱۰۶)

”ان سے پوچھو کہ کس کی گواہی سب سے بڑھ کر ہے؟ کہو میرے اور تمہارے
درمیان اللہ گواہ ہے اور یہ قرآن میری طرف بذریعہ وحی بھیجا گیا ہے تاکہ تمہیں
اور جس جس کو یہ پہنچے سب کو متنبہ کر دوں، کیا واقعی تم لوگ یہ شہادت دے سکتے
ہو کہ اللہ کے ساتھ دوسرے الٰہ بھی ہیں؟ کہو میں تو اس کی شہادت ہرگز نہیں
دے سکتا۔ کہو۔ الٰہ تو وہی ایک ہے اور میں اس شرک سے قطعی بیزار ہوں، جس
میں تم جہلا ہو۔“

﴿وَجُوزُنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ فَأَتَوْا عَلَى قَوْمٍ يَتَكَفَّوْنَ عَلَيَّ
أَصْلِحْ لَهُمْ ۖ قَالُوا يُؤْمِنُونَ أَجْمَلَ لَنَا ۖ إِلَهًا كَمَا لَهُمُ إِلَهَةٌ ۖ قَالُوا لَكُمْ
قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ۝ إِنَّ هَؤُلَاءِ مُتَّبِعُونَ مَا هُمُ فِيهِ ۖ وَيَطُوفُ مَا كَانُوا
يَعْمَلُونَ ۝ قَالُوا أَغَيَّرَ اللَّهُ أَيْدِيَكُمْ ۖ إِلَهًا وَهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى
الْعَالَمِينَ ۝﴾ (الاعراف، ۱۰۶/۱۰۷ تا ۱۰۸)

”بنی اسرائیل کو ہم نے سمندر سے گزار دیا۔ پھر وہ چلے اور راستے میں ایک ایسی قوم پران کا گزر ہوا جو اپنے چند بتوں کی گرویدہ بنی ہوئی تھی۔ کہنے لگے: اے موسیٰ! ہمارے لیے بھی کوئی ایسا معبود بنا دے جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں..... موسیٰ نے کہا: تم لوگ بڑی نادانی کی باتیں کرتے ہو۔ یہ لوگ جس طریقہ کی پیروی کر رہے ہیں وہ تو برباد ہونے والا ہے اور جو عمل وہ کر رہے ہیں وہ سراسر باطل ہے۔ پھر موسیٰ نے کہا۔ کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود تمہارے لیے تلاش کروں؟ حالانکہ وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں دنیا بھر کی قوموں پر فضیلت بخشی ہے۔“

بس اللہ ہی کافی ہے

﴿ اَفَوَيْتُمْ مَا نَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَاتُ ضُرِّيْهِ اَوْ اَرَادَنِيَ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَتُ رَحْمَتِهٖ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ يَتَكَلَّمُ الْمُنۡكَلُوۡنُ ۝﴾ (الزمر: ۳۹/۳۸)

”تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر اللہ مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو کیا تمہاری یہ دیویاں جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو مجھے اس کے پہنچائے ہوئے نقصان سے بچالیں گی؟ اگر یا اللہ مجھ پر مہربانی کرنا چاہے تو کیا یہ اس کی رحمت کو روک سکیں گی؟ بس ان سے کہہ دو کہ میرے لیے اللہ ہی کافی ہے مجھ کو نہ کرنے والے اسی پر مجھ کو نہ کرتے ہیں۔“

﴿ وَاٰمُرُكُمْ اَنْ تَتَّقُوا السَّلٰمَةَ وَالتَّيۡبَةَ اَزْ بَابٍ اَيَاۡمُرُكُمْ بِالْكَفْرِ بَعۡدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوۡنَ ۝﴾ (ال عمران: ۸۰/۳)

”وہ (نبی) تم سے ہرگز یہ نہ کہے گا کہ فرشتوں کو یا پیغمبروں کو اپنا رب بنا لو۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک نبی تمہیں کفر کا حکم دے جب کہ تم مسلم ہو؟“

﴿ يٰۤاَصۡحٰٓبَ السِّجۡنِ ؕ اَزْ بَابٍ مُّتَّفَرِّقُوۡنَ خَبِيۡرٌ اَمۡرُ اللّٰهِ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝﴾

مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاءُ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ

اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ﴿١٠﴾ (یوسف: ۱۳/۳۹ تا ۳۰)

”اے جیل کے ساتھیو! تم خود ہی سوچو کہ بہت سے متفرق رب بہتر ہیں یا وہ ایک اللہ جو سب پر غالب ہے؟ اس کو چھوڑ کر تم جن کی بندگی کر رہے ہو وہ اس کے سوا کچھ ہیں کہ بس چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے آباؤ اجداد نے رکھ لیے ہیں۔ اللہ نے ان کے لیے کوئی سند نازل نہیں کی۔“

مندرجہ بالا آیات بینات میں جن جن اشیاء کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی تھی ان سب کو لفظ الھتہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ناموں، اثار اور اموات کی عبادت شرک ہے

جو شخص غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے وہ صرف ناموں کی عبادت میں مصروف ہے جس کی اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔ اور جو لوگ بلائکہ اور انبیاء کی عبادت کرتے ہیں جنہیں وہ دیکھ نہیں سکتے حقیقت میں وہ صرف ان صورتوں اور شبیہوں کی عبادت کرتے ہیں جو پتھر، مٹی اور لکڑی وغیرہ سے بنائی گئی ہیں۔ حقیقت میں یہ لوگ اموات کی عبادت میں غرق ہیں۔

زیارتوں کو ڈھانے کا حکم نبوی

صحیح مسلم میں ابی الہیاج سدی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں مجھے سیدنا علیؑ نے فرمایا

کہ:

((أَلَا أْبَعَثَكَ عَلٰی مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَعَثَنِي أَنْ لَا أَدَعُ

تَمَنًا إِلَّا الْأَطْمَسْتُهُ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَيْتُهُ))

”کیا میں تمہیں ایسے کام پر نہ بھیجوں جس پر رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا..... مجھے آپ ﷺ نے یہ حکم دے کر بھیجا تھا کہ جس تصویر کو دیکھوں اسے مٹا دوں۔“

صحیح مسلم۔ کتاب الجنائز: باب الامر بتسوية القبر (حدیث: ۹۶۶)

اور جس قبر کو بلند دیکھوں اسے زمین کے برابر کر دوں۔“

”زندہ خالق“ اور ”مردہ مخلوق“ کس کو پکاریں!؟

اموات کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اَمَّنْ يَخْلُقُ كَمَنْ لَا يَخْلُقُ ۗ اَفَلَا تُدَّكَّرُونَ ۗ وَاِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسْتُرُوْنَ وَمَا تُعَلِنُوْنَ ۗ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۗ اَمْ اَمْوَاتٌ غَيْرٌ اَحْيَاءُ ۗ وَمَا يُطْعَمُوْنَ ۗ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۗ﴾

(النحل: ۱۶/۲۱ تا ۲۱)

”پھر کیا وہ جو پیدا کرتا ہے اور وہ جو کچھ بھی پیدا نہیں کرتے دونوں یکساں ہیں؟

کیا تم ہوش میں نہیں آتے؟ اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو گن نہیں سکتے۔

حقیقت یہ ہے کہ وہ بڑا ہی درگزر کرنے والا اور رحیم ہے حالانکہ وہ تمہارے

کھلے سے بھی واقف ہے اور چھپے سے بھی۔ اور دوسری ہستیاں جنہیں اللہ کو چھوڑ

کر لوگ پکارتے ہیں وہ کسی چیز کی بھی خالق نہیں ہیں۔ بلکہ خود مخلوق ہیں مردہ

ہیں نہ کہ زندہ اور ان کو کچھ معلوم نہیں ہے کہ انہیں کب اٹھایا جائے گا؟“

پس جمع اموات کو اس بات کا علم نہیں کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے اور قیام قیامت

کا بھی اللہ کے سوا کسی کو علم نہیں۔

صدیق اکبرؓ کا اعلان توحید

صحیح میں روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تو صدیق اکبرؓ نے لوگوں

کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

((مَنْ كَانَ يَعْْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدَمَاتٍ - وَمَنْ كَانَ يَعْْبُدُ اللَّهَ

فَإِنَّ اللَّهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ))

”جو محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے لے کہ آپ ﷺ فوت ہو چکے ہیں۔

اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا وہ سمجھ لے کہ اللہ زندہ ہے اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔“

اور پھر قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی کہ:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ ۖ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ أَفَأَبْرَأُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِهِ إِذْ أَخَذُوا عَهْدَ رَبِّهِمْ إِذْ يَقُولُ لَهُمْ رَسُولٌ مُجْتَمِعٌ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ سَأْتِلُ إِلَيْكُمْ عَذَابٌ لَأَلِيمٌ ۚ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَى عَقْبَيْهِ فَلَئِن يَبْصُرْ

اللَّهُ شَيْطَانًا وَاسْتَعْزَمَ ۚ اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ۝﴾ (ال عمران: ۳/۳۳)

”محمد ﷺ اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے اور رسول بھی گزر چکے ہیں۔ پھر کیا اگر وہ مرجائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو تم لوگ اٹنے پاؤں پھر جاؤ گے؟ یاد رکھو! جو الٹا پھرے گا۔ وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا۔ البتہ جو اللہ کے شکر گزار بندے بن کر رہیں گے انہیں وہ اس کی جزا دے گا۔“

صدیق اکبرؓ نے جب یہ آیت پڑھی تو صحابہ کو یوں محسوس ہوا کہ انہوں نے یہ آیت

آج ہی سنی ہے۔ چنانچہ اس وقت ہر شخص کی زبان پر یہ آیت تھی۔

قرآن کی اہل تقویٰ اور مشرکوں کے لیے تخفیف تاثر

اچانک حادثہ کے وقت قرآن کی بعض آیات کا مفہوم بلند پایہ ذہنوں سے بھی

اوجھل ہو ہی جاتا ہے۔ لیکن جب انہیں یاد دلایا جاتا ہے تو وہ سمجھ جاتے ہیں۔ قرآن کریم اس کی یوں وضاحت کرتا ہے کہ:

﴿إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ ضَلِيفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ ۝ وَإِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوهُم بِأَيْدِيهِمْ فِي الْغَيْثِ ثُمَّ لَا يُقْصِرُونَ ۝﴾

(الاعراف: ۴، ۵ تا ۳۰)

”حقیقت میں جو لوگ متقی ہیں ان کا حال تو یہ ہوتا ہے کہ کبھی شیطان کے اثر سے کوئی برا خیال اگر انہیں چھو بھی جاتا ہے تو فوراً چوکنے ہو جاتے ہیں اور پھر

صحیح بخاری۔ کتاب المغازی: باب مرض النبی ﷺ، ووفاته (حدیث: ۳۴۵۳)

۷

انہیں صاف نظر آنے لگتا ہے کہ ان کے لیے صحیح طریق کار کیا ہے۔ رہے ان کے بھائی بند تو وہ ان کی کج روی میں کھینچے لیے چلے جاتے ہیں اور انہیں بھٹکانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے“

اللہ کی جناب میں مشرکوں کی ایک متکبرانہ جسارت

((الَّذِينَ الذَّكَّرُوا لَهُ الْاٰتِنٰى تِلْكَ اِذَا قَسَمْتُمْ ضِيْرٰى))

قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیت میں لفظ ”قسمۃ“ سے ٹیڑھی اور ناانصافی پر مبنی تقسیم مراد ہے۔ کیونکہ مشرک اپنے لیے لڑکے اور اللہ کے لیے لڑکیاں پسند کرتے تھے۔ ان کا یہ عقیدہ تھا اور وہ کہا بھی کرتے تھے ملائکہ اللہ کی لڑکیاں ہیں۔ گویا مشرکین عرب بھی اللہ کی اولاد ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے۔ جیسے نصاریٰ کا عقیدہ تھا کہ اللہ کی اولاد ہے۔ مگر نصاریٰ کی ہمیشہ یہ خواہش ہوتی کہ ان کے بڑے پادری کے ہاں صرف زینہ اولاد ہو۔

لات، عزی اور مناتہ کے بارے میں ایک جماعت جیسے کلبی وغیرہ نے کہا ہے کہ مشرکین کہا کرتے تھے کہ ”اصنام اللہ کی بیٹیاں ہیں۔“
حاضرین علماء نے بھی اس قول کی تائید کی ہے۔

لیکن حقیقت یہ نہیں۔ کیونکہ وہ یہ نہیں کہتے تھے کہ یہ اصنام اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ بلکہ وہ تو یہ کہتے تھے کہ ملائکہ اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں کہتا ہے:

((اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيَسْتَوُوْنَ السَّائِکَةَ تَسْبِيْةً الْاٰتِنٰى ۝))

(النجم، ۱۳/۲۷)

”جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے وہ فرشتوں کو موٹانہ نام سے موسوم کرتے ہیں۔“

((وَجَعَلُوا السَّائِکَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ اِذَا كَانُوا اَشْهَدُوْا خُلُقَهُمْ ۝))

سَكَّتَبْ شَهَادَتَهُمْ وَيُظَلُّوْنَ ۝ (الزخرف، ۱۷/۷۷)

”انہوں نے فرشتوں کو جو اللہ رحمان کے خاص بندے ہیں ٹھہرائی قرار دے

لیا۔ کیا ان کے جسم کی ساخت انہوں نے دیکھی ہے؟“

﴿وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا صَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهَهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ

كَبِيْرٌ ۝﴾ (الحرف: ۳۳/۱۱۰)

”جس اولاد کو یہ نوگ اس اللہ رحمان کی طرف منسوب کرتے ہیں اس کی ولادت کا مژدہ جب خود ان میں سے کسی کو دیا جاتا ہے تو اس کے منہ پر سیاہی چھا جاتی ہے اور وہ غم سے بھر جاتا ہے“

بیٹا باپ کا اور شریک اپنے دوسرے شریک کا مثل ہوتا ہے۔ مشرکین نے اللہ کے ساتھ مثال مونت کی دی اور پھر اسے اللہ کا شریک قرار دے دیا۔ اور وہ ایسا ہی کیا کرتے تھے کیونکہ شریک بھائی کی طرح ہوتا ہے۔ چنانچہ مشرکین نے اللہ کا شریک اور وہ بھی بہن اور بیٹی کو بنایا حالانکہ وہ اپنے لیے نہ بیٹی پسند کرتے تھے اور نہ بہن۔ جب باپ کی خواہش یہ ہو کہ اس کے ہاں بیٹی نہ ہو تو وہ بہن کو کیسے پسند کرے گا؟..... اس خیانت کی وجہ سے مشرکین عرب نہ اپنی بیٹی کو ورثہ دیتے اور نہ بہن کو۔ اس سے ان کی جہالت اور ظلم کی انتہا کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

اولیاء و قبر پرستوں کی بے انصافی کا انکشاف

مذکورہ بالا بحث سے ثابت ہوا کہ یہ لوگ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ سے بھی زیادہ باعظمت سمجھتے تھے۔ ان کی مثال دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَفْعَلُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ۗ تَاللّٰهِ لَكُنْتُمْ اَعْمٰۤا

كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ۝ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَدْنَۢتِ سُبْحٰنَہٗ ۗ وَلَهُمْ مَا يَشْتَهُوْنَ ۝﴾

(النحل: ۲۱/۵۷ تا ۵۷)

”یہ لوگ جن کی حقیقت سے واقف بھی نہیں ہیں ان کے حصے ہمارے دیئے ہوئے رزق سے مقرر کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! ضرورتاً سے پوچھا جائے گا کہ یہ جھوٹ تم نے کیسے گھڑ لیے تھے؟ یہ اللہ کے لیے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں سبحان اللہ! اور ان کے لیے وہ جو یہ خود چاہیں؟“

﴿صَرَبَ لَكُمْ مَثَلًا مِّنْ أَنفُسِكُمْ دَهَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَاءَ فِي مَآ رَزَقْنَكُمْ فَإِنَّهُمْ فِيهِ سَوَاءٌ مِّثْلًا فَوَقَّوْهُمْ كَيْفَ تَتَكَّمْ أَنفُسُكُمْ كَذَلِكَ نَفْصَلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ﴾ (الروم: ۱۰۱-۱۰۲)

”وہ تمہیں خود تمہاری اپنی ہی ذات سے ایک مثال دیتا ہے کہ کیا تمہارے ان غلاموں سے جو تمہاری ملکیت میں ہیں کچھ غلام ایسے بھی ہیں جو ہمارے دیئے ہوئے مال و دولت میں تمہارے ساتھ برابر کے شریک ہوں..... اور تم ان سے اس طرح ڈرتے ہو جس طرح آپس میں ہمسروں سے ڈرتے ہو۔ اسی طرح ہم آیات کھول کر پیش کرتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔“

شرکین ہرگز یہ نہیں چاہتے کہ ان کا غلام ان کا شریک اور سا جھی ہو۔ لیکن اس کے برعکس انہوں نے اللہ کی مخلوق کو اس کا شریک بنایا اور اللہ کے لیے وہ چیز ثابت کی جو وہ خود اپنے لیے پسند نہیں کرتے جیسے شریک وغیرہ شرکین یہ بھی پسند نہیں کرتے کہ خود ان کی اولاد ان کی شریک کار ہو۔ لیکن اس کے برعکس اللہ کی مخلوق کو اس کا شریک بنایا۔ اور اللہ کے لیے وہ چیز ثابت کی جو خود اپنے لیے پسند نہیں کرتے جیسے شریک وغیرہ۔ شرکین یہ بھی پسند نہیں کرتے کہ ان کی اولاد ان کی شریک کار ہو۔ لیکن اس کے برعکس اللہ کی مخلوق کو اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔

شرکین یہ بھی پسند نہیں کرتے کہ ان کی اولاد میں لڑکیاں ہوں بلکہ ان کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ ان کے ہاں لڑکے اور وہ بھی طاقتور ہوں۔ لیکن اس کے برعکس انہوں نے اللہ کی اولاد اور وہ بھی کمزور لڑکیاں ٹھہرائیں۔

ہماری اس گفتگو میں ایک خاص نکتہ یہ ہے کہ اللہ کریم ہر چیز سے انجمل و اعظم اور اعلیٰ و اکبر ہے لیکن اس کے باوجود ان شرکین نے اللہ کے لیے وہ چیز ثابت کرنے کی جسارت کی ہے جو وہ خود اپنے لیے پسند نہیں کرتے۔

اللہ کی جناب میں مجرموں کی بھانت بھانت کی بولیاں

رب کریم اس بات سے پاک اور منزہ ہے کہ فقیر اور بخیل جیسی صفات سے متصف

ہو۔

- بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اللہ کی صفت صرف سلبی ہے۔
- بعض نے کہا کہ اللہ کی صفت سلبی ہے نہ اثباتی۔
- ایک گروہ نے یہ رائے قائم کی کہ مخلوق میں سے چند اشخاص ایسے ہیں جو بعض اشیاء میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مماثلت رکھتے ہیں جیسے عبادت، دعا، توکل اور محبت وغیرہ۔
- ایک طائفہ نے یہ کہا کہ اللہ جو کچھ کرتا ہے وہ بلا حکمت کرتا ہے۔
- ایک گروہ نے یہ گمان باطل رکھا کہ اللہ کے بارے میں یہ ممکن ہے کہ وہ کسی چیز کو اس کی اصلی جگہ پر نہ رکھے جس سے بہترین اشخاص کو سزا دے اور شریر لوگوں کی عزت و کرم کرے۔
- کچھ لوگوں نے یہ عقیدہ رکھا کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر نہیں کہ وہ اپنی مرضی سے کلام کر سکے۔
- کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ غیر اللہ سے ایسی محبت کی جاسکتی ہے جیسے اللہ سے۔
- غیر اللہ کو پکارا بھی جاسکتا ہے اور اس سے سوالات بھی کئے جاسکتے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی مثالیں دی جاسکتی ہیں۔
- مندرجہ بالا گمراہ لوگوں نے اللہ کی مخلوق کو اس کا شریک بنا دیا۔

توحید باری تعالیٰ

توحید باری تعالیٰ سے قرآن کریم بھرا پڑا ہے۔ اللہ کا کوئی ہم پایہ نہیں اور نہ ہی کسی کے ساتھ اس کی مثال دی جاسکتی ہے۔ کیونکہ وہ اپنی ذات، صفات اور افعال میں یکتا ہے۔ اور نہ ہی کوئی اس کا مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے، اس سے محبت رکھی جائے

اس پر توکل کیا جائے اس کی اطاعت یا اس سے دعاء وغیرہ کی جائے۔ رب کریم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

﴿ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا ۝ ﴾

(مریم: ۱۹/۲۵)

”وہ رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور ان ساری چیزوں کا جو آسمانوں اور زمین کے درمیان ہیں۔ پس تم اس کی بندگی کرو اور اس کی بندگی پر ثابت قدم رہو کیا ہے کوئی ہستی تمہارے علم میں اس کی ہم پایہ؟“

تمام مخلوق میں کوئی ایسا نہیں جو اللہ کا ہم نام ہو اور نہ ہی کوئی اس کا مستحق ہے کہ اللہ کے اسماء میں سے اس کا نام رکھا جائے۔ اور نہ ہی کوئی ایسا ہے جس کا نام معنوی لحاظ سے اس کا ہم پایہ ہو۔ جیسے حی، قیوم، علیم، قدیر وغیرہ۔ اور نہ ہی کوئی ایسا ہے جو ذات اور موجود کے لحاظ اس کا ہم پایہ ہو۔ نہ کوئی الہ کہلانے کا مستحق ہے نہ رب اور خالق ارشاد الہی ہے:

﴿ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ اللَّهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۝ لَمْ يُولَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ

لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝ ﴾ (الإحلاس: ۱۱۳/۱ تا ۱۱۴/۳)

”کہو وہ اللہ یکتا ہے۔ اللہ سب سے بے نیاز ہے۔ اور سب اس کے محتاج ہیں۔

نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد۔ اور کوئی اس کا ہمسر نہیں ہے۔“

اس آیت کریمہ سے واضح ہوا کہ نہ اللہ کا کوئی کفو ہے نہ ہم مرتبہ نہ مثل اور نہ ہی

برابر۔ مزید ارشادات الہی کو غور سے پڑھئے۔

﴿ أَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ ۝

ثُمَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ ۝ ﴾ (الانعام: ۱/۱)

”سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے زمین اور آسمان بنائے روشنی اور

تاریکیاں پیدا کیں۔ پھر بھی وہ لوگ جنہوں نے دعوت حق کو ماننے سے انکار

کر دیا ہے دوسروں کو اپنے رب کا ہمسر ٹھہرا رہے ہیں۔“

﴿ فَكُنْ بِمَوْقِفِهَا هُمْ وَالْعَاوَنَ ۝ وَجُنُودَ إِبْلِيسَ أَجْمَعُونَ ۝ قَالُوا وَهُمْ فِيهَا يَخْتَصِمُونَ ۝ تَاللَّهِ إِنْ كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ إِذْ نَسَوْنَكُمْ رَبِّرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ ﴾ (الشعراء: ۲۱، ۲۲ تا ۲۵)

”پھر وہ معبود اور یہ بیٹھے ہوئے لوگ اور ابلیس کے لشکر سب کے سب اس جہنم میں اوپر تلے دھکیل دیئے جائیں گے۔ وہاں یہ سب آپس میں جھگڑیں گے اور یہ بیٹھے ہوئے لوگ کہیں گے کہ اللہ کی قسم! ہم تو صریح گمراہی میں مبتلا تھے جب ہم کہ تم کو رب العالمین کی برابری کا درجہ دے رہے تھے۔“

اللہ ہی داتا ہے

﴿ وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْبَلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا وَلَا يَسْتَلْظِمُونَ ۝ فَلَا تَصْرِبْ لَئِنَّ اللَّهَ الْاَمْتَالُ ۝ اِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ ﴾ (النمل: ۱۶، ۱۷ تا ۱۷)

”اور اللہ کو چھوڑ کر ان کو پوجتے ہیں جن کے ہاتھ میں نہ آسمانوں سے انہیں کچھ بھی رزق دینا ہے نہ زمین سے اور نہ یہ کام وہ کر ہی سکتے ہیں۔ پس اللہ کے لیے مثال نہ گھڑو اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔“

قبر پرستوں کا مقصد زیارت

قبروں، قبوں اور اہم جگہوں کی طرف سفر کرنے کی جو تفصیل سابقہ صفحات میں گزری ہے وہ مشرکین کے ہاں حج کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ عقیدہ ایسا ہے جو متحدہ میں اور متاخرین کے ہاں لفظاً و معنی معروف ہے۔ کیونکہ قبر کے پاس جانے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہاں خشوع و خضوع اور عجز و انکساری سے مخلوق اللہ سے دعاء کی جائے۔ جیسے ایک سچے مسلمان مؤحد شخص کا عقیدہ ہوتا ہے کہ وہ بیت اللہ میں حاضر ہو کر نہایت خشوع و خضوع سے رب کریم سے دعاء و التجا کرے گا۔ قرآن کریم میں ہے:

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ اَنْدَادًا يُحِبُّوْنَ لَهُمْ كَحُبِّ

اللَّهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوا إِذْ يَرُونَ
العَذَابَ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ ﴿١١٥﴾

(القرہ: ۲/ ۱۱۵)

”کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو اس کا ہمسر اور مد مقابل بناتے ہیں اور ان کے ایسے گرویدہ ہیں جیسی اللہ کے ساتھ گرویدگی ہونی چاہئے۔ حالانکہ ایمان رکھنے والے لوہب سے بڑھ کر اللہ کو محبوب رکھتے ہیں۔“

قبر پرستوں کا حج اکبر

گمراہ بدعتی اور افضی گروہ اپنے ائمہ شیوخ اور پیروں کی قبروں اور مشاہد کا سفر کرنے نکلتے ہیں تو ان کا پیش رو دعوت عام دیتے ہوئے کہتا ہے کہ آؤ ”حج اکبر“ کو چلیں۔ اور پھر اس کا نام ”حج اکبر“ رکھتے ہیں اور اس سفر میں ایک خاص قسم کا جھنڈا بھی اٹھائے ہوئے ہوتے ہیں جس کا خاص طور پر اعلان بھی کرتے ہیں۔ جیسے مسلمان موحّد حج بیت اللہ کا قصد کرتے ہوئے ایک خاص نشان اپنے ہمراہ رکھتے ہیں۔

قبر پرستوں کا ظلم در ظلم

ان بدعتی گروہوں کی گمراہی یہیں پر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ اعلان ہوتا ہے کہ آؤ حج اکبر کی ادائیگی کے لیے بغداد چلیں۔ یہ لوگ قبروں کی طرف سفر کرنے کو حج اکبر قرار دیتے ہیں۔ لیکن حج بیت اللہ کو حج اصغر کہتے ہیں۔ اس کا ذکر ان کے جاہل پیروں کی کتب میں مذکور ہے۔ حتیٰ کہ اس قسم کے اشعار بھی ان کی کتب میں موجود ہیں:

((وَحَقُّ النَّبِيِّ الَّذِي تَحُجُّ الْمَطَايَا إِلَيْهِ))

حالانکہ سیدھا راستہ یہ ہے

مشرکین نماز پڑھتے ہوئے مخلوق سے دعاء کرتے ہیں اور ان کی قبروں کا حج کرتے ہیں۔ ان کے برعکس اللہ نے ہدایت کی طرف راہنمائی کرتے ہوئے فرمایا:

﴿قُلْ إِنِّي هَدَيْتُنِي رَبِّي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ هُوَ دِينًا قَدِيمًا مِلَّةَ

إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي
وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ لَا شَرِيكَ لَهُ ۚ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ
وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ۝ (الانعام: ۱۰۶ تا ۱۱۳)

”اے نبی! کہو میرے رب نے بالیقین مجھے سیدھا راستہ دکھا دیا ہے۔ بالکل ٹھیک دین جس میں کوئی ٹیڑھ نہیں ابراہیم کا طریقہ جسے یکسو ہو کر اس نے اختیار کیا تھا اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا۔ کہو میری نماز میرے مراسم عبودیت میرا جینا میرا مرنا سب کچھ اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔ جس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور سب سے پہلے سراطاعت جھکانے والا میں ہوں۔“

﴿وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ ۝﴾

”اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکارو۔“

لفظ نُسُكِي کی تفسیر کرتے ہوئے مفسرین نے اس کا مفہوم یہ لکھا ہے کہ ”اللہ کے لیے ذبح کرنا بیت اللہ کا حج کرنا۔“

اسی لفظ ”نُسُكِي“ کی تشریح کرتے ہوئے وہ مزید لکھتے ہیں کہ اس لفظ میں تمام قسم کی عبادات شامل ہیں۔ قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ نے ذبح جانور اور حج بیت اللہ کو لفظ نَسْكَ سے تعبیر کیا ہے۔ ارشاد الہی ہے

﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنَسَكًا لِّيُذَكَّرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ
بِهِمْ ۚ إِنَّكَ عَلَىٰ الْعَرْشِ الرَّحِيمِ ۝﴾ (الحج، ۳۲/۳۳)

”ہر امت کے لیے ہم نے قربانی کا ایک قاعدہ مقرر کر دیا ہے تاکہ لوگ ان جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے ان کو بخشے ہیں۔“
رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿مَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَدْ أَصَابَ النُّسْكَ وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ
الصَّلَاةِ فَإِنَّمَا هُوَ شَاةٌ لَحْمٌ عَجَّلَهَا لِأَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ النُّسْكِ فِي

شئیء)“
 ”جس شخص نے نماز عید کے بعد جانور ذبح کیا، اس نے صحیح قربانی کی اور جس نے نماز عید سے پہلے جانور ذبح کر دیا تو وہ صرف ایسا گوشت ہے جسے اس نے اپنے اہل خانہ کے لیے جلدی تیار کیا ہے۔ قربانی سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔“
 سیدنا ابراہیم اور سیدنا اسماعیل علیہم السلام کی دعاء نقل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا کہ انہوں نے یوں دعاء کی:

﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمِينَ لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةٌ مُّسْلِمَةٌ لَّكَ وَارِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾

”اے ہمارے رب!..... ہم سے یہ خدمت قبول فرمائے تو سب کی سنے اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ اے رب!..... ہم دونوں کو اپنا مطیع فرمان بنا۔ ہماری نسل سے ایک ایسی قوم اٹھا جو تیری مطیع ہو۔ ہمیں اپنی عبادت کے طریقے بتا۔ اور ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرما۔ تو بڑا معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاء کو قبول فرماتے ہوئے ان مقامات اور اعمال کی نشاندہی فرمائی، جن کا تعلق مناسک حج سے تھا جیسے طواف بیت اللہ سعی بین الصفا والمروة وقوف عرفات رمی الجمار وغیرہ۔

دعاء مانگنا اور پکارنا عبادت ہے اور غیر اللہ سے کرنا شرک ہے

لفظ صلوة دعاء کو مختصم ہے جو حقیقت میں عبادت کا مغز ہے، سوال بھی اس کی ذیل میں آتا ہے۔ لہذا لفظ صلوة دعاء اور سوال دونوں کو مختصم ہے۔ اسی کی طرف توجہ دلاتے

صحیح بخاری۔ کتاب الاضاحی : باب سنة الاضحیة (حدیث : ۵۵۳۵، ۵۵۳۶) صحیح

مسلم۔ کتاب الاضاحی : باب وقتها (حدیث : ۱۹۶۰، ۱۹۶۱)

ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

﴿وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي

سَيَخْلُقُونَ جَهَنَّمَ ذُخْرَيْنِ ۝﴾ (المومن: ۳۰/۳۱)

”اور تمہارے پروردگار نے کہا ہے کہ تم مجھ سے دعاء کرو میں تمہاری (دعا)

قبول کر لوں گا۔ جو لوگ میری عبادت سے ازراہ تکبر سرتابی کرتے ہیں عنقریب

جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔“

اللہ تعالیٰ نے خود ہی دعاء کی تشریح سوال سے کی اور اپنے محبوب نبیؐ کو حکم دیا کہ وہ

یوں کہے:

﴿قُلْ إِنْ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝﴾

(الانعام: ۱۱۲/۱)

”میری قربانی میری نماز میرے تمام مراسم عبودیت میرا جینا اور میرا نام سب

کچھ اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ پیغمبر کو حکم دیا کہ:

○ وہ صرف اللہ تعالیٰ سے دعاء و التجاء کرے۔

○ اسی کے لیے نماز ادا کرے۔

○ اسی کی رضا کے لیے مساجد تعمیر کرے۔

○ کسی کی قبر پر مسجد تعمیر نہ کی جائے۔

○ کسی بھی صاحب قبر کے لیے مسجد تعمیر نہ کی جائے۔

○ اور نہ کسی قبر کی طرف رخت سفر باندھا جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا کہ مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی کے علاوہ کسی مسجد کی طرف

سفر کیا جائے اور بیت اللہ کے علاوہ کسی دوسرے گھر کا حج کرنے سے بھی منع فرمایا:

رسول اللہ ﷺ کے ارشادات آپ کی سنت خلفائے راشدین کے طریقے صحابہ

کرام کے عمل تابعین کے طرز زندگی اور ائمہ اربعہ کی زندگیوں سے مندرجہ بالا احکام کی

معرفت کا علم ہوتا ہے۔ لہذا کسی شخص کے لیے ممکن نہیں کہ وہ ائمہ اسلام میں سے کسی ایک سے ثابت کر سکے کہ انہوں نے کسی نبی یا صالح شخص کی قبر کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا مستحب کہا ہو۔ جو شخص یہ ثابت کرنا چاہے وہ اس کی صحیح نقل پیش کرے۔

جب ہماری بات ثابت ہوئی جس کا ہم نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے تو ثابت ہوا کہ اس کا مخالف دین اسلام سنت رسول اور خلفائے راشدین کے عمل کا مخالف ہے۔ نیز شریعت اور ان کتب سماوی کا انکار بھی ہوگا جن کی تبلیغ کے لیے تمام انبیاء کرام مبعوث ہوئے۔ وہ یہ کہ اللہ کی واحدانیت کا اقرار کیا جائے اور اس کی عبادت کی جائے اللہ ایسا یکتا ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے جن اعمال کو واجب یا مستحب ٹھہرایا ہے ان میں اس کی اتباع کی جائے اور ان افعال و اعمال کا ہرگز ارتکاب نہ کیا جائے جن کی شریعت حقہ میں اجازت نہیں دی گئی۔

تمام انبیاء کا دین ”اسلام“ تھا اور دعوت تو حید تھی

اللہ تعالیٰ کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ہدایت اور دین حق دے کر مبعوث فرمایا تاکہ دین الہی کو دوسرے تمام ادیان پر غالب کرے۔ پس اللہ کریم نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا دین دے کر بھیجا جو آپ سے پہلے تمام انبیاء کا دین تھا۔ وہ تھا دین اسلام۔ اب جو شخص دین اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین اختیار کرے گا وہ مقبول نہ ہوگا خواہ اس شخص کا تعلق پہلی امتوں سے ہو یا آخری امت سے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ تمام انبیاء کا دین اسلام ہی تھا جیسا کہ صحیحین کی روایت میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَنَا مَعَشَرُ الْأَنْبِيَاءِ دِينُنَا وَاحِدٌ الْأَنْبِيَاءُ أَخَوَةٌ لِعَلَّاتِ))

صحیح بخاری۔ کتاب احادیث الانبیاء : باب قول اللہ تعالیٰ (واذکر فی الكتاب مریم.....)
 (حدیث : ۳۴۴۲، ۳۴۴۳) صحیح مسلم۔ کتاب الفضائل : باب من فضائل عیسیٰ ﷺ
 (حدیث : ۲۳۶۵) باختلاف سیر۔

”ہم انبیاء کی جماعت ہیں۔ ہمارا دین ایک ہی ہے اور ہم آپس میں علاقائی بھائی ہیں“

قرآن کریم میں رب کریم نے اس بات کی خبر دی ہے کہ اس نے نوح ابراہیم (اسرائیل) موسیٰ کی اتباع کا ذکر کیا اور فرمایا کہ وہ سب مسلمان تھے وہ ایک اللہ کی

عبادت پر متفق تھے جس کا کوئی شریک نہیں۔ ان سب کا ہدف اور مشن یہ تھا کہ صرف اللہ کی عبادت کی جائے اور ایسے دین کو نہ اپنایا جائے جسے اللہ نے مقرر نہیں کیا۔ اس بات پر بھی غور فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ نے ابتدائے اسلام میں حکم دیا کہ: بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی جائے۔ اس وقت یہی اسلام تھا۔ اور جب اسے منسوخ کر کے بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنے کا حکم ہوا تو پھر یہی دین اسلام ٹھہرا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لِكُلِّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَا جَاہٌ﴾ (المائدہ، ۵۰/۳۸)

”ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے ایک شریعت اور ایک راہ عمل مقرر کی۔“
پس ثابت ہوا کہ توراہ ایک مستقل شریعت تھی؛ انجیل ایک مستقل شریعت تھی؛ اسی طرح قرآن کریم بھی ایک مستقل شریعت ہے۔ توراہ اور انجیل میں تحریف سے پہلے جس شخص نے اس پر عمل کیا گویا اس نے دین اسلام کی پیروی کی۔

جو شخص تحریف شدہ دین کی اتباع کرتا ہے یا منسوخ شدہ شریعت کی پیروی کرتا ہے وہ دین اسلام سے خارج ہے جیسے یہود و نصاریٰ۔ کیونکہ یہود نے توراہ کو بدل دیا اور سیدنا مسیح کو جھٹلایا۔ اور پھر رسول اللہ ﷺ کی تکذیب بھی کی۔

اسی طرح نصاریٰ نے انجیل کو بدلا۔ اور پھر رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا انکار کیا۔ پس یہود و نصاریٰ اس دین اسلام پر قائم نہیں رہے جو انبیاء کا دین تھا بلکہ انبیاء کے مخالف ہیں۔ کیونکہ وہ حق کو جھٹلاتے اور باطل کی ترویج میں پیش پیش ہیں۔

بدعتی سے اللہ اور اس کا رسول بے زار ہیں

پس ہر وہ بدعتی جو رسول اللہ ﷺ کی سنت کی مخالفت کرتا ہے اور شریعت کی بعض ہدایت کی تکذیب کرتا ہے اور ایسے امور کو جن کی انبیاء نے اجازت نہیں دی دین میں داخل کرتا ہے تو رسول اکرم ﷺ اس سے بیزار ہیں۔ قرآن کریم اس کی یوں وضاحت کرتا ہے کہ:

﴿فَإِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ إِنِّي بَرِيءٌ مِمَّا تَعْمَلُونَ﴾ (الشعراء: ۲۲۰/۲۱۷)

”اگر وہ تمہاری نافرمانی کریں تو ان سے کہہ دو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے میں بے زار و بری الذمہ ہوں۔“

﴿إِنَّ الْكُفْرَانَ يَرْفَعُوهُ فِي سَمَاءٍ مُّسْمًّىٰ وَكَانُوا لِشَيْءٍ مُّؤْمِنِينَ﴾

(الانعام: ۱۰۶/۱۰۹)

”جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہ در گروہ بن گئے یقیناً ان سے تمہارا کچھ واسطہ نہیں۔“

دین کی بنیاد صرف کتاب و سنت

❁ حلال وہ جسے اللہ اور اس کا رسول ﷺ حلال قرار دیں

❁ حرام وہ جسے اللہ اور اس کا رسول ﷺ حرام کہیں

❁ دین وہ جسے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ مقرر کریں۔

رب کریم مشرکین کی مذمت کرتا ہے کہ انہوں نے حلال کو حرام قرار دیا۔ اور وہ دین اختیار کیا جس کی اس نے اجازت نہیں دی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنَ بِهِ اللَّهُ﴾

(الشوری: ۲۲/۲۱)

”کیا یہ لوگ اللہ کے کچھ شریک ایسے رکھتے ہیں جنہوں نے ان کے لیے دین کی نوعیت رکھنے والا ایک ایسا طریقہ مقرر کر دیا ہے جس کا اللہ نے اذن نہیں

دیا؟“

کی سورتوں میں اللہ تعالیٰ نے ایسے مسائل بیان کئے ہیں جو تمام انبیاء کے متفق

علیہ تھے جیسے:

✽ اللہ پر ایمان لانا

✽ ملائکہ پر ایمان لانا

✽ کتب سماویہ پر ایمان لانا

✽ تمام انبیاء پر ایمان لانا

✽ قیامت پر ایمان لانا

✽ اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا۔ جن کے بعد کوئی نبی نہیں، جن کی امت کو خیر امت کا لقب ملا، جن کا کام دعوت الی اللہ ہے۔

رب کریم نے آپ کو افضل ترین کتاب دی۔ بہترین شریعت سے نوازا، آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کے لیے دین مکمل فرمایا، اتمام نعت کی دولت سے نوازا اور بلحاظ دین کے اسلام پر رضاء مندی کا تمغہ عطاء فرمایا۔ اور آپ ﷺ نے صراط مستقیم ہی کی دعوت دی۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی اس صفت کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ:

﴿نَسَّأِرْ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ صِرَاطِ اللَّهِ الَّذِي أَلْهَىٰ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ أَلَّا يَلِيَّ اللَّهُ تَوْحِيدًا الْأَمْوَرُ ۝﴾

(الشوری، ۳۲ / ۵۲ تا ۵۳)

”یقیناً تم سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کر رہے ہو۔ اس اللہ کے راستے کی طرف جو زمین اور آسمانوں کی ہر چیز کا مالک ہے۔ خبردار رہو! ہمارے معاملات اللہ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ہم اسی کے صراط مستقیم پر چلیں اور دیگر نئے نئے راستوں کو

ترک کر دیں۔

نیڑھے راستوں سے ممانعت

فرمان الہی ہے:

﴿وَأَنْ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ فَاتَّبِعُوهُ ، وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ، ذَلِكُمْ وَضَعْنَا لَكُمْ لَعْنَةً لَنْتَقُونَ ۝﴾ (الانعام: ۱۰۳/۱۰۴)

”یہی میرا سیدھا راستہ ہے، لہذا تم اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ اس کے راستے سے ہٹا کر تمہیں پراگندہ کر دیں گے یہ ہے وہ ہدایت جو تمہارے رب نے تمہیں کی ہے شاید کہ تم کج روی سے بچو“

سیدنا عبد اللہ بن مسعود کی روایت کے مطابق ان راستوں کی نشان دہی رسول

اللہ ﷺ نے اس طرح فرمائی:

«خَطُّ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ خَطًّا وَخَطُّ خُطُوطًا عَنْ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ ثُمَّ قَالَ: هَذَا سَبِيلُ اللَّهِ وَهَذِهِ سُبُلٌ عَلَى كُلِّ سَبِيلٍ مِنْهَا شَيْطَانٌ يَدْعُو إِلَى اللَّهِ»

رسول اللہ ﷺ نے ایک لمبا خط کھینچا اور اس کے دائیں بائیں بہت سے خطوط کھینچے۔ پھر فرمایا: یہ سیدھا راستہ اللہ کا ہے اور دوسرے تمام راستے شیطان کے ہیں اور ان راستوں میں سے ہر ایک پر ایک شیطان ہے جو اپنی طرف بلاتا ہے۔“

رسول اللہ ﷺ نے اس کے بعد قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی کہ:

﴿وَأَنْ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ فَاتَّبِعُوهُ ، وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ۝﴾ (الانعام: ۱۰۳/۱۰۴)

”یہی میرا سیدھا راستہ ہے لہذا تم اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ اس کے راستے سے ہٹا کر تمہیں پراگندہ کر دیں گے۔“

ل۔ مسند احمد (۱/۳۳۵) السنن الکبریٰ للنسائی (۱۱۱۷۳) سنن الدارمی (۳۰۸)

اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ہم نماز میں یہ دعاء کیا کریں کہ:

﴿إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝ لَا غَيْرَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ۝﴾ (الفاتحہ: ۱/ ۷ تا ۹)

”ہمیں سیدھا راستہ دکھا ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا۔ جو مغضوب نہیں ہوئے جو بھٹکے ہوئے نہیں ہیں“

مغضوب اور ضالین کی تشریح خود رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمائی کہ:

﴿الْيَهُودُ مَغْضُوبٌ عَلَيْهِمْ وَالنَّصَارَى ضَالُّونَ﴾^۱

”مغضوب علیہ یہود اور ضال نصاریٰ ہیں۔“

صراط مستقیم واضح ہے

رسول اکرم ﷺ نے اپنی وفات سے چند روز پہلے دین اور صراط مستقیم کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ:

﴿تَرَكْتُكُمْ عَلَى الْبَيْضَاءِ النَّقِيَّةِ لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا - لَا يَزِيغُ عَنْهَا بَعْدِي إِلَّا هَالِكٌ﴾^۲

”میں تمہیں صاف ستھرے دین پر چھوڑ رہا ہوں جس کی رات بھی روز روشن کی طرح واضح ہے۔ میرے بعد ہلاک ہونے والا ہی اس دین سے اعراض کرے گا۔“

ایک دوسرے مقام پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

﴿مَا تَرَكْتُ مِنْ شَيْءٍ يُقْرَبُكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ إِلَّا وَقَدْ حَدَّثْتُكُمْ بِهِ وَلَا مِنْ شَيْءٍ يُبْعَدُكُمْ عَنِ النَّارِ إِلَّا وَقَدْ حَدَّثْتُكُمْ بِهِ﴾^۳

۱ سنن ترمذی۔ کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة فاتحة الكتاب (حدیث: ۲۹۵۴)

۲ سنن ابن ماجہ۔ المقدمة۔ باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين (حدیث: ۴۳)

۳ شرح السنة للبخاری (۱۳/ ۳۰۳) شعب الايمان للبيهقي (۱۰۳/ ۷۶)

”میں نے تمہیں ہر وہ کام بتا دیا ہے جو قرب جنت اور جہنم سے دوری کا ذریعہ بن سکتا تھا۔“

اختلاف کے موقع پر کیا کرنا چاہیے؟

ایک دن صحابہ رضی اللہ عنہم کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا:

((أَنَّ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا. فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ مِنْ بَعْدِي تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحَدَّثَاتِ الْأُمُورِ. فَإِنَّ كُلَّ مُحَدَّثَةٍ بَدْعَةٌ وَكُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ))

”میرے بعد تم میں سے جو شخص زندہ رہے گا اسے بہت سے اختلافات کا سامنا ہوگا۔ پس ایسی صورت میں تم میری سنت اور میرے خلفائے راشدین کے طریقے کو مضبوطی سے تھامے رکھنا۔ اور نئے نئے امور سے اجتناب کرنا کیونکہ ہر نیا کام بدعت اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“

ائمہ اسلام کا دستور تھا کہ وہ دین کے معاملہ میں کتاب و سنت کی دلیل کے بغیر نہ کسی عمل کو واجب و مستحب کہتے اور نہ حرام و مباح کا فتویٰ دیتے۔ جس مسئلہ میں تمام مسلمان متفق ہوں وہ حق و ثواب ہے۔ کیونکہ امت محمدیہ گمراہی پر نہ کبھی متفق ہوئی ہے اور نہ ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی یوں پیشین گوئی فرمائی:

((إِنَّ اللَّهَ أَجَارَكُمْ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّكُمْ وَ أَنْ لَا تَجْتَمِعُوا عَلَى ضَلَالَةٍ))

- ۱۔ سنن ابی داؤد۔ کتاب السنۃ : باب فی لزوم السنۃ (حدیث : ۳۶۷۷) سنن ترمذی۔ کتاب العلم : باب ماجاء فی الاخذ بالسنۃ واجتناب البدع (حدیث : ۲۶۷۶) سنن ابن ماجہ۔ المقدمۃ۔ باب اتباع سنۃ الخلفاء الراشدين المہدیین (حدیث : ۳۲)
- ۲۔ سنن ابی داؤد۔ کتاب الفتن : باب ذکر الفتن ودلائلہا (حدیث : ۴۲۵۳) اسنادہ ضعیف۔ سند میں انقطاع ہے۔ شرح ابن عیاد کی ایوارک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت مرسل ہوتی ہے۔

”اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کی زبان مبارک پر تمہیں پناہ دی ہے کہ تم سب گمراہی پر جمع نہیں ہو گے۔“

ائمہ اسلام کا معمول یہ تھا کہ انہیں جس مسئلہ میں اختلاف ہوتا اسے کتاب و سنت سے حل کر لیتے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ . قُرْآنٌ تَنَزَّلْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝﴾

(النساء: ۵۹/۴)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اطاعت کرو اللہ کی۔ اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی، اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع پیدا ہو جائے تو اسے اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی طرف پھیر دو۔ اگر تم واقعی اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی ایک صحیح طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے۔“

اگر ایک عالم کو کسی حدیث یا اس کا مفہوم معلوم ہو تو ممکن ہے کہ کسی دوسرے عالم کی نگاہ سے وہ حدیث مخفی ہو اور وہ اجتہاد کر رہا ہو لیکن اس انخفاء کے باوجود اسے صحیح نیت اجتہاد کا اجر ملے گا۔ کیونکہ صحیحین کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

((إِذَا اجْتَهَدَ الْحَاكِمُ فَأَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ - وَإِذَا اجْتَهَدَ فَأَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ))^۱

”جب حاکم نے اجتہاد کیا اور اس کی رائے صحیح ہوئی تو اسے دوہرا اجر ملے گا اور اگر خطا کی تو پھر بھی ایک اجر ضرور ملے گا۔“

بطور مثال اگر مطلع ابر آلود ہو اور چار آدمی مختلف جہتوں کی طرف منہ کر کے نماز ادا

۱ صحیح بخاری۔ کتاب الاعتصام : باب اجر الحاکم اذا اجتهد فاصاب او اخطأ (حلیث) :

۴۳۴ صحیح مسلم۔ کتاب الاقضية : باب بیان اجر الحاکم اذا اجتهد (حلیث) : (۱۷۶)

کریں تو ہر شخص ماجور ہوگا۔ البتہ ان میں سے جس شخص نے قبلہ کی طرف منہ کیا اسے دوبرا اجر ملے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی مثال دیتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿وَدَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَخْتَلِفُ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَسَتْ فِيهِ عَمَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِينَ ۝ فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ ۚ وَكَلَّمَ آدَمَ أَهْلَهُ وَقَالُوا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الْغَالِبِينَ ۝﴾ (الانبیاء: ۷۸ تا ۷۹)

”یاد کرو وہ موقع جب کہ داؤد اور سلیمان علیہ السلام دونوں ایک کھیت کے مقدمے میں فیصلہ کر رہے تھے، جس میں رات کے وقت دوسرے لوگوں کی بکریاں پھیل گئی تھیں اور ہم ان کی عدالت خود دیکھ رہے تھے۔ اس وقت ہم نے صحیح فیصلہ سلیمان علیہ السلام کو سمجھا دیا حالانکہ حکم اور علم ہم نے دونوں ہی کو عطا کیا تھا“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے دونوں پیغمبروں کی تعریف کی، لیکن اس کے باوجود ایک نبی کو معاملہ کی صحیح تفہیم سے نوازا۔

بہر کیف دین اسلام سارے کا سارا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ ہے کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ اس میں ذرہ بھر تبدیلی کرے۔ یہی مسلمانوں کا مکمل اسلام ہے۔ بخلاف نصاریٰ کے کہ انہوں نے اپنے علماء اور پیروں کو یہ اجازت دے رکھی ہے کہ دین اسلام میں کھلی تحریف کریں۔ ہماری اس بات کی تائید قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیت سے ہوتی ہے:

﴿إِن تَتَّبِعُوا أَهْلَ الْكِتَابِ سَوَّاهُمْ وَرُحْبَابَهُمْ أَرَبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ وَاللَّهُ وَالْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۖ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا ۚ لَّا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ سُبْحٰنَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝﴾ (التوبہ: ۳۱/۳۰)

”انہوں نے اپنے علماء اور پیروں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنا لیا ہے اور اسی طرح مسیح ابن مریم کو بھی۔ حالانکہ ان کو ایک معبود (اللہ) کے سوا کسی کی بندگی کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ وہ جس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں پاک ہے وہ ان مشرکانہ باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔“

اس آیت کی تائید و تشریح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

«انَّهُمْ أَحَلُّوا لَهُمُ الْحَرَامَ فَطَاعُوهُمْ وَحَرَّمُوا عَلَيْهِمُ الْحَلَالَ فَطَاعُوهُمْ فَكَانَتْ تِلْكَ عِبَادَتُهُمْ إِيَّاهُمْ»^۱
 ”ان کے علماء اور پیروں نے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کہا تو انہوں نے ان کی پیروی کی۔ یہی ان کی عبادت ٹھہری۔“

اللہ کی طرف غلط مسئلہ منسوب کرنا حرام ہے

ائمہ اسلام کا معمول تھا کہ وہ کتاب و سنت کی تعلیمات کے بغیر کسی چیز کے بارے میں نہ عبادت و اطاعت کا حکم دیتے اور نہ اسے قرب الہی کا ذریعہ بتلاتے، کیونکہ بغیر علم کے فتویٰ دنیا قرآن کریم کی رو سے حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَّنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ (الاعراف: ۳۱/۴۰)

”اے نبی ﷺ!..... ان سے کہو کہ میرے رب نے جو چیزیں حرام کی ہیں کہ وہ تو یہ ہیں بے شرمی کے کام، خواہ کھلے ہوں یا چھپے اور گناہ اور حق کے خلاف زیادتی، اور یہ کہ اللہ کے ساتھ تم کسی ایسے کو شریک کرو جس کے لیے اس نے کوئی سند نازل نہیں کی اور یہ کہ اللہ کے نام پر کوئی ایسی بات کہو جس کے متعلق تمہیں علم نہ ہو۔“

صرف تین مساجد کی طرف سفر زیارت جائز ہے

ائمہ دین کا اس پر اتفاق ہے کہ صرف تین مساجد، مسجد الحرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کی طرف رخت سفر باندھنا جائز ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

«لَا تُشَدُّ الرَّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

۱ سنن ترمذی۔ کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة التوبة (حدیث: ۳۰۹۵)

وَمَسْجِدِي هَذَا وَالْمَسْجِدَ الْأَقْصَى) ۱
 ”تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد کی طرف رخت سفر نہ باندھا جائے۔ یعنی مسجد
 الحرام میری یہ مسجد اور مسجد اقصیٰ۔“

کیا قبروں کی زیارت مطلقاً ممنوع ہے

قبرستان کی زیارت کے بارے میں اختلاف ہے۔

سلف کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ قبرستان کی زیارت ممنوع ہے ان کے نزدیک
 ممانعت کی تمنیح والی احادیث نہ تو مشہور ہیں اور نہ امام بخاری ہی نے ان کو نقل کیا ہے۔
 امام بخاری نے جو زیارت قبور کی حدیث نقل کی ہے تو انہوں نے اس عورت کی حدیث کا
 سہارا لیا ہے جو قبر پر رو رہی تھی۔ ۲

ابن بطلال رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

((لَوْلَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ لَزُرْتُ قَبْرَ ابْنِي))

”اگر رسول اللہ ﷺ نے منع نہ فرمایا ہوتا تو میں اپنے بیٹے کی قبر کی زیارت کے
 لیے ضرور جاتا۔“

حنفی رضی اللہ عنہ اور ابن سیرین رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ:

”سلف زیارت قبور کو مکروہ سمجھتے تھے۔“

ابن بطلال رضی اللہ عنہ کہتے ہیں امام مالک رضی اللہ عنہ سے زیارت قبور کے بارے میں سوال

کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ:

”رسول اللہ ﷺ نے پہلے پہل منع فرمایا لیکن بعد میں اجازت دے دی تھی لہذا

۱ صحیح بخاری۔ کتاب فضل الصلاة في مسجد مكة والمدينة : باب فضل الصلاة في

مسجد مكة والمدينة (حدیث : ۱۱۸۹) صحیح مسلم۔ کتاب الحج : باب فضل المساجد

الثلاثة (حدیث : ۱۳۹۷)

۲ صحیح بخاری۔ کتاب الجنائز : باب زيارة القبور (حدیث : ۱۲۸۳)

اب کوئی شخص زیارت قبور کے لیے جائے اور وہاں کوئی بدعت وغیرہ نہ کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ وہ زیارت قبور کو انتہائی کمزور اور ضعیف عمل خیال کرتے تھے۔

زیارت قبور سے ممانعت کے اسباب

اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء میں زیارت قبور سے روک دیا تھا۔ اس کی کئی وجوہ تھیں۔ مثلاً:

❁ اس سے انسان کا شرک میں مبتلا ہو جانا۔

❁ وہاں جا کر بین وغیرہ کرنا۔

❁ بعض لوگوں کا قبرستان جا کر ایک دوسرے پر کثرت قبور پر فخر کرنا۔

آیۃ کریمہ:

﴿ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ ﴾ (التکاثر: ۱۰۲ / تا ۲)

”تم لوگوں کو ایک دوسرے سے بڑھ کر دنیا حاصل کرنے کی دھن نے غفلت

میں ڈال رکھا ہے یہاں تک کہ تم قبروں تک پہنچ جاتے ہو“

کی تفسیر میں علماء نے لکھا ہے کہ لوگ اپنے خاندان کی قبروں کی کثرت پر فخر کیا

کرتے تھے۔

زیارت قبور کی مشروط اجازت

ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

یہ آیت کثرت زیارت قبور پر وعید ہے۔ یعنی تم نے عبادت کرنے اور علم حاصل

کرنے کی بجائے زیارت قبور کو ایک مشغلہ بنا رکھا ہے۔ اس زیارت قبور سے ان کا

مطلب یہ ہوتا تھا کہ ہمارے افراد قبیلہ زیادہ تھے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَرُورُوهَا وَلَا تَقُولُوا هَجْرًا))
 ”میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا۔ اب زیارت کے لیے چلے جایا کرو۔ اور وہاں کوئی خلاف شریعت بات نہ کرنا۔“

گویا آپ کا منع مندرجہ بالا آیت کی تشریح تھا۔ کچھ عرصہ بعد زیارت قبور کی اجازت اس لیے دے دی گئی تھی کہ اس سے نصیحت حاصل ہو۔ اس لیے اجازت نہ دی تھی کہ لوگ فخر و مباہات میں گرفتار ہو جائیں اور قبروں پر قبے بنا ڈالیں یا قبروں کو چونا سچ کر دیں اور وہاں میلے لگائیں اور ناچ گانے اور تو الیاں کریں۔

ہمارا مقصود یہ ثابت کرنا ہے کہ علماء امت اس پر متفق ہیں کہ آپ ﷺ نے زیارت قبور اور دبا، ختم، حزف اور مقبرہ وغیرہ برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا تھا۔ البتہ اس کے منسوخ ہونے میں اختلاف ہے۔

کچھ علماء کا خیال ہے کہ یہ حکم منسوخ نہیں ہوا۔ کیونکہ تنخ کی احادیث مشہور نہیں۔ اسی لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے وہ احادیث ذکر نہیں کیں جن میں تنخ عام کا ذکر ہے۔ کچھ علماء کا کہنا ہے کہ یہ منسوخ ہو چکا ہے پھر اس تنخ میں بھی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ یہ تنخ مباح ہے مستحب نہیں۔ امام مالک اور امام احمد رحمہما اللہ کا یہی مسلک ہے۔ اس کی وجہ بتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ نبی کے بعد جب صیغہ امر ہو تو اباحت کا فائدہ دیتا ہے جیسے ایک صحیح احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَرُورُوهَا. وَ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنِ الْاِنْتِزَاعِ فِي الْاَوْعِيَةِ فَانْتَبِهُوا وَلَا تَشْرَبُوا مُسْكِرًا))
 ”میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع کیا تھا اب زیارت کے لیے چلے جایا کرو۔ اور برتنوں میں نبیذ بنانے سے بھی منع کیا تھا۔ اب رخصت ہے۔ لیکن یاد رکھو کہ

۱ سنن نسائی۔ کتاب الجنائز : باب زيارة القبور (حدیث : ۲۰۳۵) واصطه فی صحیح مسلم۔

کتاب الجنائز : باب استئذان النبی ﷺ ربه عزوجل فی زیارة قبر امه (حدیث : ۹۷۷)

۲ صحیح مسلم۔ کتاب الجنائز : باب استئذان النبی ﷺ ربه عزوجل فی زیارة قبر امه

(حدیث : ۹۷۷)

نشہ آور چیز نہ پینا۔“

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی مروی ہیں:

((فَزُورُوهَا وَلَا تَقُولُوا هُجْرًا))^۱

”اب زیارت کے لیے چلے جایا کرو۔ لیکن اور وہاں کوئی خلاف شریعت بات نہ کرنا۔“

یہ حدیث اس بات پر دلالت کتاں ہے کہ زیارت قبور سے روکنا صرف اس بنا پر تھا کہ لوگ وہاں جا کر غیر شرعی اعمال کرتے تھے۔ چنانچہ اس راستہ ہی کو بند کر دیا۔ جیسے شروع میں عام برتنوں میں نیبڈ بنانے سے روک دیا گیا تھا، کیونکہ خمر شراب کا اثر آہستہ آہستہ ہوتا ہے اور پینے والا بے خبری میں شراب پی جاتا۔

اہل ایمان کی قبروں کی زیارت مستحب ہے

سلف امت کی اکثریت کا خیال ہے کہ مؤمنوں کی قبروں کی زیارت مستحب ہے تاکہ ان کے لیے دعاء اور ان پر سلام بھیجا جائے۔ جیسے کہ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ﷺ جنت البقیع تشریف لے جا کر وہاں ان کے لیے دعاء فرماتے۔ نیز صحیحین کی روایت سے بھی ثابت ہے کہ:

((أَنَّهُ خَرَجَ إِلَى شَهْدَاءِ أَحَدٍ فَصَلَّى عَلَيْهِمْ صَلَاتَهُ عَلَى الْمَوْتَى كَالْمَوَدِّعِ لِلْأَحْيَاءِ وَالْأَمْوَاتِ))^۲

”آپ شہدائے احد کی قبروں کے پاس گئے اور ان کے لیے ایسی دعاء کی جیسے عام میت پر جنازہ پڑھا جاتا ہے جیسے کہ آپ سب زندوں اور فوت شدگان کو رخصت کر رہے ہو“

۱ سنن نسائی۔ کتاب الجنائز: باب زيارة القبور (حدیث: ۴۰۳۵)

۲ صحیح بخاری۔ کتاب الجنائز: باب الصلاة على الشهيد (حدیث: ۱۳۴۳) و کتاب

المغازی: باب غزوة احد (حدیث: ۴۰۳۲) صحیح مسلم۔ کتاب الفضائل: باب اثبات

حوض نبی ﷺ (حدیث: ۲۲۹۶)

زیارت قبور کی مسنون دعاء

صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کو زیارت قبور کی یہ دعاء سکھلایا کرتے تھے:

((السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ۔ يَرْحَمُ اللَّهُ الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا وَ مِنْكُمْ وَالْمُسْتَأْخِرِينَ نَسْأَلُ اللَّهَ لَنَا وَلَكُمْ الْعَافِيَةَ۔ اللَّهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُمْ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُمْ وَاعْفُرْ لَنَا وَلَهُمْ))^۱

”اے مومنو! تم پر اللہ کی سلامتی ہو۔ ہم بھی ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تم اور ہم سب پر رحم فرمائے۔ ہم اپنے اور تمہارے لیے اللہ سے عافیت کی دعاء کرتے ہیں۔ اے اللہ! ان کے اجر سے ہمیں محروم نہ کرنا۔ اور ان کے بعد ہمیں کسی آزمائش میں مبتلا نہ کرنا۔ اے اللہ! ان کو اور ہم سب کو معاف فرما!“

مؤمنین کی قبروں کی زیارت کا یہ مسنون طریقہ تھا۔ اب رہے کافر تو ان کی قبروں کی زیارت کی بھی اجازت ہے تاکہ آخرت کی یاد تازہ ہو۔ البتہ ان کے لیے استغفار کرنا جائز نہیں ہے۔

صحیح مسلم میں رسول اللہ ﷺ کا اپنا واقعہ منقول ہے کہ:

((أَنَّهُ زَارَ قَبْرَ أُمِّهِ فَبَكَى وَابْكَى مِنْ حَوْلِهِ وَقَالَ اسْتَأْذَنْتُ رَبِّي فِي أَنْ أَزُورَ قَبْرَهَا فَآذَنَ لِي۔ وَاسْتَأْذَنْتُهُ فِي أَنْ أَسْتَغْفِرَ لَهَا فَلَمْ يَأْذُنْ لِي فَزُورُوا الْقُبُورَ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُكُمْ الْآخِرَةَ))^۲

۱ صحیح مسلم۔ کتاب الجنائز: باب ما يقال عند دخول القبور (حدیث: ۹۶۳، ۹۶۵)

۲ صحیح مسلم۔ کتاب الجنائز: باب استئذان النبی ﷺ به عزوجل فی زیارة قبر امه

(حدیث: ۹۷۶)

”آپ اپنی والدہ کی قبر پر تشریف لے گئے اور وہاں جا کر رو دیئے اور اپنے ساتھیوں کو بھی رلایا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اللہ سے ان کی قبر کی زیارت کی اجازت طلب کی تھی، جو مل گئی۔ میں نے ان کے لیے استغفار کی اجازت بھی طلب کی جس کی اجازت نہ ملی۔ لہذا قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ آخرت کی یاد تازہ کرتی ہیں۔“

علماء کے اختلاف پر کس کی بات مانیں؟

جس مسئلے میں علماء کا اختلاف ہو اس میں جس کے پاس دلیل شرعی ہو اس کا قول تسلیم کیا جائے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک کے پاس شرعی ثبوت نہ ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ علماء ہی انبیاء کے صحیح وارث ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَدَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَخُذُونَ فِي الْحَرَّةِ إِذْ نَفَسَتْ فِيهِ غَمَمٌ الْقُبُورِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِينَ ۝ فَهَمَّهَا سُلَيْمَانُ وَكَأَلَّا أُنْيَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا ۝﴾ (الانبیاء: ۸۱ تا ۸۹)

”یاد کرو وہ واقعہ جب کہ داؤد اور سلیمانؑ دونوں ایک کھیت کے مقدمے میں

فیصلہ کر رہے تھے، جس میں رات کے وقت دوسرے لوگوں کی بکریاں پھیل گئی تھیں اور ہم ان کی عدالت خود دیکھ رہے تھے۔ اس وقت ہم نے صحیح فیصلہ سلیمانؑ کو سمجھا دیا تھا حالانکہ حکم اور علم ہم نے دونوں ہی کو عطا کیا تھا۔“

نیت و عمل کے اعتبار سے زیارت قبور کی تین اقسام مندرجہ بالا تینوں اقوال باعتبار مختلفہ صحیح ہیں۔

III اگر زیارت قبور کے ساتھ شرک، کذب، بین اور نوحہ وغیرہ کا سلسلہ وابستہ ہو تو ایسی زیارت بالاجماع حرام ہے۔ جیسے مشرکین اور اللہ کے نافرمان بندوں کا عمل۔ کیونکہ اللہ کے ہاں پسندیدہ وین دین اسلام ہے اور وہ یہ کہ اللہ کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا جائے۔ اس کے فیصلے کو بسر و چشم قبول کر لیا جائے جس کام

کا وہ حکم دے اسے مان لیا جائے اور جس سے وہ محبت رکھے اسی سے محبت کی جائے۔ ہم اس پر عمل کرتے اور اسی کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں اور اسی واحد و یکتا ذات پر ہمارا بھروسہ ہے۔ ہم اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہیں اور ہم اپنی نمازوں میں اسی کا اقرار کرتے ہیں کہ:

﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ (الفاتحہ: ۵/۱)

”ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔“

ہم یہ اقرار اس لیے بھی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۝﴾ (مرد: ۱۳۳)

”پس اے نبی ﷺ تو اس کی بندگی کر اور اسی پر بھروسہ کر“

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝﴾

(البقرہ: ۱۵۳/۲)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو صبر اور نماز سے مدد لو۔ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلْفًا مِنَ اللَّيْلِ ۚ إِنَّكَ الْحَسْبُ يَذْهَبِنَ

التَّيْبَاتِ ۚ ذَٰلِكَ ذِكْرُكَ لِلذَّكَرَيْنِ ۝ وَأَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضَيِّعُ

أَجْرَ الْمُصْحَبِينَ ۝﴾ (مرد: ۱۱۴/۱۳ تا ۱۱۵)

”اور نماز قائم کرو دن کے دونوں سروں پر اور کچھ رات گزرنے پر۔ درحقیقت

نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ یہ ایک یاد دہانی ہے ان لوگوں کے لیے جو

اللہ کو یاد رکھنے والے ہیں اور صبر کرو۔ اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر کبھی ضائع

نہیں کرتا۔“

❧ زیارت قبور کی دوسری قسم یہ ہے کہ صرف میت کے غم، اس کی رشتہ داری اور دوستی

کی وجہ سے ہو۔ یہ زیارت مباح ہوگی جیسے بغیر بین اور نوحہ کے رونا مباح ہے۔

جیسے رسول اللہ ﷺ اپنی والدہ کی قبر پر تشریف لے گئے وہاں خود بھی روئے اور آپ ﷺ کے ساتھی بھی روئے۔ اور پھر فرمایا:

((زُورُوا الْقُبُورَ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُكُمْ الْآخِرَةَ))^۱

”قبروں کی زیارت کیا کرو۔ کیونکہ یہ آخرت کی یاد دہانی کراتی ہیں۔“

اس سے پہلے آپ ﷺ نے ایسی زیارت سے منع فرمایا تھا کیونکہ لوگ اپنے رشتہ داروں کی قبروں پر جا کر غیر شرعی حرکات کا ارتکاب کرتے تھے۔ کچھ عرصے بعد جب احکام اسلامی کی معرفت مسلمانوں کے دلوں میں راسخ ہو گئی تو پھر اس کی اجازت دے دی کیونکہ زیارت قبور میں موت کی یاد مضر ہے۔

اکثر لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب وہ اپنے کسی رشتہ دار کی قبر دیکھتے ہیں تو آخرت کی تیاری کا جذبہ ان کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے اور بعض اوقات اس موقع پر جزع فزع کا بھی صدور ہو جاتا ہے جس سے دو محتراض امور پیدا ہو جاتے ہیں یعنی فی نفسہ زیارت قبور مباح ہے۔ لیکن اگر اس سے مقصد سراسر اطاعت ہو تو یہ زیارت مستحسن ہوگی اور اگر اس میں کوئی غیر شرعی عمل کار فرما ہو تو پھر یہ محصیت کے دائرہ میں داخل ہوگی۔

تیسری قسم یہ ہے کہ میت کے لیے دعاء و استغفار کی نیت ہو۔ ایسی زیارت مستحب قرار پائے گی۔ اس کے استحباب پر سنت نبوی و ولایت کتال ہے کیونکہ ایسی زیارت رسول اللہ ﷺ نے خود کی ہے اور بطور خاص صحابہ کرام کو اس کی تلقین بھی فرمائی ہے۔

یہی مسجد تبا کی زیارت! تو جو شخص مدینہ منورہ جائے اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ مسجد قبا میں جا کر دو رکعت نماز ادا کرے نیز جنت البقیع اور شہدائے احد کی قبروں پر بھی جائے۔ جیسے رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا۔

۱ صحیح مسلم۔ کتاب الجنائز : باب استئذان النبی ﷺ عربہ عزوجل فی زیارة قبر امہ (حدیث: ۹۷۶)

اہل قبور کے حق میں دعاء کی جائے

پس زیارت قبور کا مقصد یہ ہے کہ صاحب قبر کے لیے دعاء کی جائے۔ مگر یہ جائز نہیں کہ قبر کو عبادت گاہ بنا لیا جائے۔ یہ عقیدہ کرنا بھی منع ہے کہ قبر پر دعاء کی جائے تو وہ جلدی قبول ہوتی ہے یا قبر پر دعاء کرنا گھریا مسجد میں دعاء کرنے سے افضل ہے۔ ہاں! ائمہ اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ قبرستان میں جا کر اہل قبور کے لیے دعاء کرنے سے نماز جنازہ میں شریک ہونا افضل ہے۔ یہ مشروع بھی ہے اور فرض کفایہ بھی۔

صاحب قبر سے استغاثہ شرک اور بین حرام ہے

اگر کوئی شخص میت کے قریب جا کر اسے پکارے یا استغاثہ فریاد کرے تو یہ فعل شرک ہوگا۔ ائمہ اسلام کا اس پر اتفاق ہے۔ نیز میت پر بین اور لوحہ بھی حرام ہے البتہ یہ استغاثہ سے ہلکا جرم ہوگا۔

نادان دوستوں کے طفلانہ استدلال

رسول اللہ ﷺ کے جنت البقیع اور شہدائے احد کی قبور پر تشریف لے جانے سے اگر کوئی شخص اپنے مشرکانہ اعمال کے لیے دلیل اخذ کرنے کی مذموم کوشش کرے تو اس کا یہ استدلال اس شخص سے بھی زیادہ گمراہ کن ہوگا جو آپ ﷺ کی نماز جنازہ سے دلیل لے کر کہتا ہے کہ میت کو پکارنا اس پر بین اور لوحہ کرنا اور اس کو اللہ کا شریک بنانا جائز ہے جیسا کہ اکثر جاہل کرتے ہیں اور بطور استدلال آپ ﷺ کا عمل پیش کرتے ہیں جو سراسر اللہ کی عبادت اس کی اطاعت پر مبنی تھا جو عمل کرنے والے کے لیے باعث اجر اور میت کے لیے فائدہ مند اور مزید برآں اللہ کی رضا پر مشتمل تھا۔ یہ لوگ اس خالص عمل کو سامنے رکھ کر اللہ کے ساتھ شرک کر کے میت کے لیے ایذا رسانی کا سبب بنتے ہیں۔ اور اپنی جان پر ظلم کرتے ہیں۔ جیسے آج کل مشرکین اور اہل بدعت کا شیوہ ہے جو نہ تو اپنے عمل میں اخلاص پیدا کرتے ہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے ہی کو تسلیم کرتے ہیں۔

زیارت قبور کے موقع پر ممنوعہ کام

پس ایسی زیارت قبور منع ہے جس میں مسنون اعمال تو ترک کر دیئے جائیں لیکن ممنوعہ کام انجام دیئے جائیں۔ جیسے جزع فزع بے ہودہ کلام اور بے صبری وغیرہ اسی طرح ایسی زیارت قبور بھی ممنوع ہے جو شرک باللہ غیر اللہ کو پکارتا اور ترک اخلاص پر مشتمل ہو تو یہ دونوں قسم کی زیارتیں ممنوع ہیں۔ البتہ مؤخر الذکر بلحاظ گناہ کے زیادہ سنگین ہے۔ لہذا قبر کے پاس جا کر یا قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

«لَا تَصَلُّوْا اِلَى الْقُبُوْرِ وَلَا تَجْلِسُوْا عَلَیْهَا»^۱

”نہ قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو اور نہ ان کے اوپر مجاور بن کر بیٹھو۔“

پس زیارت قبور کی دو صورتیں ٹھہریں:

❧ پہلی وہ جس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا اور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ غیر مشروع ہے۔ اور وہ یہ کہ قبور کو عبادت گاہ بت خانہ اور میلے کی جگہ بنا لیا جائے۔ لہذا وہاں فرض یا نفل نماز کی ادائیگی کے لیے جانا بھی غلط ہے اور یہ بھی غلط ہے کہ قبر کی عبادت جنوں کی طرح کی جائے۔ انہیں میلے کی جگہ بنا لیا جائے کہ لوگ ایک مقررہ وقت پر وہاں جمع ہوں جیسے عرفات اور منیٰ میں مسلمان جمع ہوتے ہیں۔

❧ دوسری زیارت شرعیہ ہے جو اکثر علماء کے نزدیک مستحب ہے۔ بعض علماء اسے مباح اور بعض مطلق ممنوع کہتے ہیں جس کی تفصیل سابقہ صفحات میں گزر چکی ہے۔ شرعی دلائل جس کی تائید و حمایت میں ہیں وہ یہ ہے کہ ہم مطلق کو مقید پر محمول کریں۔ اس صورت میں زیارت کی مندرجہ ذیل تین قسمیں ہوں گی:

❧ ممنوع ❧ مباح ❧ مستحب

امام مالک رحمہ اللہ کے ہاں تیسری صورت صحیح ہے اور وہ اس کی تائید میں وہی روایات

۱ صحیح مسلم۔ کتاب الجنائز، باب النهی عن الجلوس علی القبر والصلاة الیہ (حدیث)

و آثار پیش کرتے ہیں جن میں مسجد نبویؐ مسجد قباء جنت البقیع اور شہدائے احد کی قبور کی زیارت کا تذکرہ ہے۔

رسول اکرم ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ان دو مساجد اور دو قبرستانوں کے سوا کہیں تشریف نہ لے جاتے تھے۔ آپ نماز جمعہ اپنی مسجد میں پڑھتے اور ہفتہ کے روز مسجد قباء تشریف لے جاتے تھے۔ جیسا کہ صحیحین میں سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ:

((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَأْتِي قُبَاءَ كُلِّ سَبْتٍ رَاكِبًا وَمَا شَيْئًا فَيُصَلِّي فِيهِ رَكَعَتَيْنِ))^۱

”رسول اکرم ﷺ ہر ہفتہ پیادہ پا اور کبھی سواری پر مسجد قبا تشریف لے جا کر دو رکعت نماز ادا فرماتے۔“

قبور کو عبادت گاہ بنانے کی نفی میں احادیث کا ذخیرہ بے شمار ہے..... جو صحیحین اور ان کے علاوہ کتب حدیث میں محفوظ ہے۔ ان میں سے چند ایک احادیث قارئین کرام کے لیے پیش خدمت ہیں۔

قبر پر مسجد بنانے والوں پر اللہ کی لعنت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَلُّوا قُبُورَ آبَائِهِمْ مَسَاجِدًا))^۲

”اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرنے کیونکہ انہوں نے اپنے انبیاء ﷺ کی قبور کو

۱ صحیح بخاری۔ کتاب فضل الصلاة في مسجد مكة والمدینة۔ باب اتيان مسجد قباء ماشيا وراكبا (حلیث : ۱۱۹۳) صحیح مسلم۔ کتاب الحج۔ باب فضل مسجد قباء و فضل الصلاة فيه (حلیث : ۳۹۹)

۲ صحیح بخاری۔ کتاب الجنائز : باب ما يكره من اتخاذ المساجد على القبور (حلیث : ۱۳۳۰) صحیح مسلم۔ کتاب المساجد : باب النهي عن بناء المسجد على القبور (حلیث : ۵۲۹)

عبادت گاہ بنا لیا تھا۔“

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا:

((لَوْلَا ذَلِكَ لَأَبْرَزَ قَبْرُهُ وَلَكِنْ خَشِيَ أَنْ يَتَّخَذَ مَسْجِدًا))^۱

”اگر عبادت گاہ بن جانے کا خدشہ نہ ہوتا تو آپ ﷺ کی قبر کرم کو ظاہر کر دیا

جاتا“

صحیح مسلم میں درج ذیل حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات سے

پانچ روز قبل فرمایا:

((إِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ الْقُبُورَ مَسَاجِدَ آلا فَلَا

تَتَّخِلُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ فَإِنِّي أَنهَكُم عَنْ ذَلِكَ))^۲

”تم سے پہلی قومیں قبور کو عبادت گاہ بنا لیا کرتی تھیں۔ خبردار! تم ایسا ہرگز نہ کرنا

میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں۔“

صحیحین میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے:

((لَمَّا نَزَلَ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ طَفِقَ يَطْرُحُ خَبِيصَةً لَهُ عَلَى وَجْهِهِ فَإِذَا

اغْتَمَّ كَشَفَهَا فَقَالَ وَهُوَ كَذَلِكَ: لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى

اتَّخَلُّوا قُبُورَ آبَائِهِمْ مَسَاجِدَ يُحْدِرُ مِثْلَ مَا صَنَعُوا))^۳

”رسول اللہ ﷺ پر جب آثار وفات ظاہر ہوئے تو آپ شہت تکلیف کی وجہ

سے اپنی چادر کو بار بار اپنے چہرہ انور پر ڈال لیتے، جب ذرا لٹاقتہ ہوتا تو

فرماتے: یہود و نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ کیونکہ انہوں نے اپنے انبیاء ﷺ

کی قبور کو عبادت گاہ بنا لیا تھا آپ ﷺ ان کے اس عمل بد سے ڈرا رہے

۱ بخاری و مسلم (حوالہ سابق)

۲ صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب النهی عن بناء المسجد على القبور (حدیث: ۵۳۲)

۳ صحیح بخاری، کتاب الصلاة: باب (۵۵) (حدیث: ۳۳۲) صحیح مسلم، کتاب

المساجد: باب النهی عن بناء المسجد على القبور (حدیث: ۵۲۹)

تھے۔

صحیحین میں ابو ہریرہؓ سے مروی حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 ((قَاتَلَ اللَّهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ))
 ”اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ کو تباہ کرے۔ کیونکہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو
 عبادت گاہ بنا لیا تھا۔“

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی مروی ہیں:

((لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ))
 ”اللہ نے یہود و نصاریٰ پر لعنت کی ہے کیونکہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو
 عبادت گاہ بنا لیا تھا۔“

بزرگان دین کی تصویریں بنانے اور آویزاں کرنے والے لوگ

صحیحین میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ ام المومنین ام
 حبیبہ اور ام المومنین ام سلمہؓ نے حبشہ کے ایک کنیہ کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت
 میں کیا جس میں بہت سی تصاویر تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

((إِنَّ أَوْلِيكَ إِذَا كَانَ فِيهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ بَنَوْا عَلَى قَبْرِهِ
 مَسْجِدًا وَصَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ التَّصَاوِيرَ وَأَوْلِيكَ شِرَارُ الْخَلْقِ
 عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))

”یہ وہ لوگ تھے کہ جب ان میں سے کوئی صالح شخص فوت ہو جاتا تو اس کی قبر
 پر مسجد بنا لیتے پھر اس میں اس کی تصویر لٹکا دیتے۔ قیامت کے روز یہ لوگ اللہ

۱۔ صحیح بخاری۔ کتاب الصلاة : باب (۵۵)۔ (حدیث : ۴۳۷۷) صحیح مسلم۔ کتاب

المساجد : باب النهی عن بناء المسجد على القبور (حدیث : ۵۳۰)۔

۲۔ صحیح مسلم (حوالہ سابق)

۳۔ صحیح بخاری۔ کتاب الصلاة : باب الصلاة في البيعة (حدیث : ۴۳۳۷ ۴۳۳۸) صحیح

مسلم۔ کتاب المساجد : باب النهی عن بناء المسجد على القبور (حدیث : ۵۳۸)

کے ہاں شریر ترین شمار ہوں گے۔“

ابن مسعودؓ سے اس سلسلے میں بہت سی احادیث مروی ہیں۔ ابن مسعودؓ سے ایک

حدیث مروی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

((إِنَّ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ مَنْ تَذَرُكُهُمُ السَّاعَةُ وَهُمْ أَحْيَاءٌ وَالَّذِينَ
يَتَخَذُونَ الْقُبُورَ مَسَاجِدًا))^۱

”شریر ترین وہ لوگ ہوں گی جو زندہ ہوں گے اور قیامت برپا ہو جائے گی۔ اور

وہ بھی جو قبروں کو عبادت گاہ بنا لیتے ہیں۔“

قبر پر میلے سے ممانعت

سنن ابی داؤد میں ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں جن میں رحمت عالم ﷺ نے فرمایا

کہ:

((لَا تَتَّخِذُوا قَبْرِى عَيْدًا. وَصَلُّوا عَلَيَّ حَيْثُمَا كُنْتُمْ فَإِنَّ صَلَاتِكُمْ
تُبَلِّغُنِي))^۲

”میری قبر کو میلہ گاہ نہ بنا لیتا۔ تم جہاں بھی ہو مجھ پر درود بھیجو تمہارا درود مجھ

تک پہنچا دیا جائے گا۔“

موطامالک میں مروی حدیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِى وَثْنَا يُعْبَدُ. اِشْتَدَّ غَضَبُ اللَّهِ عَلَي قَوْمٍ
اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدًا))^۳

”اے اللہ!..... میری قبر کو بت نہ بننے دینا کہ جس کی پوجا شروع ہو جائے۔“

۱ مسند احمد (۱/۴۰۵، ۴۳۵) و صحیح ابن حبان (۳۳۰) و علقہ البخاری فی کتاب الفتن باب

ظہور الفتن (حدیث: ۶۰۶۷) مختصراً

۲ سنن ابی داؤد۔ کتاب المناسک: باب زیارة القبور (حدیث: ۲۰۴۲)

۳ موطا امام مالک (۱/۱۶۲) کتاب قصر الصلاة فی السفر مسند احمد (۲/۲۳۶)

اس قوم پر اللہ کا غضب نازل ہوا جس نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا تھا۔“

حضرت علی کے پڑپوتے کی اندلسی کو فہمائش

سنن سعید بن منصور میں یہ واقعہ منقول ہے کہ عبد اللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابوطالب جو حسینی خاندان اور خلافت منصور کے دور میں تیج تابعین میں انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے وہ خود کہتے ہیں:

((رَأَى رَجُلًا يَكْثُرُ الْأَخْتِلَافُ إِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ فَقَالَ: يَا هَذَا إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: "لَا تَتَّخِذُوا قَبْرِي عَيْدًا وَصَلُّوا عَلَيَّ حَيْثُمَا كُنْتُمْ فَإِنَّ صَلَوَتَكُمْ تُبَلِّغُنِي." فَمَا أَنْتَ وَرَجُلٌ بِالْأَنْدَلُسِ إِلَّا سَوَاءٌ))

”انہوں نے ایک شخص کو بار بار قبر کرم کے پاس آتے جاتے دیکھا۔ انہوں نے کہا اے فلاں! رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”میری قبر کو میلہ گاہ نہ بنا لینا اور جہاں بھی تم ہو مجھ پر درود بھیجتے رہو۔ تمہارا درود مجھ تک پہنچا دیا جائے گا“ لہذا تم اور اندلس میں رہنے والا شخص برابر ہو۔“

رسول اللہ پر سلام اور اس کا جواب

زیارت قبر کرم اور آپ ﷺ پر درود و سلام پڑھنے کے لیے ائمہ اسلام نے اتباع رسول کا ارادہ کیا تو انہوں نے سنت رسول ﷺ کی جستجو کی۔ چنانچہ امام احمد رحمہ اللہ نے سیدنا ابو ہریرہ سے مروی حدیث پر اعتماد کیا جو کتب سنن میں موجود ہے جس میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

((مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللَّهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ))

ل فضل الصلاة على النبي ﷺ (۳۰۴۰)

السلام)“
 ”اگر کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ میرے جسم میں روح کو واپس کر دے گا یہاں تک میں اس کے سلام کا جواب دوں گا۔“

سنن ابی داؤد۔ کتاب المناسک : باب زیارة القبور (حدیث : ۴۰۳۱)

هَذَا خَيْرٌ بَاطِلٌ لَا يَسْتَعْلَى بِهِ فَإِنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ هَالِكٌ جِدًّا ضَعَفَهُ أَحْمَدُ وَأَبْنُ الْمَدِينِيِّ وَأَبْنُ مَعِينٍ وَأَبُو زُرْعَةَ وَأَبُو حَاتِمٍ وَالنَّسَائِيُّ وَغَيْرُهُمْ وَقَالَ السَّاجِيُّ مُتَكْرِرُ الْحَدِيثِ وَقَالَ الطَّحَاوِيُّ حَدِيثُهُ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ فِي النَّهْيَةِ مِنَ الضَّعْفِ وَقَالَ الْحَاكِمُ رَوَى عَنْ أَبِيهِ أَحَادِيثَ مَوْضُوعَةً. وَقَالَ ابْنُ الْجَوْرِيِّ أَجْمَعُوا عَلَى ضَعْفِهِ كَذَا فِي التَّنْهِيبِ

لابن حجر العسقلاني ص- ۱۷۸- ۱۷۹ جلد ۱

”یہ روایت باطل ہے اور یہ توجہ کے قابل نہیں۔ کیونکہ عبدالرحمن بن زید بن اسلم بہت زیادہ کمزور تھی کہ اسے حدیث کے معاملہ میں جاہ کن قرار دیا گیا ہے۔ احمد بن حنبل ابن مدینی ابن صحن ابو زرعة ابو حاتم اور نسائی وغیرہم رحمہم اللہ جیسے ائمہ جرح و تعدیل نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ علامہ ساجی فرماتے ہیں: یہ منکر حدیث ہے علامہ طحاوی فرماتے ہیں۔ اس کی حدیث اہل حدیث کے نزدیک حد درجہ کمزور ہے۔ حاکم فرماتے ہیں: یہ اپنے باپ سے موضوع احادیث بیان کرتا ہے۔“ ابن جوزی فرماتے ہیں: ”اس کے ضعف پر اجماع ہے۔“ اس طرح تہذیب الحدیب ج ۶ ص- ۱۷۸- ۱۷۹ میں ابن حجر عسقلانی رحمہم اللہ نے بھی تحریر فرمایا ہے:

وَقَالَ شَيْخُ الْإِسْلَامِ ابْنُ تَيْمِيَّةٍ فِي كِتَابِ "التَّوَسُّلِ وَالْوَسِيلَةِ" ص ۸۹ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ضَعِيفٌ بِإِتِّفَاقِهِمْ يَغْلِبُ كَثِيرًا. وَضَعَفَهُ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَأَبُو زُرْعَةَ وَأَبُو حَاتِمٍ وَالنَّسَائِيُّ وَالْدَّارِقُطِيُّ وَغَيْرُهُمْ وَقَالَ أَبُو حَاتِمٍ وَأَبْنُ حِبَّانَ كَانَ يُقَلِّبُ الْأَخْبَارَ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ حَتَّى كَثُرَ ذَلِكَ فِي رِوَايَتِهِ مِنْ رَفْعِ الْمَرَامِسِلِ وَإِسْنَادِ الْمَوْقُوفِ فَاسْتَحَقَّ التَّرْكَ. فَلَا شَكَّ فِي كَوْنِ الْخَبَرِ مَوْضُوعًا لِاسْمَا وَقَدْ رَوَاهُ عَنْ أَبِيهِ عَلَى مَا نَصَّ عَلَيْهِ الْحَاكِمُ. وَقَدْ ذَكَرَ النَّعْمِيُّ فِي مِزَانِ الْأَعْتِدَالِ (ص ۵۳۵ جلد ۱) فِي تَرْجَمِهِ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ هَذَا الْحَدِيثَ فِي مُتَكْرَرَاتِهِ.

”شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہم اللہ اپنی کتاب التوسل والوسیلہ ص ۸۹ پر رقمطراز ہیں۔ عبدالرحمن بن زید بن اسلم بالاتفاق ضعیف ہے بہت سی غلطیاں کرتا ہے۔ اسے احمد بن حنبل ابو زرعة ابو حاتم نسائی دارقطنی

◀ وغیر ہم اگر حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے۔ ابو حاتم اور ابن حبان فرماتے ہیں یہ روایت کو پلٹ دیا تھا اور اسے مطہم بھی نہیں ہوتا تھا اس لیے اس کی بیان کردہ روایات میں مرسل کو مرفوع اور مؤقف صحابہ کے قول کو مستند (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا دینے) کا صیغہ تھا۔ اس لیے حرک (چھوڑنے) کے لائق ہے۔ اس روایت کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں۔ خصوصاً اس نے اپنے باپ سے ایسے روایت کیا ہے جیسا کہ حاکم نے واضح بیان کیا ہے۔ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال ج ۲ ص ۵۱۵ میں عبدالرحمن بن زید بن اسلم کے حالات زندقہ کی بیان کرنے کے دوران اس حدیث کو معکر قرار دیا ہے۔

وَهَذِهِ الرَّوَايَةُ أَيْضًا فِي صَحِيحَتِهَا نَقَرْنَا. فَقَالَ الْحَافِظُ ابْنُ الْقَيْمِ فِي جَلَاءِ الْأَفْهَامِ ص ۲۳ طَبِيعٌ مُتَبَيِّنَةٌ. سَأَلْتُ شَيْخَنَا يَعْنِي ابْنَ تَيْمِيَّةَ عَنْ سَمَاعٍ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ "مَا كَانَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ ضَعِيفٌ فَمِنْ سَمَاعِهِ مِنْهُ نَقَرْنَا." انتهى۔

"اس روایت کی صحت اس لیے بھی محل نظر ہے کہ حافظ ابن قیم نے جلاء الافہام ۲۳ طبع کتبہ حیرہ میں فرمایا ہے: اس روایت کے بارے میں میں نے اپنے شیخ ابن تیمیہ سے بخلا سے دریافت کیا کہ زید بن عبداللہ نے سیدنا ابو ہریرہ سے سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا: اس نے انہیں پایا ہی نہیں سنا کہاں سے تھا۔ یہ ضعیف ہے اور اس نے سیدنا ابو ہریرہ سے سنا نہیں۔" (انجلی)

(۱۳۴) مرآة المفاتیح میں اس کی سند کو سن کر کہا گیا ہے یہ روایت ابوداؤد اور بیہقی کے حوالہ سے مشکوٰۃ میں باب الصلاة علی النبی ﷺ میں آئی ہے۔ اس میں عبدالرحمن بن زید بن اسلم راوی نہیں ہے اس کے علاوہ راویوں سے مروی ہے۔ اور جو اس حدیث کے معنی میں اشکال پیش کیا گیا ہے کہ روح کا لگانا اور داخل ہونا یہ نبی کریم ﷺ کے لیے باعث تشویش رہتا ہے تو اس کا جواب انہوں نے یہ دیا ہے کہ یہ بزرگ کا معاملہ ہے جو کہ آنکھوں سے پردہ خفاء میں ہے۔ اسے دنیاوی موت و حیات پر قیاس کرنا درست نہیں اس پر ایمان لانا ہی ہمارے لیے بہتر ہے۔ علی گھوڑے اس میدان میں دربانہ و ماجر آجاتے ہیں۔"

(ج ۳ ص ۵۱۲ از ترجمہ عباس انجم کوٹلوی)

ثُمَّ فِي الْمَتْنِ إِشْكَالٌ مِنْ حَيْثُ الْمَعْنَى. بَلْ إِغْضَالَ لِأَنَّ الرَّوْدَ يَسْتَلْزِمُ خُرُوجَ الرُّوحِ وَالذَّهَابَ عَنِ الْجَسَدِ وَالرُّوْدَ مُعْلَقٌ بِسَلَامٍ مُسَلِّمٌ عَلَيْهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

"پھر متن میں معنی کے اعتبار سے ایک اشکال ہے بلکہ بہت پیچیدگی ہے۔ وہ یہ ہے کہ روح کو لگانا روح کے نکلنے کا تقاضا کرتا ہے۔ روح کا جسم سے جدا ہونا اور لگانا یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجے والے کے سلام کے ساتھ وابستہ ہے۔"

◀

ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے یہی حدیث ذکر کی ہے لیکن انہوں نے قبر مکرم کی زیارت کے لیے اس حدیث کے علاوہ کوئی دوسری حدیث ذکر نہیں کی۔ اور اسی حدیث پر عنوان قائم کیا ہے کہ ”باب زیارة القبر“

بائیں ہمہ اس حدیث کے مفہوم میں ائمہ حدیث کا اختلاف ہے۔ ائمہ اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ عرف عام میں جسے زیارت قبور کہا جاتا ہے اس پر یہ حدیث منطبق نہیں ہوتی۔

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا اس سے حجرہ مبارک کے باہر سے سلام پیش کرنا مقصود ہے؟

جن علماء نے اس حدیث کو محل موضوع بنایا ہے وہ اس حدیث کو دونوں صورتوں میں شامل کرتے ہیں اور یہ حدیث ان کی آخری دلیل ہے۔ اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قریب سے

◀ وَالْحَالُ أَنَّ الْمُسْلِمِينَ يُسَلِّمُونَ عَلَيْهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَمِيعِ سَاعَاتِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ۔ فَتَمْتَنِي بِخُرُوجِ الرُّوحِ وَمَتْنِي يَرْجِعُ أَوْ يَرُدُّ؟ أَلَلَّهِمَّ إِلَّا أَنْ يَكُونُ ضَبْطُ مَتْنِ هَذِهِ الرَّوَايَةِ بِلَفْظِ: أَلَا رَدَّ اللَّهُ إِلَى رُوحِي (أَي بِحَرْفِ الْجَارِ وَ مَجْرُورُهُ قَوْلُهُ رُوحِي) فَلَا اشْتِكَالَ أَصْلًا۔ وَأَمَّا الْقِرَاءَةُ بِأَلَى بِأَلْيَاءِ الْمُشَدَّةِ الْمَجْرُورَةِ بِحَرْفِ إِلَى فَلَا يَسْتَقِيمُ الْمَعْنَى وَلَا يَصْلُحُ انْتِسَابُهُ إِلَى النَّبِيِّ الْمَعْتَصَمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَأْنُهُ أَجَلٌ مِنْ ذَلِكَ۔ وَيَنْظُرُ تَعَلُّقُ الْمُخَالَفِينَ بِهَذِهِ الرَّوَايَةِ۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

”اور صورت حال یہ ہے کہ شب و روز میں کوئی ایسی گزری نہیں کوئی ایسا لمحہ نہیں جب کوئی نا کوئی مسلمان سلام نہ کہہ رہا ہو۔ اب بتائیں ایسی کیفیت میں کب روح نکلے؟ کب لوٹی؟ اور کب واپس آئے؟“ ہم یہ معنی ایک صورت میں ہو سکتا ہے کہ اس روایت کے الفاظ یوں ہوں: أَلَا رَدَّ اللَّهُ إِلَى رُوحِي مگر اللہ تعالیٰ اسے لوٹاتے ہیں میری روح کی طرف یعنی الی حرف جر (ذیر والے) کے ساتھ روح کو مجرور (ذیر والا) لاتے، تو جب اشکال اور پیچیدگی ختم ہو جاتی ہے اور اگر اس کی قرأت الی پر ہمیں تو پھر معنی درست نہیں بیٹھتا۔ نیز سلام لوٹانے کی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کی جانب کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اس سے بالاتر ہے۔ نتیجتاً اس روایت سے جو مخالفین نے وابستگی کا اظہار کر کے جو دلیل لی ہے وہ باطل ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔ (انجی)

سلام سن لیتے ہیں اور جو شخص دور ہو اس کا درود و سلام آپ ﷺ تک بذریعہ ملائکہ پہنچا دیا جاتا ہے۔ نسائی میں مروی حدیث اس کی تائید کرتی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((إِنَّ لِلَّهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ يُبَلِّغُونَنِي عَنْ أُمَّتِي السَّلَامَ))^۱
 ”اللہ کے کچھ فرشتے زمین میں گھومتے پھرتے رہتے ہیں جو میری امت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔“

کتب سنن میں اوس بن اوس^۲ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 ((اَكْثَرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلَيْلَةِ الْجُمُعَةِ. فَإِنَّ صَلَاتِكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ قَالُوا: وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ أَرِمْتَ؟ فَقَالَ: إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَيَّ الْأَرْضَ أَنْ تَأْكُلَ لَحْمَ الْأَنْبِيَاءِ))^۳

”جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کو مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہمارا درود آپ کے سامنے کیسے پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ مٹی ہو چکے ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو نکل سکے۔“

قبر مبارک پر سلام کہنے کا طریقہ

موطا مالک میں عبد اللہ بن عمر^۴ کا ایک اثر منقول ہے کہ وہ جب قبر مکرم کے پاس

۱ سنن نسائی۔ کتاب السہو : باب التسليم على النبي ﷺ (حدیث : ۱۲۸۳)

۲ سنن ابی داؤد۔ کتاب الصلاة : باب فضل يوم الجمعة وليلة الجمعة (حدیث : ۱۰۳۷) سنن

نسائی۔ کتاب الجمعة : باب اكثر الصلاة على النبي ﷺ يوم الجمعة (حدیث : ۱۳۷۳)

سنن ابن ماجہ۔ کتاب اقامة الصلوات : باب في فضل يوم الجمعة (حدیث : ۱۰۸۵)

آتے تو یوں کہہ کر لوٹ جاتے:

((السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَبَا بَكْرٍ ا
السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَبَتِ))
”اے اللہ کے رسول ﷺ آپ پر سلام ہو! اے ابو بکر! آپ پر سلام ہو! اے ابا
جان! آپ پر سلام ہو!“

ایک روایت میں یہ تصریح موجود ہے کہ ابن عمرؓ جب کسی سفر سے واپس آتے تو قبر
مکرم کے پاس جا کر سلام عرض کرتے تھے۔

ابن عمرؓ کے اسی اثر پر اعتماد کرتے ہوئے امام مالکؒ کہتے ہیں کہ انسان حجرہ
مبارک کے قریب جا سکتا ہے۔ امام مالک کے نزدیک قبر مکرم کے پاس دیر تک کھڑے
ہو کر دعاء اور درود و سلام پڑھتے رہنا مکروہ اور بدعت ہے۔ سلف امت میں سے کسی نے
ایسا نہیں کیا۔ نیز امت کی اصلاح اسی طرح ممکن ہے جس طرح قرون اولیٰ کے مسلمانوں
کی اصلاح ہوئی تھی۔

انبیاء کرام علیہم السلام اور صالحین امت کی قبروں کی طرف رخت سفر باندھنا امام
مالکؒ کے دور تک اس عمل کا وجود نہ تھا۔ بلکہ صحابہؓ تابعین اور تبع تابعین کے دور کے
بعد اس بدعت کا رواج ہوا۔ کیونکہ ان تین ادوار کے متعلق رسول اللہ ﷺ کے تعریفی
کلمات موجود ہیں۔ ان تین ادوار کے بعد اس بدعت، جھوٹ اور شرک کو پھیلنے پھولنے کا
موقع ملا۔

امام مالکؒ سے سوال ہوا کہ: ”ایک شخص نے نذر مانی کہ وہ قبر مکرم کے
پاس جائے گا۔“

اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ امام موصوف نے جواب دیا کہ:
”اگر اس نے مسجد کا ارادہ کیا تھا تو اسے اپنی نذر پوری کرنی چاہئے اور مسجد میں

جا کر نماز ادا کرے۔ اور اگر اس کا ارادہ فقط قبر مکرم کی زیارت کرنا تھا تو اسے

اپنا ارادہ ترک کر دینا چاہئے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((لَا تَعْمَلُ الْمَطْيُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ))

”تین مساجد کے سوا کسی مسجد کے لیے سواریوں کو نہ چلایا جائے۔“

جو شخص انبیاء ﷺ اور صالحین کی قبروں کی زیارت کے لیے جاتا ہے تاکہ انہیں پکارے یا ان سے دعاء کا طالب ہو۔ یا یہ عقیدہ رکھے کہ ان کی قبر کے پاس دعاء جلدی قبول ہوتی ہے۔ تو اس قسم کے عقائد و اعمال امام مالک رحمہ اللہ کے دور میں معروف نہ تھے۔ حتیٰ کہ قبر مکرم کے پاس بھی اس قسم کے اعمال کا وجود نہ تھا۔

قبر مکرم کے پاس دیر تک دعاء اور درود و سلام کے لیے کھڑے رہنا جب مکروہ اور بدعت ٹھہرا تو اس شخص کے بارے میں کیا کہا جائے گا جو نہ تو درود و سلام کہنے کا ارادہ رکھتا ہے نہ دعاء کے لیے ہاتھ اٹھاتا ہے بلکہ اس کے برعکس وہ رسول اللہ ﷺ سے دعاء کا طالب ہے۔ آپ سے مشکلات سے نجات کا خواہاں ہے۔ قبر مکرم کے نزدیک اپنی آواز کو بلند کر کے آپ ﷺ کو تکلیف پہنچاتا ہے۔ اللہ کے ساتھ شرک کر کے اپنے آپ پر ظلم کرنا ہے؟

زیارت نبوی کے متعلق چند معتبر روایات

ائمہ اربعہ اور ان کے علاوہ ائمہ اسلام نے ان روایات پر اعتماد نہیں کیا جو بعض لوگ بیان کرتے ہیں۔ ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

((مَنْ زَارَنِي فِي مَمَاتِي فَكَأَنَّمَا زَارَنِي فِي حَيَاتِي))

”جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں

میری زیارت کی۔“

دوسری روایت

(مَنْ زَارَنِي وَ زَارَ أَبِي لَفِي عَامٍ وَاحِدٍ ضَمِنْتُ لَهُ عَلَى اللَّهِ
الْجَنَّةَ))

”جس نے میری اور میرے والد کی ایک ہی سال میں زیارت کی تو میں اس
کے جنتی ہونے کی ضمانت دیتا ہوں۔“

یہ اور اسی قسم کی دوسری روایات ائمہ اسلام میں سے کسی نے ان کو روایت نہیں کیا۔
نہ ان پر اعتماد کیا، اور نہ ہی یہ روایات صحاح کے مصنفین نے اپنی کتابوں میں درج کیں۔
اور نہ ہی اہل سنن نے ان کو نقل کیا۔ صحاح اور سنن ایسی کتب ہیں کہ جن کی روایات پر
اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ یہ روایات ضعیف ہی نہیں بلکہ موضوع ہیں۔ جیسا کہ علماء رجال نے
لکھا ہے۔

جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں آپ ﷺ کی زیارت کی اس کا
شمار ان لوگوں میں ہوگا جنہوں نے آپ ﷺ کی طرف ہجرت کی۔ ان نفوس قدسیہ کے
مقابلہ میں اگر کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کر دے تو ایسے شخص کا اجر صحابہ
رضی اللہ عنہم کے ایک یا نصف مد ”جو“ کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ شخص فرائض کی ادائیگی
کرے تو بھی صحابہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ چہ جائیکہ نقلی عبادت! اس کے برعکس اس شخص کا
کیا حال ہوگا جو ایسا عمل کرے جو قرب الہی کا ذریعہ بھی نہیں۔ یا ایسا عمل کرے جس سے
رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ کسی شخص کو جائز نہیں کہ وہ یہ کہے کہ
”زُرْتُ قَبْرَ النَّبِيِّ ﷺ“ یہ اور اسی قسم کے دوسرے الفاظ کہنا مکروہ ہے۔ کیونکہ سنت خیر
الورثی میں اس قسم کے الفاظ نہیں ملتے۔ اس کی تعلیل میں بہت سی وجوہ نقل کی گئی ہیں۔
زیارت قبور میں عام احادیث کی روشنی میں بعض لوگوں نے یہ لفظ کہنے کی اجازت
دی ہے جو صحیح نہیں ہے۔

۱ یعنی ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام

بدعات سے بچنے کا سنہری اصول عمل صحابہ کی اتباع

امام مالک رضی اللہ عنہ ہر اس عمل کو مستحب سمجھتے ہیں جسے تمام علمائے امت نے مستحب کہا ہے۔ جیسے اس غرض سے مدینہ منورہ کا سفر کرنا کہ وہاں مسجد نبوی میں نماز ادا کی جائے گی۔ اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں ساتھیوں (ابوبکرؓ و عمرؓ) پر سلام کہا جائے گا۔ جیسے عبداللہ بن عمرؓ کیا کرتے تھے۔

زیر بحث مسئلہ میں امام مالک رضی اللہ عنہ کو دوسرے ائمہ سے زیادہ معلومات تھیں۔ کیونکہ انہوں نے تابعین کے عمل کو دیکھا جنہوں نے براہ راست صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فیض حاصل کیا تھا۔ اسی بنا پر امام مالک رضی اللہ عنہ سلف امت کی اتباع کو مستحب سمجھتے تھے۔ امام موصوف قبر مکرم کے پاس بدعت کو بہت برا سمجھتے تھے۔ اسی بناء پر قبر مکرم کے پاس دیر تک کھڑے ہو کر دعاء و سلام کہنا مکروہ سمجھتے تھے۔ کیونکہ یہ عمل صحابہ میں نہ تھا۔

مدینہ منورہ میں رہائش پذیر انسان جب مسجد نبوی میں آئے اور پھر قبر مکرم کے پاس بھی جائے تو اسے بھی امام مالک رضی اللہ عنہ مکروہ سمجھتے تھے۔ کیونکہ یہ عمل سلف امت میں نہیں پایا جاتا۔ امام مالک رضی اللہ عنہ کا یہ جملہ حقیقت میں سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے کہ:

((لَنْ يُصْلِحَ آخِرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ إِلَّا مَا أَصْلَحَ أَوْلَاهَا))

”اس امت کی اصلاح اسی طرح ہوگی جس طرح قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی

اصلاح ہوئی تھی۔“

صحابہ کرامؓ مسجد نبوی میں ابوبکر عمر فاروق عثمان غنی اور علی رضی اللہ عنہم کی امامت میں نمازیں ادا کرتے رہے اور اپنی نمازوں میں کہتے رہے:

((السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ))

”اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر سلام ہو۔ اور اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں نازل

ہوں۔“

جیسا کہ وہ آپ کی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کرتے وقت کہا کرتے

تھے۔

صحابہ کرام نماز سے فارغ ہو کر ذکر و اذکار میں مصروف رہتے یا اپنے کاروبار کے لیے نکل جاتے تھے۔ نماز کے بعد قبر مکرم کے پاس درود و سلام کے لیے ہرگز نہ آتے۔ کیونکہ انہیں علم تھا کہ وہ درود و سلام جو نماز کے اندر پڑھا گیا ہے وہ مکمل بھی ہے اور افضل بھی۔ اور یہی مسنون ہے درود و سلام کے لیے حجرہ مبارک میں داخل ہو کر قبر مکرم کے پاس جانا مشروع نہیں۔

رسول اللہ کی وصیت

آپ نے اس سے بایں الفاظ منع فرمایا:

«لَا تَخْلُقُوا قَبْرِي عَيْدًا وَ صَلُّوا عَلَيَّ حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَإِنَّ صَلَاتِكُمْ تَبْلُغُنِي»^۱

”میری قبر کو میلہ گاہ نہ بنا لیتا اور تم جہاں بھی ہو مجھ پر درود پڑھ لیتا۔ کیونکہ تمہارا درود مجھ تک پہنچا دیا جائے گا۔“

اس ارشاد گرامی میں رسول اللہ ﷺ نے اس امر کی وضاحت فرمائی کہ مجھ پر درود و

سلام دور سے پہنچایا جاتا ہے۔

بعض احادیث میں مروی ہے کہ جو شخص آپ پر ایک دفعہ درود و سلام پڑھتا ہے

اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ رحمت بھیجتا ہے۔^۲

حجرہ مبارک کو درود و سلام کے لیے مخصوص کر لینے کا مطلب یہ ہے کہ اسے عید بنا

لیا جائے جس سے آپ ﷺ نے سختی سے منع فرمایا ہے۔ قبر مکرم یا کسی بھی دوسری قبر کو

عبادت گاہ بنانے سے روکا ہی نہیں بلکہ اس پر لعنت فرمائی ہے تاکہ آپ کی امت اس

لعنت میں گرفتار نہ ہو جائے جس میں پہلی آیتیں گرفتار ہو چکی ہیں۔

۱ سنن ابی داؤد۔ کتاب المناسک : باب زیارة القبور (حدیث : ۲۴۴۲)

۲ صحیح مسلم۔ کتاب الصلاة : باب الصلاة علی النبی ﷺ بعد التشهد (حدیث : ۴۱۸)

صحابہ رضی اللہ عنہم کا دور بہترین دور تھا یہ نفوس قدسیہ سنت خیر الوریٰ سے کما حقہ آگاہ اور آپ کی تعلیمات کے متبع تھے۔ جب وہ مسجد نبوی میں تشریف لاتے تو ان میں سے ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو قبر مکرم کے نزدیک جاتا۔ نہ حجرہ کے اندر نہ باہر۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور اور جب تک ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بقید حیات رہیں اور آپ کی وفات کے کافی عرصہ بعد جب تک کہ دوسری دیوار نہیں چنی گئی تھی حجرہ مبارک میں داخلے کے لیے دروازہ تھا۔ بایں ہمہ صحابہ کرام قبر مکرم کے پاس جانے کی کوشش نہ کرتے نہ درود و سلام کے لئے نہ اپنے لیے دعاء کی خاطر نہ کسی سوال کی خاطر اور نہ ہی اہلیس کو موقع ملا کہ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں میں کوئی غلط و سوسہ ڈال سکے مثلاً کسی نے قبر مکرم کے پاس کوئی کلام سنا ہے جس سے یہ خدشہ پیدا ہو کہ یہ کلام نبی رضی اللہ عنہم کا تھا۔ یا یہ کہ آپ رضی اللہ عنہم نے سلام کا جواب دیا ہے۔ جیسا کہ عام قبروں کے پاس شیطان کو یہ موقع مل گیا۔ جس سے بہت سے لوگ گمراہ بھی ہو گئے۔ کیونکہ جب وہ کسی قبر کے پاس گئے تو انہوں نے کسی غیبی آواز کو سنا جس سے وہ یہ سمجھے کہ صاحب قبر ان سے ہمکلام ہے۔ جو انہیں کوئی فتویٰ دے رہا یا کسی چیز سے منع کر رہا ہے۔

فوت شدہ کی صورت میں اس قسم کا دوسوہ بھی ڈالا کہ وہ قبر سے نکل کر ملاقات کرے گا جس سے یہ لوگ خیال کریں گے کہ میت نے بذات خود قبر سے نکل کر ان سے گفتگو کی ہے جیسا کہ آپ رضی اللہ عنہم نے معراج کی رات بہت سے فوت شدگان کو دیکھا اور ان سے گفتگو کی۔

صحابہؓ کا مقام اور ان کے طبقات

صحابہ کرام کا دور خیر القرون کہلاتا ہے یہی لوگ خیر امت کا صحیح مصداق ہیں۔ صحابہؓ ہی نے بلا واسطہ رسول اللہ ﷺ سے دین اخذ کیا اور آپ ﷺ کے مقاصد کو سمجھا اور آپ ﷺ کے اعمال و افعال سے اس کا معائنہ کیا اور آپ کی زبان مبارک سے امت کی شفاء کا نسخہ سنا۔ یہ مقام دوسرے افراد کو حاصل نہ ہوا۔ اور پھر صحابہ کرامؓ ایک دوسرے سے

مستفید ہوتے رہے اور یہی وہ جوہر نایاب تھا جس کی بنا پر انہوں نے پوری دنیا سے ٹکری اور پھر تمام ادیان اور ان کے ماننے والوں کو لا تعلق چھوڑا ہی نہیں بلکہ ان سے اپنی جان اور مال سے جہاد بھی کیا۔ یہی وجہ تھی کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنْفَقَ أَحَدُكُمْ مِثْلَ
أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مَا أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ»

”میرے صحابہؓ کو گالی نہ دینا۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کر دے تو ان کے ایک یا نصف مد کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔“

یہ ارشاد گرامی آپ ﷺ نے خالد بن ولیدؓ کو اس وقت فرمایا تھا جب عبدالرحمن بن عوفؓ سے ان کا اختلاف ہو گیا تھا۔ کیونکہ عبدالرحمن بن عوفؓ کا شمار سابقین الاولین میں ہوتا ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے صلح حدیبیہ سے پہلے جہاد کیا اور اپنے قیمتی سرمایہ کو بھی اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے وقف کر دیا تھا۔

البتہ خالد بن ولیدؓ عمرو بن عاصؓ عثمان بن طلحہؓ حدیبیہ کے بعد اور فتح مکہ سے پہلے مدت معاہدہ میں مسلمان ہو گئے تھے۔ ان کا شمار سابقون الاولون میں نہیں ہوتا۔

اور جو لوگ فتح مکہ والے سال مسلمان ہوئے انہیں مہاجرین نہیں کہا جاتا۔ کیونکہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے۔ ان کا نام آپ ﷺ نے طلقاء رکھا تھا اس لیے کہ آپ ﷺ نے پورے تسلط اور کنٹرول کے بعد ان کو آزاد کیا تھا۔

السابقون الاولون صحابہ کرامؓ

کچھ صحابہ ایسے ہیں جنہوں نے بیعت رضوان میں شمولیت کا شرف حاصل کیا اور کچھ حبشہ کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے۔ ان ہی دو قسم کے صحابہؓ کو السابقون

۱ صحیح بخاری۔ کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ : باب (حدیث : ۳۶۴۳) صحیح مسلم۔

کتاب فضائل الصحابة : باب تحريم سب الصحابة ﷺ (حدیث : ۲۵۳۰، ۲۵۳۱)

الْأَوْلُونَ کا خطاب ملا۔ وہ خواہ مہاجر ہوں یا انصار۔ صحیحین میں جابر بن عبد اللہ سے مروی حدیث کے مطابق صلح حدیبیہ کے روز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

((أَنْتُمْ خَيْرُ أَهْلِ الْأَرْضِ))

”خطہ ارض پر تم سب سے بہتر ہو۔ اس روز ہماری تعداد چودہ سو تھی۔“

ان ہی خصوصیات کی وجہ سے ابلیس کو موقع نہ ملا کہ وہ ان کو گمراہ کر سکے۔ اور ان میں سے کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھ سکے۔ بتقاضائے بشریت ان سے ایسے اعمال بھی سرزد ہوئے جن پر نکیر ہو سکتی ہے بایں ہمہ ان میں سے ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جس میں کوئی بدعت پائی جائے۔ خارجی، رافضی، قدریہ، مرجہ اور جہمیہ وغیرہ یہ سب فرقے بعد کی پیداوار ہیں جن پر شیطان کا داؤ چل گیا۔

صحابہ کرام کے سامنے شیطان بے بس رہا

ان سابقوں الاولون میں ایک شخص بھی ایسا نہیں ملتا جس کے سامنے بشری صورت آ کر شیطان نے یہ کہا ہو کہ میں خضر علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، یا مسیح علیہ السلام ہوں۔ اور نہ ہی کسی قبر کے پاس آ کر اس قسم کی کلام کی جس سے یہ خیال پیدا ہو کہ یہ صاحب قبر ہے جو مجھ سے ہم کلام ہے۔

ہاں بعد میں آنے والوں پر شیطان کا بھرپور داؤ چلا۔ خصوصاً نصاریٰ پر جب کہ انہوں نے بزعم خود عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لٹکا دیا۔ ابلیس نے آ کر کہا کہ دیکھو! یہ ہیں کیلوں کے نشان۔ میں وہی مسیح ہوں۔ مجھے شیطان نہ سمجھتا کیونکہ شیطان کا جسم نہیں ہے وغیرہ وغیرہ۔

اسی قسم کی باتوں پر اعتماد کرتے ہوئے نصاریٰ نے بغیر مشاہدہ کہا کہ وہ سولی پر لٹکا دیئے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک شخص نے بھی چشم خود مسیح کو سولی پر لٹکے ہوئے نہیں

۱۔ صحیح بخاری۔ کتاب المغازی : باب غزوة الحديبية (حدیث : ۴۱۵۳) صحیح مسلم۔

کتاب الامارة : باب استحباب مبايعة الامام الجيش (حدیث : ۱۸۵۶)

دیکھا۔ البتہ یہودیوں میں سے چند ایک نے کسی کو سولی پر چڑھایا اور مشہور کر دیا کہ مسیح ہی مصلوب ہیں۔ اگرچہ یہود اپنے اس منصوبے میں بری طرح ناکام رہے لیکن ان کے اس ارادہ بد کی وجہ سے ان کو مجرم قرار دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَرَبِّكَ كُفْرِهِمْ وَ قَوْلِهِمْ عَلَىٰ مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا ۝ وَ قَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَىٰ ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا﴾ (النساء، ۳/۱۵۶ تا ۱۵۸)

”اپنے کفر میں یہ اتنے بڑھے کہ مریم علیہا السلام پر سخت بہتان لگایا اور خود کہا کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے۔ حالانکہ فی الواقع انہوں نے اس کو قتل کیا نہ صلیب پر چڑھایا، بلکہ معاملہ ان کے لیے مشتبہ کر دیا گیا۔ اور جن لوگوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ہے وہ بھی دراصل شک میں مبتلا ہیں۔ ان کے پاس اس معاملہ میں کوئی علم نہیں ہے محض گمان ہی کی بھردی ہے۔ انہوں نے مسیح کو بھینٹا قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا۔“

عیسیٰ کے بارے میں تفصیلات کا یہ موقع نہیں اس پر کسی دوسری جگہ مکمل بحث ہوگی۔ ان شاء اللہ۔

خلاصہ یہ کہ صحابہ کرامؓ پر شیطان کا داؤ نہ چل سکا کہ انہیں راہ راست سے ہٹا سکے۔ البتہ اہل بدعت کو گمراہ کرنے کے لیے اسے موقع مل گیا جنہوں نے قرآن کریم کی ایسی تاویلات کیں جو صحیح نہ تھیں یا وہ سنت سے بے بہرہ تھے یا ایسی ایسی باتیں سنیں اور دیکھیں جو مانوق الحقل تھیں تو انہوں نے ان کو انبیاء و صالحین کی کرامات خیال کیا حالانکہ ان باتوں کی شیطانی شعبدہ بازی سے زیادہ وقعت نہ تھی کہ اس نے جیسے نصاریٰ کو گمراہ کیا گیا۔

۱ دیکھیے امام مومون کی کتاب ”الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح“

نصاری اور اہل بدعت محکم آیات کو چھوڑ کر تشابہ آیات کی ٹوہ میں لگ گئے۔ تشابہات عقلی اور حسی دلائل کو سامنے رکھ کر ان پر عمل کرتے ہوئے ایسے ایسے امور سنتے اور دیکھتے جنہیں رحمانی خیال کرتے۔ حالانکہ وہ شیطانی دھوکہ ہوتے جن کی کوئی اصل نہ تھی اور ایسے بین اور واضح حق کو چھوڑ دیتے جس میں کسی قسم کا الجھاؤ نہ تھا۔

ابلیس انسانی شکل میں غیر اللہ سے استغاثہ کرانے میں بھی کامیاب نہ ہوسکا اور نہ ہی اپنی آواز کو صحابی کی آواز سے مشابہ کر سکا کہ یہ لوگ دھوکہ کھا جائیں۔ کیونکہ ان لوگوں کو علم تھا کہ یہ شرک ہے۔

شیطان یہ دھوکہ دینے میں بھی کامیاب نہ ہوسکا کہ وہ کسی صحابی کے دل میں یہ دوسوہ ڈال سکے کہ وہ کسی دوسرے صحابی سے کہے کہ اگر تمہیں کسی قسم کی حاجت ہو تو میری قبر پر آ کر مجھ سے فریاد کرنا۔ جیسا کہ بعد میں آنے والوں کو اس قسم کے دوسوے ڈالنے میں کامیاب ہو گیا۔

یہ دوسوہ بھی نہ ڈال سکا کہ وہ کسی سے یہ کہے کہ میں رجال غیب میں سے ہوں یا میں ان چار سات اور چالیس اوتاد میں سے ایک ہوں یا تم ان میں سے ہو۔ کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو علم تھا کہ یہ سراسر دجل و فریب اور جھوٹ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

یہ افتراء باندھنے میں بھی کامیاب نہ ہوسکا کہ وہ کسی سے یہ کہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ یا کم از کم قبر مکرم کے پاس ہی جا کر کسی سے کلام کر سکے۔ جیسا کہ بعد میں آنے والے لوگوں کے ساتھ ہوا۔ خصوصاً مشرکین اور اہل کتاب گمراہ ہوئے اور اب بھی ہو رہے ہیں۔ بعض اوقات یہ لوگ دیکھتے ہیں کہ کوئی شخص اسی بزرگ کی صورت میں نمودار ہوا ہے جو مدفون ہے جس کی عظمت و توقیر ہو رہی ہے۔

قبر پرستوں اور نصاریٰ کو شیطان خوب جھلکیاں دکھاتا ہے

کبھی کبھی نصاریٰ کو بھی یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ ان کا وہی نبی یا حواری ہے جس کی وہ تعظیم و توقیر کرتے ہیں۔

بعض اوقات اہل قبلہ میں سے گمراہ اور بدعتی لوگ اچانک دیکھتے ہیں کہ ان کے سامنے نبی یا کوئی ولی کھڑا گفتگو کر رہا ہے۔ اور یہ سوالات پوچھ رہے ہیں یا احادیث کے بارے میں گفتگو ہے اور وہ ان کو جواب دے رہا ہے۔

بعض لوگ ایسے بھی ہیں جن کو یہ وہم ہوتا ہے کہ حجرہ مبارک اچانک پھٹ گیا اور اس میں سے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے دونوں ساتھی نکلے اور ان سے معافہ کیا۔

بعض کو یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس نے دور دراز سے بلند آواز سے سلام کہا اور اس کی آواز رسول اللہ ﷺ تک پہنچ گئی۔

یہ اور اسی قسم کی دوسری بے شمار خرافات میں عوام کی اکثریت گرفتار ہے۔ اس سلسلے میں مجھے بعض لوگوں نے چشم دید واقعات بھی بیان کئے۔ بعض اوقات اس قسم کی خرافات سچے اور صحیح العقیدہ لوگوں کو بھی پیش آئیں جن کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں۔

مندرجہ بالا توہمات اکثر لوگوں میں اسی طرح پائے جاتے ہیں۔ ان میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو جھوٹ بولتے ہیں، کچھ افراد سچ بھی کہتے ہیں تو انہیں یہ وہم ہوتا ہے کہ اس کے تقویٰ اور دینداری کی وجہ سے یہ کرامت ظاہر ہوتی ہے، حالانکہ یہ شیطانی دوسرہ تھا، جو اس کے علم و حکمت کی دولت سے کورا ہونے کی وجہ سے پیدا ہوا تھا، جسے معمولی علم ہو اسے شیطان ایسے ایسے اعمال بتاتا ہے جو کھلم کھلا شریعت سے متصادم ہوتے ہیں۔ اور جسے شریعت کا علم ہو اسے ایسے اعمال بتاتا ہے جو بظاہر شریعت کے مخالف تو نہیں ہوتے لیکن ان میں دینی فائدہ بھی کچھ نہیں ہوتا۔ خصوصاً ایسے شخص کو اس کی معلومات کے مطابق گمراہ کرتا ہے۔ انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور ہوا۔ لیکن اس فائدہ سے اس کے دین کا نقصان زیادہ ہوتا ہے۔

لہذا شیطان نے کبھی بھی کسی صحابی سے یہ نہیں کہا کہ اس کے پاس حضرت موسیٰ عیسیٰ میں سے کوئی آیا تھا اور نہ ہی یہ کہا کہ اس کو رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا ہے۔

عبداللہ بن عمرؓ کا معمول تھا کہ وہ جب بھی کسی سفر سے واپس مدینہ طیبہ پہنچے تو قبر مکرم کے پاس آ کر رسول اللہ ﷺ کو سلام کہتے۔ لیکن انہوں نے کبھی بھی یہ نہیں کہا کہ مجھے آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا ہے۔ تابعین و تبع تابعین کا بھی یہی حال تھا البتہ بعض متاخرین میں بدعات و خرافات رواج پا گئی تھیں۔

صحابہ کرام کے مقابلہ میں ابلیس بے بس رہا

صحابہ کرامؓ اور خصوصاً خلفاء اربعہ کے درمیان بعض مسائل میں اختلاف رائے بھی ہوا لیکن کسی ایک صحابی سے ثابت نہیں کہ اس نے قبر مکرم کے پاس جا کر رسول اللہ ﷺ سے اس کا حل دریافت کیا ہو۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ کی لخت جگر قاطرہ کے دل میں بھی شیطان یہ دوسو نہ ڈال سکا کہ وہ قبر مکرم کے پاس جا کر اپنے بارے میں یہ سوال کرے کہ آیا اسے درشٹے گا یا نہیں؟

صحابہؓ کے دل میں یہ خیال بھی پیدا نہ کر سکا کہ وہ قحط سالی کے دوران رسول اللہ ﷺ سے بارش کی دعاء کرائیں یا امداد طلب کریں یا استغفار کریں، جیسا کہ آپ ﷺ کی زندگی میں امداد اور بارش کی دعاء کرایا کرتے تھے۔ آپ کی وفات سے لے کر قرون ثلاثہ کے اختتام تک اس قسم کے وساوس اور توہمات کا بالکل وجود نہ تھا۔ یہ گراہی اس وقت ظہور پذیر ہوئی جب کتاب و سنت اور توحید خالص کا علم لوگوں کے دلوں میں کمزور پڑ گیا۔ شیطان مسلمانوں کو گمراہ کرنے میں اسی طرح کامیاب ہوا جس طرح اس نے نصاریٰ کو گمراہ کیا تھا، جب نصاریٰ نے سیدنا مسیحؑ اور ان سے پہلے انبیاء کی تعلیمات کو فراموش کر دیا۔

شیطان صحابہ کرامؓ میں سے کسی میں یہ دوسوہ بھی پیدا نہ کر سکا کہ وہ ان میں سے کسی کو ہوا میں اڑا کر لے گیا ہو۔ اور نہ ہی یہ کہ اس نے طویل مسافت چند لمحوں میں طے کرا دی ہو۔ جیسا کہ متاخرین کے ساتھ کئی دفعہ ایسا ہو چکا ہے۔

صحابہؓ یہ سمجھتے تھے کہ حج، عمرہ اور جہاد کے لیے ہم جو دور دراز کا سفر کرتے ہیں تو ہر قدم پر ثواب ملتا ہے جتنی مسافت زیادہ ہوگی اس قدر اجر و ثواب بھی زیادہ ہوگا۔ جیسے کوئی شخص اپنے گھر سے نماز کے لیے مسجد کی طرف چلتا ہے تو ہر قدم پر ایک درجہ بلند اور دوسرے پر گناہ معاف ہوتا ہے۔ پس شیطان کے لیے یہ ممکن نہ رہا کہ وہ صحابہؓ کو اس اجر سے بائیں طور پر محروم کر سکے کہ انہیں ہوا میں اڑا کر لے جائے یا اتنی تیزی سے لے چلے کہ سینکڑوں میل کی مسافت چند لمحوں میں طے کرادے۔

صحابہ کرامؓ کو معلوم تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو اس لیے معراج کرائی گئی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بڑے بڑے نشانات دکھلائے، واقعہ معراج آپ کا خاصہ تھا۔ آپ سے پہلے اور بعد اس قسم کی معراج کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔ بعض اوقات شیطان شعبہ بازی دکھلاتا ہے جس سے جاہل انسان کو محسوس ہوتا ہے کہ وہ انتہائی بلندیوں پر جا پہنچا ہے۔

رہا بڑے سے بڑے دریا کو بغیر کشتی عبور کر جانا جیسے زمین پر چل رہا ہو۔ تو اس قسم کی ضروریات بعض اوقات مومنین کو بھی پیش آئیں۔ اس لیے کہ اگر وہ اس دریا کو عبور نہ کرتے تو دشمن سے مقابلہ اور جہاد کی فضیلت حاصل نہ ہوتی۔ لہذا ایسے اہم موقع پر رب کریم نے صحابہ اور تابعین کی عزت و تکریم کی خاطر ان مشکلات سے بھی عہدہ برآ ہونے کا شرف بخشا۔ جیسے العلاء بن الحضرمی، ابو مسلم خولانی اور ان کے ساتھی وغیرہ۔

مطلب یہ ہے کہ صحابہ کا دور خیرون القرون تھا اور وہ انبیاء علیہم السلام کے بعد امت میں افضل ترین افراد تھے۔ ان کے بعد آنے والے بعض افراد سے بھی اس قسم کی کرامات کا ظہور ہوا اس سے یہ گمان کرنا کہ یہ فضیلت صرف متاخرین کو حاصل ہے پہلے لوگ اس سے خالی تھے۔ سراسر شیطانی دھوکہ ہے جو کرامت کی نقیض ہے فضیلت نہیں۔ خواہ اس کا تعلق روز مرہ کے امور زندگی سے ہو یا عبادات سے۔ خرق عادت سے تعلق ہو یا ملکی سیاست سے، بہترین لوگ وہ تھے جو صحابہؓ کے متبع تھے، عبداللہ بن مسعود کا مشہور قول ہے:

((مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مُسْتَنًا فَلْيَسْتَنَّ بِمَنْ قَدَمَاتُ فَإِنَّ الْحَيَّ لَا يُؤْمِنُ عَلَيْهِ الْفِتْنَةُ أَوْلَيْكَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ اَبْرُ هَذِهِ الْأُمَّةَ قُلُوبًا وَ أَعْمَقَهَا عِلْمًا وَ أَقْلَهَا تَكْلُفًا. قَوْمٌ اخْتَارَهُمُ اللَّهُ لَصُحْبَةِ نَبِيِّهِ وَ اِقَامَةَ دِينِهِ، فَاعْرِفُوا لَهُمْ حَقَّهُمْ، وَ تَمَسَّكُوا بِهِدْيِهِمْ. فَإِنَّهُمْ كَانُوا عَلَى الْهَدْيِ الْمُسْتَقِيمِ))^۱

”تمہیں اپنے گزرے ہوئے سلف کا طریق زندگی اختیار کرنا چاہئے۔ کیونکہ زندہ شخص فتنہ سے بے خوف نہیں ہو سکتا۔ یہ تھے رسول اکرم ﷺ کے صحابہ کرام ان کے دل ساری امت سے پاکیزہ۔ ان کا علم بہت ہی گہرا اور ان میں تکلف نہ تھا یہ ایسے افراد تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت اور اقامت دین کے لیے جن لیا تھا۔ ان کے حقوق کو پہچاننا ان کے نقش قدم پر چلنا کیونکہ یہ ہدایت اور صراط مستقیم پر تھے۔“

خلاصہ کلام یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قبور سے متعلق تمام بدعات کو ترک کر دیا تھا جو عام قبور پر کی جاتی ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے منع فرما دیا تھا تاکہ آپ ﷺ کی امت اہل کتاب کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کر لے۔ کیونکہ انہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو وثن اور بت بنا لیا تھا۔

قبر مبارک پر سلام کہنے والے کو جواب ملتا ہے

بعض صحابہ جیسے عبداللہ بن عمرؓ جب کسی سفر سے واپس مدینہ منورہ پہنچتے تو آپ ﷺ پر سلام کہتے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کا معمول تو یہ بھی تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو سلام عرض کرتے اور پھر مسجد سے نکل جاتے ہر نماز کے وقت ایسا نہ کرتے۔ آپ کی عادت مبارک تھی کہ جو شخص سلام کہتا آپ اس کا

۱۔ ابن عبدالبر فی جامع بیان العلم (۲/۹۷) والہروی (ق ۱/۸۶) و رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ

(۳۰۵/۱) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما

جواب دیتے۔ اور اب بھی جو شخص قبر مکرم کے قریب جا کر سلام عرض کرتا ہے آپ اس کا جواب دیتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ جب ام المومنین عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو رسول اللہ ﷺ پر اسی طرح سلام عرض کرتے جس طرح آپ کی زندگی میں کہا کرتے تھے۔ صحابہؓ ان الفاظ میں سلام عرض کیا کرتے تھے:

((السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ))

”رسول اللہ ﷺ پر سلام ہو۔ اور اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں نازل ہوں۔“

ہر مومن کو قبر پر سلام کہنے سے جواب ملتا ہے

تمام مومنوں کی قبروں پر جا کر سلام کہنا تو عام ہے۔ البتہ جو شخص ایسے انسان کی قبر کے پاس آتا ہے جسے وہ زندگی میں جانتا تھا اور اس کو سلام کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ مرنے والے کی روح کو اس کے جسم میں لوٹا دیتا ہے، جس سے وہ سلام کہنے والے کو جواب دیتا ہے۔^۱

پس ثابت ہوا کہ جب مومن کی قبر پر سلام کہنے سے اس کی روح واپس لوٹ آتی ہے اور وہ جواب دیتا ہے تو امام الانبیاء اور افضل المخلوق بالاولیٰ جواب دیتے ہیں۔

۱۔ اخرجہ بن عبدالبر فی التمهید والاستذکار (۱/ ۱۸۵) کما فی شرح الصدور للسيوطی (ص: ۲۰۲) و قال المحافظ ابن رجب: خرجہ ابن عبدالبر و قال عبدالحق الإشيلي اسنادہ صحیح۔ یشیر الی ان رواہ کلہم ثقات وهو كذلك الا انه غریب بل منکر (اھوال القبور: ص: ۱۳۱) و انظر ايضاً تاريخ دمشق لابن عساکر (۳/ ۲۸۹/ ۱۰/ ۲۳۹) و میزان الاعتدال للذهبي (۲/ ۵۶۵) یہ روایت ضعیف ہے اس کی سند میں عبدالرحمن بن زید متروک راوی ہے اور یہ اپنے باپ سے موضوع روایات بیان کرتا ہے جیسا کہ امام حاکم نے المدخل ص ۱۰۳ میں ذکر کیا ہے۔ اور علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ و الموضوعۃ رقم ۳۳۹۳ میں ذکر کیا ہے۔ عبدالحق اشعری کا اس کی سند کو صحیح قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ حافظ ابن رجب منبلی نے اس بات کا رد کیا ہے اور اسے مکرر قرار دیا ہے۔ (بہر

احمد ربانی)

رسول اللہ پر صلوٰۃ و سلام کہنے پر اللہ کی طرف سے دس جوابی رحمتیں

جب کوئی مسلمان نماز کے اندر سلام کہتا ہے تو اگرچہ اس کا جواب نہیں دیا جاتا تاہم اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے۔ جیسے رحمت عالم ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنْ سَلَّمَ عَلَيَّ مَرَّةً سَلَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرًا))

”جو شخص مجھ پر ایک بار سلام کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے۔“

سلام کہنے کا اجر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتا ہے وہ میت کے جواب سے ہزارہا درجہ افضل و اعلیٰ ہے۔ کیونکہ جو شخص رسول اللہ ﷺ پر ایک بار درود و سلام پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے۔

قبر مبارک پر سلام کہہ کر فوراً واپس ہٹ آنا چاہیے

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کا معمول تھا کہ وہ سلام عرض کرنے کے بعد فوراً واپس چلے جاتے تھے۔ ابن عمرؓ کے اسی عمل کو سامنے رکھ کر امام مالکؒ قبر کرم کے پاس زیادہ عرصہ تک کھڑے رہنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ کیونکہ دیر تک کھڑے رہنا کسی صحابی سے ثابت نہیں۔ لہذا یہ بدعت کے دائرہ میں سمجھا جائے گا۔ امام مالکؒ کے درج ذیل اصلاحی قول کو ہمیشہ مد نظر رکھنا چاہئے کہ:

((لَنْ يُصْلِحَ آخِرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ إِلَّا مَا أَصْلَحَ أَوْلَاهَا))

”امت کے آخری دور کے لوگوں کی اصلاح اسی طرح ممکن ہے جس طرح

قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی اصلاح ہوئی تھی۔“

عبداللہ بن عمرؓ کی دیکھا دیکھی چند ایک افراد کے علاوہ صحابہ کرامؓ کی اکثریت نے عمل نہیں کیا۔ لہذا ابن عمرؓ کا عمل صرف دلیل جواز بن سکتا ہے۔

زیر نظر عمل کو مستحب مباح یا ممنوع قرار دینے کے لیے بھی دلیل شرعی کا ہونا

سنن نسائی۔ کتاب السہو : باب فضل التسليم على النبي ﷺ (حلیث : ۱۲۸۴) نحو

المعنى۔

ضروری ہے کیونکہ استہباب اباحت، کراہت اور تحریم اس وقت تک ثابت نہیں ہوگی جب تک کہ ادلہ شرعیہ سامنے نہ ہوں۔ اور یہ بھی یاد رکھئے کہ ادلہ شرعیہ کا مرجع صرف کتاب و سنت ہے

❁ قرآن وہ جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔

❁ سنت وہ جس پر آپ ﷺ نے عمل کر کے دکھلایا

❁ قیاس اس وقت قابل عمل ہوگا جب معلوم ہو جائے کہ فرع اصل کے مطابق ہے اور جو علت اصل میں ہے وہی فرع میں ہے۔

دلائل سے ثابت ہو گیا کہ رحمت دو عالم ﷺ کے ارشادات میں تناقض نہیں ہے۔ آپ نے ایک جیسی دو چیزوں میں بیک وقت دو حکم نہیں فرمائے۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی کسی معاملہ میں ایک علت کی بنا پر حکم دیا ہو اور پھر اسی مسئلے میں کسی دوسرے وقت کسی دوسری علت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس سے منع فرما دیا ہو..... ہاں! دونوں صورتوں میں سے ایک تخصیص و وجوب کی تحمل ہو تو دوسری بات ہے۔

پس شریعت وہ جو آپ مقرر فرمادیں، سنت وہ جس پر آپ عمل کر کے سمجھائیں جب آپ ﷺ کی سنت مطلوب ہو تو آپ ﷺ کے عمل میں کسی شخص کے قول و فعل کو نہیں ملایا جاسکتا۔ اگرچہ وہ شخص تمام لوگوں سے افضل ہی کیوں نہ ہو۔

اسی بنا پر تمام صحابہ اور خصوصاً ابو بکر صدیق عمر فاروق اور ابن مسعود اپنے اجتہاد سے کوئی بات کہتے تو اکثر دفعہ وہ سنت کے مطابق ہوتی لیکن بایں ہمہ وہ لوگوں کو بطور خاص آگاہ کرتے کہ:

”یہ میری ذاتی رائے ہے اگر یہ صحیح ثابت ہو تو اللہ کی طرف سے ہے۔ اور غلط ہو تو اسے میری اور شیطان کی طرف سے سمجھنا اور اللہ تعالیٰ کا رسول اس سے بری الذمہ ہیں۔“

ہر وہ کام جو سنت نبوی کے مخالف ہے وہ منسوخ ہوگا یا تحریف شدہ، لیکن مجتہدین

کرام نے جو مسئلہ اپنی رائے سے لکھا اگر وہ صحیح نہیں تو ان کی یہ خطا معاف ہے البتہ اس پر انہیں اجر ضرور ملے گا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب اپنے لیے دعاء کرنے کا ارادہ کرتے تو مسجد نبوی میں قبلہ رخ ہو کر دعاء مانگتے جس طرح وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں دعاء مانگا کرتے تھے حجرہ مبارک کے قریب یا اندر قبر مکرم کے پاس جانے کی کوشش نہ کرتے۔

رسول اللہ پر نماز میں سلام کہنے کا طریقہ

رہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنے کا مسئلہ تو یہ ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ نماز کے اندر اور مسجد میں داخل ہوتے اور مسجد سے نکلنے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دو رو و سلام کہے۔ نماز میں سلام کے الفاظ یہ ہیں:

(السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا
وَعَلَىٰ عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ)

”اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر سلام ہو۔ اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں ہوں۔ ہم اور اللہ کے تمام صالح بندوں پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم یہ کہو گے تو زمین و آسمان میں جتنے اللہ کے صالح بندے ہیں سب پر اللہ کی رحمت ہوگی۔

پس ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر نماز میں بطور خاص رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور عمومی طور پر صالحین، طائفہ انسانوں اور جنوں پر سلام کہے:

صحیحین میں ابن مسعود سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ جب رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو کہتے کہ فلاں فلاں شخص پر سلام ہو۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ:

(إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّلَامُ فَإِذَا قَعَدَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَقُلْ:
التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَاةُ لِلطَّيِّبَاتِ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ

وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتِهِ۔ اَلْسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلَىٰ عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ۔
 أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ﴿۱﴾
 ”بے شک اللہ ہی سلام ہے۔ اور جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں تشہد میں
 بیٹھے تو یہ دعاء پڑھے۔ تمام تحیات ہمہ قسم کی عبادات اور تمام اچھی باتیں اللہ
 کے لیے ہیں۔ اے نبی ﷺ! آپ پر سلام ہو۔ اور اللہ کی رحمت اور اس کی
 برکتیں آپ پر نازل ہوں۔ ہم پر اور اللہ کے تمام صالحین بندوں پر سلام ہو۔
 میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ
 اس کے بندے اور رسول ہیں۔“

صحیح مسلم میں ابن عباسؓ سے مروی حدیث کے مطابق ابن مسعودؓ سے تشہد کے
 الفاظ مندرجہ بالا الفاظ کے علاوہ بھی مروی ہیں۔ نیز ابن عمرؓ بھی لوگوں کو تشہد سکھایا کرتے
 تھے۔

امام بخاریؒ نے صرف ابن مسعودؓ سے مروی تشہد ہی نقل کیا ہے تشہد کے جتنے
 الفاظ مروی ہیں سب جائز ہیں۔ کیونکہ قرآن کریم سات قرات میں نازل ہوا ہے اگر تشہد
 کے الفاظ مختلف ہو گئے ہیں تو کوئی مضائقہ نہیں یہ تو بالاولیٰ جائز ہوں گے۔
 ہماری گفتگو کا مقصد یہ ہے کہ جب نماز ادا کرنے والا مسلمان کہتا ہے کہ
 ”اَلْسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلَىٰ عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ“ تو اس کا اجر ہر صالح انسان تک
 پہنچتا ہے خواہ وہ آسمان میں ہو یا زمین پر۔ جیسے ملائکہ صالح انسان اور جن۔ ان ہی جنات
 کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَأَنَا وَمِنَّا الصَّالِحُونَ وَمِمَّا دُونَ ذَلِكَ كُنَّا طَرَائِقَ قِدَادًا﴾

(الجن: ۱۱/۷۲)

- ۱ صحیح بخاری۔ کتاب الاذان : باب التشهد فی الاخره (حدیث : ۸۳۱) صحیح مسلم۔
 کتاب الصلاة : باب التشهد فی الصلاة (حدیث : ۳۰۲)
 ۲ صحیح مسلم۔ کتاب الصلاة : باب التشهد فی الصلاة (حدیث : ۳۰۳)

”اور ہم میں سے کچھ لوگ صالح ہیں اور کچھ اس سے فرود ہیں، ہم مختلف طریقوں میں بٹے ہوئے تھے۔“

مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت رسول اللہ پر سلام کا طریقہ

۲..... دوسری قسم یہ ہے کہ مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت آپ پر سلام پڑھا جائے۔ جیسا کہ مسند اور سنن میں فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو کہے:

((بِسْمِ اللّٰهِ وَالسَّلَامِ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ
وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ))

”اللہ کا نام لے کر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام ہو اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے“
اور جب مسجد سے باہر نکلتے تو یہ دعاء پڑھے:

((بِسْمِ اللّٰهِ وَالسَّلَامِ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ
وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ))

”اللہ کا نام لے کر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام ہو۔ اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما۔ اور میرے لیے اپنے فضل کے دروازے کھول دے۔“

صحیح مسلم میں مروی ہے کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت مندرجہ بالا دعاء پڑھنی سنت مولدہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء نے اپنی اپنی کتب مناسک میں لکھا ہے کہ جو شخص مسجد نبوی میں داخل ہوا اس کے لیے مندرجہ بالا دعاء پڑھنا بہت ضروری ہے۔

پس مسجد میں داخل اور مسجد سے نکلتے وقت اور نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام

۱۔ مسند احمد (۲/۲۸۲) سنن ترمذی۔ کتاب الصلاة : باب ماجاء ما يقول عند دخوله المسجد (حدیث : ۳۱۳) سنن ابن ماجہ۔ کتاب المساجد : باب الدعاء عند دخول المسجد (حدیث : ۷۷۷)

کہنا قبر مکرم کے نزدیک سلام کہنے سے زیادہ افضل ہے۔ اس میں مصلحت ہی مصلحت ہے اور نقصان کا خطرہ بالکل نہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ راضی بھی ہوتا ہے اور اس کا اجر رسول اللہ ﷺ اور تمام مومنین کو بھی پہنچاتا ہے۔

قبر مبارک پر داخل ہونا ممکن نہ تھا اور نہ ہے

جب سے آپ ﷺ قبر مکرم میں مدفون ہیں اس وقت سے آج تک کسی کے لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ قبر مکرم کی زیارت کے لیے یا آپ ﷺ پر درود و سلام یا دعاء وغیرہ کے لیے حجرہ مبارک میں داخل ہو سکے۔ البتہ ام المومنین عائشہ صدیقہؓ اس میں رہائش پذیر تھیں کیونکہ وہ ان کا گھر تھا اور وہ بھی قبر مکرم سے ایک جانب کیونکہ آپ کی اور آپ ﷺ کے دونوں ساتھیوں کی قبریں دروازہ کے پاس ہی ہیں اور ام المومنین عائشہؓ حجرہ کے بالکل آخری حصہ میں رہتی تھیں۔ کوئی صحابی اندر داخل نہ ہوتا تھا۔

صحابہؓ کے دور تک حجرہ مبارک مسجد سے باہر ہی رہا۔ ولید بن عبد الملک بن مروان کے دور حکومت میں جب مسجد نبوی کی توسیع کی گئی تو حجرہ مبارک کو مسجد میں داخل کر دیا گیا۔ یاد رہے کہ اس وقت تک ابن عمرؓ ابن عباسؓ ابن زبیرؓ اور ابن عمرؓ صحابہ فوت ہو چکے تھے۔ بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب اور صحیح ہے کہ مدینہ منورہ میں کوئی ایک صحابی بھی بقید حیات نہ تھا۔ سب اپنے مالک حقیقی سے جا ملے تھے۔ تمام صحابہ کے بعد ۷۰ھ میں جابر بن عبد اللہؓ فوت ہوئے اور مسجد کی توسیع ۸۰ھ میں عمل میں آئی۔

صحابہ کرام کا آپ پر سلام کہنے کا محتاط طریقہ کار

صحابہ کرامؓ کی یہ عادت نہ تھی کہ وہ حجرہ مبارک کے اندر قبر مکرم کے پاس جاتے یا حجرہ کے باہر کھڑے رہتے۔ حالانکہ وہ رات دن مسجد نبوی میں آتے جاتے۔ انہیں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی معلوم تھا:

((صَلْوَةٌ فِي مَسْجِدِي هَذَا خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ صَلْوَةٍ فِيَمَا سِوَاهُ مِنْ

الْمَسَاجِدِ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ﴾^۱

”عام مساجد سے میری اس مسجد میں ایک نماز کا ثواب ہزار نماز سے بہتر ہے سوائے مسجد الحرام کے۔“

رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی بھی ان کے پیش نگاہ رہتا:

﴿لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ مَسْجِدِي هَذَا وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصَى﴾^۲

”تین مساجد یعنی مسجد الحرام میری یہ مسجد اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ کسی مسجد کے لیے رخت سفر نہ باندھا جائے۔“

صحابہ کرامؓ دور دراز کا سفر طے کر کے خلفائے راشدین کے پاس بعض اہم امور میں مشورہ کے لیے مدینہ منورہ تشریف لاتے رہے۔ وہ مسجد میں نماز ادا کرتے اور نماز میں نیز مسجد میں داخل ہوتے اور مسجد سے نکلنے وقت آپ ﷺ پر درود و سلام کہتے۔ لیکن قبر مکرم کے پاس جانے کی ضرورت محسوس نہ کرتے۔ کیونکہ ان کو علم تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے نہ تو اس کی اجازت دی ہے اور نہ ہی اسے سنت قرار دیا ہے۔ ہاں! نماز کے اندر مسجد میں داخل ہوتے اور مسجد سے نکلنے وقت آپ پر سلام کہنا سنت ہے۔ البتہ ابن عمرؓ کا یہ ذاتی فعل تھا کہ وہ جب بھی سفر سے واپس مدینہ منورہ پہنچتے تو قبر مکرم کے قریب آ کر رسول اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے دونوں ساتھیوں پر سلام کہتے۔

عبداللہ بن عمرؓ کے علاوہ بعض صحابہ کرامؓ سے کبھی کبھار ایسا کرنا ثابت ہے۔ اسی لیے بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ ان صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے قبر کے پاس

۱ صحیح بخاری۔ کتاب فضل الصلاة فی مسجد مكة والمدینة : باب فضل الصلاة فی مسجد مكة والمدینة (حدیث : ۱۱۹۰) صحیح مسلم۔ کتاب الحج : باب فضل الصلاة بمسجدی مكة والمدینة (حدیث : ۱۳۹۳)

۲ صحیح بخاری (حوالہ سابق) (حدیث : ۱۱۸۹) صحیح مسلم۔ کتاب الحج : باب فضل المساجد الثلاثة (حدیث : ۱۳۹۷)

جا کر سلام کہنا جائز ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بات ہمیشہ پیش نگاہ رہے کہ ابن عمر سلام کہہ کر فوراً واپس چلے آتے۔ وہاں زیادہ دیر تک نہ رکتے تھے۔ آپ قبر مکرم کے پاس کھڑے ہو کر یوں سلام کہتے:

«السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَبَا بَكْرٍ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أُمَّتِ»

”اے اللہ کے رسول! آپ پر سلام ہو۔ اے ابوبکر! آپ پر سلام ہو۔ اے ابا جان! آپ پر سلام ہو۔“

جمہور صحابہ ازواج مطہرات اور اہل یمن کا طرز عمل

ابن عمر کی طرح جمہور صحابہ کرام کا یہ معمول تھا۔ بلکہ وہ توج سے فارغ ہو کر جب مدینہ منورہ پہنچتے تو اس وقت بھی قبر مکرم کے پاس جا کر سلام نہ کہتے۔ اسی طرح ازواج مطہرات بھی حج سے فارغ ہو کر جب مدینہ منورہ واپس پہنچتیں تو سیدھی اپنے اپنے گھروں کو چلی جاتیں جیسا کہ انہیں وصیت رسول تھی۔

اور سنئے! یمن کے وہ قافلے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿قَسَبٌ يَأْتِي اللَّهَ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ﴾ (المائدہ: ۵۰/۵۱)

”اللہ اور بہت سے لوگ ایسے پیدا کر دے گا جو اللہ کو محبوب ہوں گے اور اللہ ان کو محبوب ہوگا۔“

ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں جب لوگ فوج در فوج جہاد کی خاطر مدینہ منورہ آتے اور مسجد نبوی میں خلفاء کے پیچھے نمازیں ادا کرتے تو ان میں سے کوئی ایک شخص بھی سلام کہنے کی غرض سے حجرہ کے اندر داخل ہوتا اور نہ ہی باہر کھڑا ہونے کی ضرورت محسوس کرتا۔ کیونکہ ان کو سلام کہنے کا طریقہ معلوم تھا جیسا کہ ان کو صحابہ اور تابعین نے سکھایا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق اللہ کے حقوق کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اللہ کے وہ تمام

احکام جن کی بجا آوری کا حکم ہے اور جو اس نے پسند فرمائے اور رسول اللہ ﷺ کے تمام حقوق کی ادائیگی ہر مسلمان پر فرض ہے خواہ وہ دنیا کے کسی بھی خطے میں رہائش پذیر ہو۔

قبر مبارک یا کسی بھی قبر کے پاس سلام، دعاء یا عبادت کی فضیلت ہے

عام مقامات کے مقابلہ میں قبر مکرم کے پاس درود و سلام کہنا کوئی فضیلت نہیں رکھتا۔ بلکہ انسان جہاں بھی ہو وہیں سے سلام کہہ سکتا ہے۔ عمومی طور پر بھی اور خاص موقعوں پر بھی۔ جیسے نماز، دعاء اور اذان کے وقت۔

رسول اللہ ﷺ کے حقوق ہوں یا اللہ تعالیٰ کی عبادت میں سے کوئی عبادت ہو اس کی ادائیگی قبر مکرم کے نزدیک افضل نہیں ہے۔ بلکہ مسجد مدینہ کو بھی اسی لیے فضیلت ہے کہ وہ مسجد نبوی ہے۔ اب جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ قبر مکرم سے پہلے مسجد نبوی کو کوئی خاص فضیلت اور اہمیت نہیں تھی بلکہ یہ فضیلت اس وقت حاصل ہوئی جب ولید بن عبدالملک کی خلافت میں مسجد کی توسیع کے وقت قبر مکرم کو مسجد میں داخل کر دیا گیا۔ تو یہ بات وہی شخص کہہ سکتا ہے جو جہالت میں حد سے تجاوز کر جائے یا وہ شخص کہہ سکتا ہے جو کافر ہو۔ ایسا شخص شریعت اسلامیہ کو جھٹلانے والا ہے جو واجب القتل ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد نبوی میں اس طرح دعاء کرتے جس طرح آپ ﷺ کی زندگی میں دعاء کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد ان کے پاس کوئی نئی شریعت نہیں آگئی تھی بلکہ وہی شریعت تھی جس کی تعلیم خود رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں دی تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے کسی کو یہ حکم نہیں دیا کہ وہ کسی ضرورت کے وقت کسی نبی یا صالح شخص کی قبر کے پاس جا کر نماز پڑھے اور وہاں دعاء کرے یا اپنی کوئی حاجت اللہ سے طلب کرے یا صاحب قبر سے کہے کہ وہ سائل کے لیے دعاء کرے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو علم تھا کہ آپ ﷺ نے اس قسم کا کوئی حکم نہیں دیا اور نہ یہ کہا کہ وہ آپ ﷺ کے حجرہ مبارک یا قبر مکرم کو نماز اور دعاء کے لیے مخصوص کر لیں۔ بلکہ اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی شخص

آپ کے گھر کو میلہ گاہ بنا لے۔ اور نہ ہی وہ بات فرمائی جو بعض جاہل اور احمق صوفیاء اپنے مریدوں سے کہتے ہیں کہ:

جب تمہیں کوئی حاجت، ضرورت یا کوئی مشکل پیش آجائے تو ہماری قبر پر آجایا کرنا۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ وضاحت سے منع فرمایا کہ کوئی شخص رسول اللہ ﷺ یا کسی اور شخص کی قبر کو نماز کے لیے عبادت گاہ بنا لے۔ یہ ممانعت اس لیے کر دی گئی تاکہ شرک کے تمام ذرائع بند ہو جائیں۔

((فَصَلِّ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ اٰلِهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا وَّجَزَاةً اَفْضَلَ مَا جَاۤزَىٰ نَبِيًّا عَنْ اُمَّتِهِ۔ قَدْ بَلَغَ الرِّسَالَةَ وَاَدَّى الْاٰمَانَةَ۔ وَنَصَحَ الْاُمَّةَ۔ وَجَاهَدَ فِى اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهِ۔ وَعَبَدَ اللّٰهَ حَتّٰى اَتَاهُ الْيَقِيْنُ مِنْ رَبِّهِ))

”پس اللہ تعالیٰ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی آل پر سلامتی اور رحمت فرمائے اور آپ کو امت کی طرف سے تمام انبیاء سے بڑھ کر جزائے خیر سے نوازے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے تبلیغ رسالت، ادائے امانت اور امت کو نصیحت کا حق ادا کر دیا۔ اور آپ آخری دم تک جہاد فی سبیل اللہ اور عبادت الہی میں مصروف و مشغول رہے۔“

افضل اعمال کے لیے راہنمائی

رسول اللہ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا اور افضل ترین انعام جو وہ اپنے بندوں پر کیا کرتا ہے یہ تھا کہ آپ ﷺ نے بہترین عبادت کی راہنمائی فرمائی اور افضل ترین مقامات کی نشاندہی کی۔ جیسے صحیحین میں ابن مسعود سے مروی ہے وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ:

((اَيُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟))

”کون سا عمل افضل ہے؟“

((الصَّلَاةُ عَلَى مَوَاقِبِهَا!))

آپ ﷺ نے فرمایا بروقت نماز ادا کرنا

((ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ بِرِوَالِدَيْنِ))

میں نے عرض کی: اس کے بعد کون سا عمل افضل ہے

آپ ﷺ نے فرمایا:

والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا

((ثُمَّ أَيُّ؟))

میں نے عرض کی: اس کے بعد کون سا عمل افضل ہے؟

((قَالَ أَلْجَهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ))

آپ ﷺ نے فرمایا:

”اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا“

((قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْهُنَّ وَلَوْ اسْتَزِدُّهُ لَزَادَنِي))^۱

ابن مسعود نے کہتے ہیں:

میں نے صرف اتنے ہی سوال کئے۔ اگر زیادہ سوالات کرتا تو آپ ﷺ ضرور

جواب دیتے۔

باوضو رہنے کی فضیلت

مسند اور سنن ابن ماجہ میں ثوبان سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اسْتَقِيمُوا وَلَنْ تَحْصُوا وَاعْلَمُوا أَنَّ خَيْرَ أَعْمَالِكُمُ الصَّلَاةُ وَلَا

يُحَافِظُ عَلَى الْوُضُوءِ إِلَّا الْمُؤْمِنُ))^۲

۱ صحیح بخاری۔ کتاب مواقیب الصلاة : باب فضل الصلاة لوقتها (حدیث : ۵۲۷)

۲ صحیح مسلم۔ کتاب الایمان : باب بیان کون الایمان باللہ تعالیٰ افضل الاعمال (حدیث

۸۵ :

۳ مسند احمد (۲۷۷/۵) سنن ابن ماجہ۔ کتاب الطہارة : باب المحافظة علی ←

”استقامت اختیار کرو۔ اور تم اس کی کماحقہ طاقت نہیں رکھتے۔ اور یاد رکھو کہ بہترین عمل نماز ہے۔ اور وضوء کی حفاظت صرف مؤمن ہی کرتا ہے۔“

نماز ایک ایسی عبادت ہے جس کے لیے امت کو حکم ہے کہ مسجد بنائیں اور مسجد ایسی جگہ ہے جو تمام مقامات سے اللہ کو زیادہ محبوب ہے۔ جیسے کہ صحیح مسلم میں مروی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَحَبُّ الْبِقَاعِ إِلَى اللَّهِ الْمَسَاجِدُ وَأَبْغَضُ الْبِقَاعِ إِلَى اللَّهِ
الْأَسْوَاقُ))^۱

”زمین کے تمام ٹکڑوں سے مساجد اللہ کو بہت محبوب ہیں۔ اور زمین کے بدترین ٹکڑے اللہ کے ہاں بازار ہیں۔“

مسجد کی اتنی عظمت و توقیر کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض الموت میں امت کو نصیحت کرتے ہوئے اور ان کی ہدایت کو مد نظر رکھتے ہوئے ان لوگوں کو طعون قرار دیا جو انبیاء اور صالحین کی قبروں کو پر مسجد بنا لیتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کی اسی مشفقانہ صفت کے پیش نظر آپ کی تعریف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ
بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ)) (التوبہ: ۱۲۸)

”تم لوگوں کے پاس ایک رسول آیا ہے جو خود تم ہی میں سے ہے۔ تمہارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق ہے۔ تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے۔ ایمان لانے والوں کے لیے وہ شفیق اور رحیم ہے۔“

صحیحین میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے مرض الموت میں فرمایا:

«الوضوء (حدیث: ۲۷۷۷)»

صحیح مسلم۔ کتاب المساجد: باب فضل الجلوس فی مصلاہ بعد الصبح (حدیث: ۲۷۷۷) بلفظ ”أحب البلاد...“ واللہ اعلم۔

((لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ))^۱
 ”اللہ تعالیٰ کی یہود و نصاریٰ پر لعنت ہو انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو
 مسجدیں بنا لیا۔“

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ مخرماتی ہیں:

((وَلَوْ لَا ذَلِكَ لَأَبْرَزَ قَبْرُهُ وَلَكِنْ خَشِيَ^۲ أَنْ يَتَّخَذَ مَسْجِدًا))^۳
 ”اگر یہ خدشہ نہ ہوتا تو آپ ﷺ کی قبر کو ظاہر ہی رہنے دیا جاتا۔ لیکن آپ کو
 یہی خدشہ تھا کہ کہیں آپ کی قبر کو لوگ عبادت گاہ نہ بنا لیں۔“

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شہادت

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ مرض الموت میں
 جب آپ ﷺ کو سخت تکلیف ہوئی تو آپ اپنی چادر بھگو کر اپنے چہرہ انور پر ڈال لیتے
 اور جب ذرا افاقہ ہوتا تو چہرہ مبارک کھول کر فرماتے:

((لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ
 يُحَدِّثُ مَا صَنَعُوا))^۴

یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو! انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت
 گاہ بنا لیا تھا۔ آپ ﷺ ان کے اس عمل بد سے ڈرا رہے تھے۔“

۱۔ صحیح بخاری۔ کتاب الجنائز : باب ما یکرہ من اتخاذا المساجد علی القبور (حدیث :

۱۳۳۰) صحیح مسلم۔ کتاب المساجد : باب النهی عن بناء المسجد علی القبور (حدیث

: ۵۲۹)

۲۔ اصل نسخہ میں خشی کی جگہ کرہ لفظ تھا۔ ہم نے سیدہ عائشہ والی روایت جو صحیحین میں ہے کو مد نظر رکھتے
 ہوئے کرہ کی جگہ خشی لکھا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ لفظ سلیمان الصنعی کے قلم سے سہوا لکھا گیا ہو۔

۳۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم (حوالہ سابق)

۴۔ صحیح بخاری۔ کتاب الصلاة : باب (۵۵) (حدیث : ۳۲۶) صحیح مسلم۔ کتاب

المساجد : باب النهی عن بناء المسجد علی القبور (حدیث : ۵۲۹)

سیدنا ابو ہریرہ اور دیگر صحابہ کی شہادت

اللہ کی حکمت دیکھئے کہ ام المومنین جن کے حجرہ میں رحمت دو عالم ﷺ استراحت فرما ہیں ان کی ان احادیث پر نگاہ ہے۔ یہ وہی احادیث ہیں جن کو سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے خود رسول مکرم ﷺ کی زبان مبارک سے سنا۔ اگرچہ آپ کے علاوہ بھی بعض صحابہ ان روایات کو نقل کرتے ہیں جیسے ابن عباسؓ، ابو ہریرہؓ، جناب بن عبد اللہ اور ابن مسعودؓ وغیرہ۔ چنانچہ صحیحین میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((قَاتَلَ اللَّهُ الْيَهُودَ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدًا))

”اللہ یہود کو ہلاک کرے انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا

تھا۔“

امہات المومنین کی شہادت

صحیحین میں عائشہ صدیقہؓ سے مشہور حدیث بھی مروی ہے جس میں ام المومنین ام حبیبہؓ اور ام سلمہؓ اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے حبشہ میں ایسا کنیسا دیکھا جس میں بہت سے انبیاء و صلحا کی تصاویر تھیں۔ آپ نے یہ واقعہ سن کر فرمایا:

((إِنَّ أَوْلِيكَ إِذَا كَانَ فِيهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ بَنَوْا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا وَصَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّورَ أَوْلِيكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))

”وہ ایسے لوگ تھے کہ اگر ان میں سے کوئی صالح شخص فوت ہو جاتا تو یہ اس کی قبر کو عبادت گاہ بنا لیتے اور اس میں اس کی تصویر لٹکا دیتے، قیامت کے دن اللہ

۱ صحیح بخاری۔ کتاب الصلاة : باب (۵۵) (حدیث : ۴۴۷) صحیح مسلم۔ کتاب

المساجد : باب النهی عن بناء المسجد علی القبور (حدیث : ۵۳۰)

۲ صحیح بخاری۔ کتاب الصلاة : باب الصلاة فی البیعة (حدیث : ۴۴۳، ۴۴۷) صحیح

مسلم۔ کتاب المساجد : باب النهی عن بناء المسجد علی القبور (حدیث : ۵۲۸)

کے نزدیک یہ بدترین لوگ شمار ہوں گے۔“

وفات سے پانچ روز پہلے وصیت

صحیح مسلم میں جناب بن عبد اللہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو وفات سے پانچ روز پہلے یہ فرماتے ہوئے سنا:

((أَنْتِ أَبْرَأُ إِلَى اللَّهِ أَنْ يَكُونَ لِي مِنْكُمْ خَلِيلٌ فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ اتَّخَذَنِي خَلِيلًا كَمَا اتَّخَذَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ أُمَّتِي خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا - أَلَا وَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ الْقُبُورَ مَسَاجِدَ أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ فَإِنِّي أَنهَاكُم عَنْ ذَلِكَ))

”میں اس بات سے بری الذمہ ہوں کہ تم میں سے میرا کوئی خلیل ہو۔ کیونکہ مجھے اللہ نے اپنا خلیل بنا لیا ہے جیسے ابراہیم کو خلیل بنا لیا تھا۔ اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بنا تا تو صرف ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کو بنا تا۔ خبردار! تم سے پہلے لوگ قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا کرتے تھے۔ پس خبردار! تم قبروں کو عبادت گاہ نہ بنا لینا۔ میں تم کو اس سے منع کرتا ہوں۔“

سیدنا ابو مرثد غنوی کی شہادت

صحیح مسلم میں ابی مرثد غنوی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَلَا تَجْلِسُوا عَلَى الْقُبُورِ وَلَا تُصَلُّوا عَلَيْهَا))

”قبروں پر محاور بن کر مت بیٹھو اور نہ ہی قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔“

مسند اور صحیح ابی حاتم میں روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

۱۔ صحیح مسلم۔ کتاب المساجد: باب النهی عن بناء المساجد علی القبور (حدیث: ۵۳۲)

۲۔ صحیح مسلم۔ کتاب الجنائز: باب النهی عن الجلوس علی القبر والصلاة الیه (حدیث:

((أَنَّ مِنْ شَرَارِ النَّاسِ مَنْ تُدْرِكُهُمُ السَّاعَةُ وَهُمْ أَحْيَاءٌ وَالَّذِينَ يَتَخَلَّوْنَ الْقُبُورَ مَسَاجِدًا))^۱

”بدترین وہ لوگ ہوں گے جن کی زندگی میں قیامت برپا ہوگی اور جو قبروں کو عبادت گاہ بنا لیتے ہیں۔“

قبرستان کو عید اور میلہ بنانے کی نفی پر پچھلے صفات میں مکمل بحث ہو چکی ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو علم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قبر کو فرائض کی ادائیگی کے لیے عبادت گاہ بنانے سے منع فرمایا تھا۔ فرائض کی ادائیگی ایسا عمل ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ یہ ممانعت اس لیے کر دی تاکہ مسلمانوں کی مشرکین سے مشابہت نہ رہے۔ کیونکہ وہ اہل قہور کو پکارتے ان کے لیے نمازیں پڑھتے اور ان کے نام کی نذر و نیاز دیتے ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کو قبر مکرم کے متعلق ایسے اعمال سے روکنا اشد ضروری تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلوع شمس اور غروب آفتاب کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا تاکہ ان لوگوں سے مشابہت نہ ہو جو سورج اور چاند کی پوجا کرتے ہیں لہذا قبر پرستوں کی مشابہت سے روکنا زیادہ اولیٰ تھا۔

عبادت کے لیے صحابہ قبر پر نہیں مسجد میں جایا کرتے تھے

پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز، دعاء اور ذکر اور اذکار کے لیے مساجد ہی کا رخ کرتے تھے جو صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے تعمیر کی گئی تھیں۔ انبیاء و صالحین کی قبروں کی طرف جنہیں عبادت گاہ بنانے سے روکا گیا تھا جانے کی کوشش بھی نہ کرتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسی طرح عمل کرتے رہے جس طرح وہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں کیا کرتے تھے۔

۱۔ مسند احمد (۱/۳۳۵-۳۴۵) صحیح ابن حبان (۳۳۰) و علقہ البخاری فی کتاب الفتن : باب ظہور الفتن (حدیث : ۷۰۶۷) مختصراً

امام مالک کا موقف اور توثیق بالحدیث

علماء اسلام خصوصاً امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہ نقل کرنا اہل مدینہ مسجد نبوی میں داخل اور نکلنے وقت قبر کرم کے پاس جانے کو مکروہ سمجھتے تھے خواہ ان کا ارادہ فقط درود و سلام ہی کا ہو۔ ان کے اس مسلک کی تائید مندرجہ ذیل دلائل و براہین سے ہوتی ہے۔

صحیحین میں ابن عمرؓ سے مروی ہے:

((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَأْتِي قُبَاءَ كُلِّ سَبْتٍ رَاكِبًا وَمَا شِئًا فَيُصَلِّي فِيهِ رَكَعَتَيْنِ))

”رسول اللہ ﷺ ہر ہفتہ کبھی پیدل اور کبھی سواری پر مسجد قبا تشریف لے جاتے اور وہاں دو رکعت نماز ادا کرتے۔“
ابن عمرؓ کا معمول بھی یہی تھا۔

مندرجہ بالا صحیح حدیث اس پر شاہد ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں نماز جمعہ ادا فرماتے اور ہفتہ کے دن مسجد قبا تشریف لے جاتے اور دو رکعت نماز ادا فرماتے۔ مسجد قبا اور مسجد نبوی دونوں کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے جس کی شہادت خود رب کریم نے دی:

((لَسَجْدًا أُتِسَسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ ۚ فِيهِ رَجَاءٌ يُجْتَبَوْنَ أَنْ يَنْظُرُوا ۚ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُظْهِرِينَ ۝)) (التوبہ: ۹۰/۹۱)

”جو مسجد اول روز سے تقویٰ پر قائم کی گئی تھی وہی اس کے لیے زیادہ موزوں ہے کہ تم (عبادت کے لیے) کھڑے ہو۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں اور اللہ کو پاکیزگی اختیار کرنے والے ہی پسند ہیں۔“

کتب حدیث میں یہ روایت کئی طرق سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل

۱۔ صحیح بخاری۔ کتاب فضل الصلاة في مسجد مكة والمدينة : باب اتیان مسجد قبا
ماشاء و راکبا (حدیث : ۱۱۹۳) صحیح مسلم۔ کتاب الحج : باب فضل مسجد قبا و
فضل الصلاة فيه (حدیث : ۱۱۳۹۹)

قباء سے پوچھا کہ تم کون سا عمل کرتے ہو جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعریف کی ہے؟ انہوں نے عرض کی کہ ہم پانی سے بھی استنجا کرتے ہیں۔

سنن ابی داؤد کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي مَسْجِدِ أَهْلِ قَبَاءَ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَنْطَهَرُوا قَالَ: كَانُوا يَسْتَنْجُونَ بِالْمَاءِ- فَنَزَلَتْ فِيهِمْ هَذِهِ الْآيَةُ))^۱
 ”یہ آیت مسجد قباء والوں کے حق میں نازل ہوئی ہے کہ اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاکیزگی کو پسند کرتے ہیں۔ راوی کہتا ہے! کہ ”اہل قباء پانی سے بھی استنجا کرتے تھے۔ ان ہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔“

صحیحین میں سعدؓ سے روایت ہے:

((أَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الْمَسْجِدِ الَّذِي اسَّسَ عَلَى التَّقْوَى- وَهُوَ فِي بَيْتِ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ- فَأَخَذَ كَفًّا مِنْ حَصِيٍّ فَضَرَبَ بِالْأَرْضِ ثُمَّ قَالَ: هُوَ مَسْجِدُكُمْ هَذَا لِمَسْجِدِ الْمَدِينَةِ))^۲
 ”انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے اس مسجد کے بارے میں دریافت کیا جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی تھی جبکہ آپ ﷺ اپنے کسی ایک گھر میں تشریف فرما تھے۔“
 آپ ﷺ نے ایک مٹھی بھر کنکریاں اٹھا کر زمین پر ماریں اور فرمایا۔ وہ تمہاری یہی مسجد ہے۔ یعنی مسجد مدینہ۔“

ان روایات سے ثابت ہوا کہ ان دونوں مساجد کی بنیاد تقویٰ پر تھی۔ البتہ ان میں سے مسجد نبوی اس نام کی زیادہ مستحق ہے اور مسجد قباء کے بارے میں آیت مذکورہ نازل

۱ سنن ابی داؤد۔ کتاب الطہارۃ : باب فی الاستنجاء بالماء (حدیث : ۴۴) سنن ترمذی۔ کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورۃ التوبۃ (حدیث : ۳۱۰۰) سنن ابن ماجہ۔ کتاب الطہارۃ : باب الاستنجاء بالماء (حدیث : ۳۵۷)

۲ صحیح مسلم۔ کتاب الحج۔ باب بیان المسجد الذی اسس علی التقوی (حدیث : ۱۳۹۸)
 عن ابی سعید الخدریؓ لم اجده فی الصحیحین عن سعدؓ والله اعلم ا

ہوئیں۔ کیوں کہ اسی مسجد کے پڑوس میں منافقین نے مسجد ضرار تعمیر کی تھی۔ جس میں رسول اللہ ﷺ کو اللہ کی طرف سے نماز ادا کرنے سے روک دیا گیا تھا۔

مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر ہفتہ مسجد قباء تشریف لے جایا کرتے تھے۔ جسے ابن عمرؓ نے اپنا معمول بنا لیا تھا۔ یہ بھی یاد رکھئے کہ ابن عمرؓ بھی جب تک مدینہ منورہ میں رہتے وہ ہر روز اور ہر ہفتہ قبر مکرم کے پاس نہ جاتے تھے۔ ہاں! جب کبھی سفر سے واپس تشریف لاتے تو قبر مکرم کے پاس جا کر سلام عرض کرتے تھے۔ اسی طرح اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب سفر سے واپس آتے تو پھر بھی قبر مکرم کے پاس نہ آتے۔ نہ سلام کے لیے نہ دعاء وغیرہ کے لئے۔ اور نہ ہی ان کی یہ عادت تھی کہ حجرہ مبارک سے باہر کھڑے رہیں نہ اندر داخل ہونے کی کوشش کرتے جیسے ابن عمرؓ کا معمول تھا۔

اگر کبھی ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے کوئی سوال پوچھنا مقصود ہوتا تو پھر حجرہ مبارک میں چلے جاتے۔ اس موقع پر اسی طرح رسول اللہ ﷺ کو سلام عرض کرتے جیسے آپ ﷺ کی زندگی میں کیا کرتے تھے۔

صلوٰۃ و سلام کی مختلف اقسام

رہا وہ سلام جو آپ ﷺ نہیں سن پاتے تو اس کے بدلے رب کریم آپ ﷺ پر دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے جیسے نماز میں مسجد میں داخل ہوتے اور مسجد سے نکلنے وقت سلام کہا جاتا ہے۔ یہ ایسا سلام ہے جس کا حکم ہر جگہ اور ہر وقت ہے۔ یہ دور کا سلام قریب والے سلام سے افضل ہے۔ قریب سے سلام پڑھنے میں مومنین خواہ زندہ ہوں یا فوت شدہ برابر ہیں۔ البتہ مطلق اور عام سلام کا حکم رسول اللہ ﷺ کے لیے خاص ہے۔ جیسے درود شریف کا حکم آپ ﷺ کی ذات کے لیے خاص ہے اگرچہ غیر نبی پر عموماً درود و سلام اور خصوصاً درود پڑھنے میں اختلاف ہے۔

بعض علماء نے درود اور سلام دونوں کو رسول اللہ ﷺ کے لیے مخصوص کیا ہے۔ یہ مسلک ابو محمد الجوبینی سے منقول ہے۔

اس سلسلے میں جمہور علماء کا کہنا ہے کہ سلام رسول اللہ ﷺ کے لیے خاص نہیں ہے۔ اور صلوٰۃ میں اختلاف ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر صلوٰۃ و سلام کے متعلق فرمایا ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (الاحزاب: ۵۶/۳۳)

”اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔“

اس آیت کریمہ میں خبر اور امر دونوں موجود ہیں۔ لیکن عام مومنین کے بارے میں صرف خبر ہے جیسے:

﴿هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ﴾ (الاحزاب: ۳۳/۳۳)

”وہی ہے جو تم پر اپنی رحمت نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے طلب رحمت کی دعاء کرتے ہیں۔“

اسی وجہ سے خطباء حضرات کا کہنا ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے وہ حکم دیا ہے جس کی اس نے پہلے خود ابتداء کی ہے اور جس پر اللہ نے فرشتوں کی تعریف کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام کہتے ہوئے اللہ نے اپنی تمام مخلوق میں سے صرف مومنین کو یا ایہا سے خطاب کیا اور مومنین پر اپنی صلوٰۃ (رحمت) کا ذکر کرتے ہوئے پہلے اپنی ذات سے ابتداء کی ہے اور پھر فرشتوں کا ذکر کیا ہے، لیکن اس کے بعد یہاں مومنوں کو ایہا سے خطاب نہیں کیا۔ حدیث میں آیا ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرِ﴾^۱

”اللہ رحمت بھیجتا ہے اور اس کے ملائکہ طلب رحمت کی دعاء کرتے ہیں اس شخص کے لیے جو لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دیتا ہے۔“

۱ سنن ترمذی۔ کتاب العلم: باب ماجاء فی فضل الفقه علی العبادۃ (حدیث: ۳۱۸۵)

تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ انسان نماز اور غیر نماز میں اپنے لیے دعاء کرنے سے پہلے رسول اکرم ﷺ پر درود و سلام کہے اور اس کے بعد دعاء مانگے۔
 فرض نمازوں میں رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام کہنے میں اختلاف ہے۔
 امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک واجب ہے۔

امام ابو حنیفہ امام مالک اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت کے مطابق واجب نہیں ہے۔

دعوت کی صورت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ نماز کا رکن ہے یا نہیں؟ یا اس کے سوا ترک سے نماز باطل ہوگی یا نہیں؟
 اس کے جواب میں دو روایات منقول ہیں۔

زیادہ صحیح یہ ہے کہ دعاء کے ساتھ درود شریف واجب ہے۔ ہمیں دعاء کی ابتداء آپ ﷺ پر درود سے کرنی چاہئے اور نماز میں آپ ﷺ پر سلام پڑھنے کا حکم ہے اور وہ ہے تشہد میں جو کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (کے مشہور قول کے مطابق) اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز کا رکن ہے اسے عمداً سہواً ترک کرنے سے نماز باطل ہو جائے گی جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آخری تشہد میں ترک کرنے سے نماز باطل ہوگی۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (کے مشہور قول کے مطابق) اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر پہلے تشہد میں اسے عمداً چھوڑ دے تو نماز باطل ہوگی لیکن سہواً چھوٹ گیا تو سجدہ سہواً لازم ہوں گے۔

اسے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ واجب اور اصحاب مالک رحمۃ اللہ علیہ واجب سنت کا نام دیتے ہیں۔
 جو شخص عمداً چھوڑ دے اسے نماز دوبارہ ادا کرنے میں کسی کو اختلاف نہیں اور جو سہواً چھوڑ دے اسے سجدہ سہواً کرنا ضروری ہوگا۔

امام مالک امام احمد اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز کے اندر جتنے بھی افعال

ہیں ان کی تین قسمیں ہیں۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جو عمل ہے اگر کوئی شخص اسے عمد یا سہواً چھوڑ دے تو وہ گنہگار ہوگا نماز کا اعادہ ضروری نہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جو عمل واجب ہے وہ رکن ہے۔ بخلاف حج کے۔ کیونکہ حج کے اندر باتفاق ائمہ جو عمل مستحب ہے (نہ کہ رکن) ادائے دم سے اس کی تلافی ہو جاتی ہے۔

عام مسلمانوں پر صلوة (درود)

اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود دوسروں کے لیے رحمت کی دعاء مانگا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَصَلِّ عَلَيْهِمْ﴾ (التوبہ: ۱۰۳)

”ان کے حق میں دعائے رحمت کرو۔“

صحیحین میں روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعاء کی کہ:

﴿اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ أَبِي أَوْفَى﴾

”اے اللہ! ابی اوفیٰ کی آل پر رحمت نازل فرمائے۔“

ایک دفعہ ایک عورت نے آ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے اور میرے خاوند کے لیے دعاء فرمائیے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعاء کی کہ:

﴿صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ وَعَلَى زَوْجِكَ﴾

”اللہ تعالیٰ تجھ پر اور تیرے خاوند پر رحمت نازل فرمائے۔“

۱ صحیح بخاری۔ کتاب الزکاة : باب صلاة الامام و دعائه لصاحب الصدقة (حدیث :

۱۱۳۹۷) صحیح مسلم۔ کتاب الزکاة : باب الدعاء لمن اتى بصدقة (حدیث : ۱۰۷۸)

۲ مسند احمد (۳/۳۹۸) سنن ابی داؤد۔ کتاب الوتر : باب الصلاة على غير النبي صلی اللہ علیہ وسلم

(حدیث : ۱۵۳۳)

رسول اللہ ﷺ کی آل پر صلوة (دروود)

اس میں بھی کسی کو اختلاف نہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی آل کے لیے بھی اسی طرح طلب رحمت کی دعاء فرمایا کرتے تھے جیسے آپ نے امت کو تعلیم دی تھی۔ آپ ﷺ کے تعلیمی کلمات یہ ہیں:

((اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ۔ اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ))

”اے اللہ!..... محمد ﷺ اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما جیسے تو نے ابراہیم علیہ السلام پر اور ان کی آل پر رحمت نازل کی۔ بے شک تو حمید و مجید ہے اور محمد ﷺ اور ان کی آل پر برکت نازل فرما جیسے تو نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر برکت نازل کی بے شک تو حمید و مجید ہے۔“

اگر کوئی شخص انفرادی طور پر کسی کو صلوة کہتا ہے جیسے صلی اللہ علی ابی بکر، صلی اللہ علی عمر، صلی اللہ علی عثمان یا صلی اللہ علی علی۔ تو اس میں دو صورتیں ہیں۔

۱..... پہلی یہ کہ جائز ہے

کیونکہ امام احمد رحمہ اللہ نے سیدنا علیؑ کے اس قول سے استدلال کیا ہے جس میں انہوں نے سیدنا عمرؓ سے کہا تھا کہ صَلِّ اللَّهُ عَلَيْكَ۔

امام احمد رحمہ اللہ کے جمہور اصحاب جیسے قاضی ابی یعلیٰ، ابن عقیل اور شیخ عبدالقادر بھی اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس باب میں انہوں نے کسی اختلاف کا تذکرہ نہیں کیا۔

ک صحیح بخاری۔ کتاب احادیث الانبیاء : باب (۱۰) (حدیث : ۳۳۷۰) صحیح مسلم۔ کتاب

الصلاة : باب الصلاة على النبي ﷺ بعد التشهد (حدیث : ۳۰۸)

۲..... دوسری صورت منع کی ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب میں سے ایک گروہ نے منع ہی لکھا ہے۔ اور ہمارے جد امجد ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب کبیر میں یہی کہا ہے ان کی دلیل سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا وہ قول ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ:

((أَلَا أَعْلَمُ الصَّلَاةَ تَنْبَغِي مِنْ أَحَدٍ عَلَى أَحَدٍ إِلَّا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ))

”میں نہیں سمجھتا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کی طرف سے کسی اور کو مستحق صلوة گردانا جائے۔“

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور پر صلوة کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔ ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور پر صلوة بھیجی جائے تو اس کے مستحق بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوں گے۔ البتہ جمعاً دوسرے پر اس کا اطلاق ہو سکتا ہے کیونکہ جو چیز اولاً جائز نہ ہو وہ جمعاً جائز ہو سکتی ہے۔

رسول اللہ پر صلوة پڑھنا واجب اور عام مسلمانوں پر پڑھنا مستحب

جن لوگوں نے اس کو جائز قرار دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ کتاب و سنت میں اس کی نفی نہیں۔ سیدنا عمر اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما کے قول سے استدلال کرتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کے لیے واجب نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وجوب کی تخصیص امر کی بنا پر ہے جو ازواج و استحباب کی بنا پر نہیں۔

ایک دلیل یہ بھی دیتے ہیں کہ مومنین کے لیے ملائکہ دعاء کرتے ہیں جیسے صحیحین میں مروی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَنَّ الْمَلَائِكَةَ تُصَلِّي عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مُصَلَاةٍ))

۱۔ فضل الصلاة على النبي صلی اللہ علیہ وسلم المقاضی اسمعیل (ص :)

۲۔ صحیح بخاری۔ کتاب الاذان : باب فضل صلاة الجماعة (حدیث : ۲۴۷۷) صحیح مسلم۔

کتاب المساجد : باب فضل الصلاة المكتوبة في جماعة (حدیث : ۲۴۹/۲۷۲)

”تم میں سے اس شخص کے لیے ملائکہ رحمت کی دعاء کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنی جانمازی جگہ پر بیٹھا رہتا ہے۔“

لہذا جب ایک مومن کے لیے فرشتے طلب رحمت کی دعاء کریں اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں کا نزول فرمائے تو ایک مومن کے لیے کیسے ناجائز ہوگا کہ وہ اپنے مومن بھائی کے لیے طلب رحمت کی دعاء نہ کرے؟

اہل بدعت کی اصلاح

رہا ابن عباسؓ کا قول: تو یہ ان اہل بدعت کے لیے ہے جو عام مومنین کو چھوڑ کر صرف سیدنا علیؓ کے لیے صلوٰۃ کے قائل ہیں جو بالاتفاق بدعت ہے۔ یہ بدعتی لوگ بنی ہاشم کے تمام افراد اور حسنؓ و حسینؓ اور ان کی ازواج کے تمام افراد کے حق میں رحمت کی دعاء نہیں کرتے۔ حالانکہ صحیحین میں یہ الفاظ بھراحت موجود ہیں:

((اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ أَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ))^۱

”اے اللہ!..... محمد ﷺ اور آپ کی ازواج مطہرات اور آپ کی اولاد پر رحمت نازل فرما۔“

اس روایت کے بعد کسی شخص کے پاس کوئی جواز نہیں کہ وہ اہل بیت میں سے چند افراد کو چھوڑ کر بعض کے لیے دعاء کرے۔ یا..... چند مومنین کو دعاء کے لیے مخصوص کرے۔

عام مسلمانوں کے لیے سلام

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ اللہ نے حکم دیا ہے کہ ہر مومن دوسرے پر سلام کہے تو اب جو شخص اس کو ممنوع کہے اور عقیدہ رکھے کہ رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی پر بھی درود و سلام نہ کہا جائے جیسے ابو عمر الجوزیؒ کا مسلک ہے تو یہ بات علمائے حنفیہ میں

۱۔ صحیح بخاری۔ کتاب احادیث الانبیاء : باب (۱۰) (جلد ۱۰ : ۳۶۶) صحیح مسلم۔ کتاب

الصلاة : باب الصلاة على النبي ﷺ بعد التشهد (حدیث : ۳۰۷)

معروف نہ تھی بلکہ اکثر علماء متاخرین نے بھی اس کی تردید کی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ عام مومنوں کو حکم ہے کہ ایک دوسرے کو سلام کہیں۔

عام مومنوں کا آپس میں سلام کہنا واجب ہے یا مستحب موکد؟ اس میں دو قول ہیں اور یہ دونوں قول امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے مطابق درست ہیں البتہ سلام کا جواب دینا بالا جماع واجب ہے۔ سب لوگ جواب دیں یا ایک شخص جواب دے دے تو بھی کافی ہے۔

جب کوئی مسلمان نماز سے فارغ ہو تو کہے کہ السلام علیکم۔ السلام علیکم۔

رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کو زیارت قبور کے وقت مندرجہ ذیل دعاء سکھایا کرتے تھے۔
 ((السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ))
 ”اے مومن اور مسلمان اہل دار! تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔“

دور سے سلام و صلوة بھیجنا رسول اللہ کے لیے مخصوص ہے

جو علماء کرام کہتے ہیں کہ..... سلام رسول اللہ ﷺ کا خاصہ ہے وہ حاضر و موجود شخص کو سلام کہنے سے نہیں روکتے۔ لیکن وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ غیر حاضر کو سلام نہیں کہا جاسکتا دور سے سلام کہنا صرف رسول اللہ ﷺ کا ہی خاصہ ہے۔ ان کا یہ موقف کمزور ہے۔ اس لیے کہ اس کا حکم اور وجوب رسول اللہ ﷺ کا خاصہ ہے۔ جیسے تشہد میں۔ تشہد میں آپ ﷺ کے سوا کسی خاص اور معین شخص کو سلام نہیں کہا جاتا۔ یہی صورت مسجد میں داخل ہوتے اور نکلنے وقت سلام کہنے کی ہے۔ اس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ سلام صلوة ہی کی طرح ہے اور یہ دونوں نماز اور غیر نماز میں واجب ہیں۔ البتہ رسول اللہ ﷺ کے سوا عام افراد کو ملاقات کے وقت سلام بھیجنا کہنا بالاتفاق واجب ہے۔

ل صحیح مسلم۔ کتاب الجنائز : باب ما یقال عند دخول القبور (حدیث : ۹۷۴)

مسلمان کے مسلمان پر پانچ حقوق

سلام تحیہ واجب ہے یا مستحب؟ اس میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دو قول مروی ہیں۔ دلائل اور نصوص کی روشنی میں اسے واجب ہی سمجھا جائے گا۔ ہمارے اس مسلک کی تائید صحیح مسلم کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

((خَمْسٌ تَجِبُ لِلْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ))

ایک مسلمان کے دوسرے پر پانچ حقوق واجب ہیں:

① ((يُسَلِّمُ عَلَيْهِ إِذَا لَقِيَهُ))

جب ملاقات ہو تو سلام کہے۔

② ((وَيَعُودُهُ إِذَا مَرِضَ))

جب بیمار پڑ جائے تو اس کی عیادت کرے۔

③ ((وَيُسَبِّعُهُ إِذَا مَاتَ))

جب فوت ہو جائے تو اس کے جنازہ کے ساتھ جائے۔

④ ((وَيُجِيبُهُ إِذَا دَعَاهُ))

جب دعوت دے تو قبول کرے۔

⑤ ((وَيُسَمِّتُهُ إِذَا عَطَسَ))

جب چھینک آئے تو جواب دے۔

اکثر فقہاء نے دعوت قبول کرنے کو واجب قرار دیا ہے اور نماز جنازہ بالاتفاق فرض کفایہ ہے۔ ملاقات کے وقت سلام کہنا اور بیمار کی عیادت دعوت قبول کرنے سے زیادہ اہم ہے۔ کیونکہ ملاقات کے وقت سلام نہ کہنے اور مریض کی عیادت نہ کرنے کے نقصانات دعوت قبول نہ کرنے کے نقصانات سے زیادہ سنگین ہیں۔ دعوت قبول کرنے اور مریض کی

صحیح بخاری۔ کتاب الجنائز: باب الامر باتباع الجنائز (حدیث: ۱۲۳۰) صحیح مسلم۔

کتاب السلام۔ باب حق المسلم للمسلم رد السلام (حدیث: ۲۱۲۲)

عیادت کرنے سے سلام کہنا زیادہ آسان ہے۔ ان مسائل کی مزید تشریح کا یہ موقع نہیں۔
 زندگی میں ملاقات اور قبر پر زیارت کے وقت سلام مسلمان کا حق ہے
 ہماری گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ زندگی میں ملاقات اور مرنے کے بعد قبر کی زیارت
 کے وقت سلام کہنا ہر مسلمان کا دوسرے پر حق ہے۔

مندرجہ بالا حدیث کی روشنی میں صحابہ کرام کو اس بات کا علم تھا کہ قبر مکرم کے پاس
 آپ کو سلام کرنے میں آپ کی کوئی خصوصیت نہیں۔ بلکہ یہ تو ہر مسلمان کے حق میں
 ضروری ہے خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ۔ کیونکہ ہر مؤمن سلام کا جواب دیتا ہے۔
 یہاں سلام کا جواب مقصود بالذات نہیں بلکہ حکم تو یہ ہے کہ جب بھی ایک مؤمن
 دوسرے سے ملے تو سلام کہے اور جب کسی مؤمن کی قبر پر جائے تو سلام کہے۔ دور دراز کا
 تکلفاً سفر کرنا مناسب نہیں۔

رسول اللہ کے لیے مخصوص صلاۃ و سلام

نماز کے اندر مسجد میں داخل اور مسجد سے نکلنے وقت رسول اللہ ﷺ پر سلام کہنا یہ
 آپ ﷺ کی خصوصیت ہے۔ یہ ایسا عمل ہے جس کا قرآن کریم میں حکم ہے اور جو شخص
 رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے۔ یہ ایسا
 عمل ہے جو افضل و نافع اور اکمل ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں فتنہ و فساد کا خدشہ نہیں۔
 درود و سلام کہنا ایسا عمل ہے جو قبر مکرم کے ساتھ خاص نہیں اور نہ ہی اس عمل کے
 لیے سفر کرنے کی اجازت ہے۔ بلکہ اس مقصد کے لیے نیت کرنا بھی قبر مکرم کو میلہ بنانے
 کے مترادف ہوگا۔ جیسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”میرے گھر کو میلہ نہ بنا لینا“

پس صحابہ خلفائے راشدین اور مہاجر و انصار سابقین الاولین کے دور میں معمول یہ
 تھا کہ وہ مسجد نبوی میں تشریف لاتے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کے

مطابق آپ پر درود و سلام کہتے تھے۔ اور دوران نماز اپنے لیے ہر وہ دعاء کرتے جو انہیں زیادہ پسندیدہ ہوتی تھی۔ جیسے صحیحین میں ابن مسعودؓ کو تشہد سکھلایا تو فرمایا کہ تشہد کے بعد جو چاہو دعاء مانگو۔

صحابہ کرام کا طرز عمل

صحابہ کرامؓ پر درود و سلام یا کسی بھی مسنون عمل کی بجا آوری کے لیے حجرہ مبارک کے قریب یا اس کے اندر قبر مکرم کے پاس نہیں جاتے تھے۔ جیسے کہ مشرک اور بدعتی لوگ کرتے ہیں۔ اس قسم کے مشرکانہ افعال کا وجود قرون ثلاثہ میں ناپید تھا۔ ان بدعات سے صحابہ تابعین تبع تابعین کا دور بالکل خالی صاف ستھرا اور نکھرا ہوا ہے۔

صاحب علم و ایمان انسان اگر مذکورۃ الصدر دلائل پر غور کرے تو اس پر دین حق اور صحیح موقف واضح ہو جائے گا، اور پھر وہ شخص اہل توحید اہل سنت اہل ایمان اور اہل جہل و بدعت میں فرق کر سکے گا۔

مندرجہ دلائل و براہین کی روشنی میں یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی کہ خلفاء راشدین اور جمہور صحابہ مسجد نبوی میں داخل ہو کر نمازیں ادا کرتے اور پھر نماز کے اندر مسجد میں داخل اور مسجد سے نکلتے وقت رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام کہتے لیکن قبر مکرم کے قریب جانے کی ضرورت محسوس نہ کرتے تھے۔

مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت رسول اللہ پر سلام کا طریقہ

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ مسجد میں داخل ہوتے وقت آپ ﷺ پر یوں سلام کہے کہ:

(بِسْمِ اللّٰهِ وَالسَّلَامِ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ
وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ))

۱ صحیح بخاری۔ کتاب الاذان : باب ما یتخیر من الدعاء بعد التشہد (حدیث : ۸۳۵)

صحیح مسلم۔ کتاب الصلاة : باب التشہد فی الصلاة (حدیث : ۴۰۴)

”اللہ کا نام لے کر رسول اللہ ﷺ پر سلام ہو۔ اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما۔ اور اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔“

اور جب مسجد سے نکلے تو کہے:

((بِسْمِ اللّٰهِ وَالسَّلَامِ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ
وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ))

”اللہ کا نام لے کر۔ رسول اللہ ﷺ پر سلام ہو۔ اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما اور اپنے فضل کے دروازے میرے لیے کھول دے۔“

یہ ایسا سلام ہے جو انسان کو قبر مکرم کے نزدیک سلام کرنے سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا خاصہ ہے جس میں کسی قسم کا خدشہ و مفسدہ نہیں ہے۔ یہ ایسا عمل ہے جو نمازوں میں بار بار دہرایا جاتا ہے۔ اذان کے وقت بھی اس کی تجدید ہوتی ہے اور ہر مسلمان رسول مکرم کے لیے وسیلہ کا طالب ہوتا ہے۔ صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا سَمِعْتُمْ الْمَوْذِنَ فَقُولُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْا عَلٰی فَاِنَّهُ مَن
صَلَّى عَلٰی مَرَّةٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا ثُمَّ سَلُّوْا اللّٰهَ لِي الْوَسِيْلَةَ
فَاِنَّهَا دَرَجَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِيْ اِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِ اللّٰهِ وَاَرْجُوْا اَنْ
اَكُوْنَ اَنَا هُوَ مَنْ سَالَ لِي الْوَسِيْلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ))

”جب اذان سنو تو جو الفاظ مؤذن کہے وہی تم کہو۔ پھر مجھ پر درود بھیجو۔ کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس دفعہ رحمت نازل فرماتا ہے۔“ پھر میرے لیے وسیلہ کی دعاء کرو۔ وسیلہ جنت کے درجات میں سے ایک درجہ ہے جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک کے لیے خاص ہے اور مجھے

ل صحیح مسلم۔ کتاب الصلاة: باب استحباب القول مثل قول المؤذن (حدیث: ۳۸۴)

امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں۔ جو شخص میرے لیے وسیلہ کی دعاء کرتا ہے قیامت کے دن اس کی شفاعت مجھ پر حلال ہو جائے گی۔“

قبر پر سلام اور اس کا جواب عام ہے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس سے بخوبی آگاہ تھے کہ قبر مکرم پر وہی سلام مستحب ہے جو عام ملاقات کے وقت کہا جاتا ہے اور جو ہر مسلمان پر مستحب ہے کہ وہ اپنے بھائی کو ملتے وقت یا اس کی قبر پر حاضری کے وقت کہے۔ اس سلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عام مؤمن برابر شامل ہیں..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((مَا مِنْ رَجُلٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللَّهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّىٰ أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ))^۱

”اگر کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ میرے جسم میں روح کو واپس کر دے گا۔ یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں گا“

اور عام مؤمنین کے بارے میں مروی ہے:

((مَا مِنْ رَجُلٍ يَمُرُّ بِقَبْرِ أَخِيهِ الْمُؤْمِنِ كَانَ يَعْرِفُهُ فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ إِلَّا عَرَفَهُ. وَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ))^۲

”جب کوئی شخص اپنے اس مؤمن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جس کو وہ پہچانتا تھا۔ تو وہ اسے سلام کرتا ہے تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔“

زیارت قبور کی مسنون دعاء

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب آپ قبرستان تشریف لے جاتے تو یہ دعاء

۱ سنن ابی داؤد۔ کتاب المناسک : باب زیارة القبور (حدیث : ۲۰۳۰)

۲ اخرجه ابن عبدالبر فی المتہد والامتذکار (۱/ ۱۸۵) كما فی شرح الصلور للسيوطی (ص

: ۲۰۲) و تقدم تخريجه مفصلاً (ص : ۱۳۷)

پڑھتے:

((السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ وَأَنَا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لِأَحَقُّونَ- أَنْتُمْ لَنَا فَرَطٌ وَنَحْنُ لَكُمْ تَبِعٌ أَسْأَلُ اللَّهَ الْعَافِيَةَ لَنَا وَلَكُمْ))

”سلامتی ہو تم پر اے گھر والو! مؤمنوں اور مسلمانوں میں سے اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم تمہیں ملنے والے ہیں۔ تم ہم سے تو اور ہم تمہارے تابع ہیں۔ میں اپنے اور تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگتا ہوں۔“

نماز والا صلوة و سلام قبر پر صلوة و صوم سے افضل ہے

آپ ﷺ صحابہ کرام کو بھی یہی دعاء سکھلایا کرتے تھے۔ دوران نماز آپ ﷺ پر درود و سلام کہنا قبر مکرم کے نزدیک کہنے سے افضل ہے۔ اس کا ہر مسلمان کو حکم بھی ہے اور آپ کا خاصہ بھی۔

جو شخص آپ ﷺ پر درود و سلام کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

جو شخص رسول مکرم ﷺ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس فہ رحمت نازل

فرماتا ہے اور جو شخص ایک دفعہ سلام کہتا ہے اللہ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے۔

لہذا یہ مقصد رسول اللہ ﷺ اور امتی کو اس وقت حاصل ہو جاتا ہے جب وہ مسجد

نبوی ﷺ میں یا کسی دوسری مسجد میں داخل ہوتے رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام کہتا ہے

لہذا قبر مکرم کے پاس جانے سے پہلے آپ ﷺ کو اور نہ سلام کہنے والے کو کوئی خاص فائدہ

ہوتا ہے۔ البتہ مسجد قبا اس سے مستثنیٰ ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر ہفتہ کے دن وہاں جا کر

اتباع سنت کا مظاہرہ کیا کرتے تھے۔ انہیں علم تھا کہ مسجد قباء میں حاضری دے کر اتباع

رسول ﷺ کا فریضہ بھی ادا کرتے اور مسجد نبوی ﷺ میں جمعہ اور نماز کے اندر درود و سلام

پڑھ کر دونوں اجروں کو سمیٹ لیتے تھے کیونکہ مسجد قباء میں نماز ادا کرنے سے دونوں

صحیح مسلم۔ کتاب الجنائز : باب ما یقال عند دخول القبور (حدیث : ۹۷۳، ۹۷۵)

فائدے بیک وقت حاصل ہو جاتے ہیں۔

یہی حال اس شخص کا ہے جو اہل بقیع اور شہدائے احد کی قبروں کی زیارت کے لیے جاتا ہے۔ جیسے رحمت دو عالم ﷺ وہاں تشریف لے جا کر ان کے لیے دعاء فرماتے تھے۔ اس میں صرف فائدہ ہی فائدہ ہے خرابی کوئی نہیں۔ جنت البقیع اور شہدائے احد کیلئے نماز کے اندر دعاء نہیں کی جاتی، اسی وجہ سے ان کی قبروں پر جانا ایک مستقل مسئلہ ہے۔ بایں ہمہ امام مالک رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ اس لوسنت قرار دے لینا مکروہ ہے۔ اس سلسلے میں ابن عمرؓ کا عمل واجب اتباع نہ ہوگا۔ جیسے ان کے منبر نبوی ﷺ کے اس حصے کو چھونا جہاں رسول اللہ ﷺ بیٹھا کرتے تھے کہ قابل عمل نہیں سمجھا گیا۔

رسول معظم ﷺ نے جن مقامات پر نماز ادا کی ہے ابن عمرؓ وہاں جانا مستحب سمجھتے تھے بلکہ وہاں جا کر نماز ادا کرنا آپ کا معمول بن گیا تھا۔ اس کے باوجود جمہور صحابہ کرامؓ نے اسے استحباب کی نگاہ سے نہیں دیکھا۔ جمہور صحابہ کرامؓ ہر اس عمل کو محبوب سمجھتے تھے جسے رسول اللہ ﷺ نے پسند فرمایا تھا اور وہ یہ کہ جہاں نماز کا وقت ہو جائے وہیں نماز ادا کرنا ضروری ہے۔

اثار و مشاہد کے تتبع پر سیدنا عمرؓ کی تنبیہ

سیدنا عمر بن خطابؓ اس شخص کو سختی سے منع فرماتے جو ایسی جگہ جا کر نماز ادا کرنے کی کوشش کرتا جہاں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔ آپ کا مشہور قول ہے:

((إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِهَذَا فَإِنَّهُمْ اتَّخَذُوا آثَارَ آبَائِهِمْ مَسَاجِدَ مَنْ أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ فِيهِ فَلْيُصَلِّ وَالْأَقْلَبُ يَذْهَبُ))^۱

”تم سے پہلے لوگ اسی بناء پر ہلاک ہوئے کہ وہ اپنے انبیاء کے نشانات (اثار) کو عبادت گاہ بنا لیا کرتے تھے اور اگر کسی کو وہاں (اتفاقاً) نماز کا وقت آئے تو نماز ادا کرے ورنہ وہاں سے چل دیئے۔“

۱ البدع والنہی عنہا للمحمد بن وضاح (ص: ۳۱، ۳۲)

سیدنا عمر بن خطابؓ نے لوگوں کو وہی حکم دیا جو سنت نبوی ﷺ کے مطابق تھا۔ آپ ان خلفائے راشدین میں سے ایک ہیں جن کی اتباع کرنے کی رسول اللہ ﷺ نے وصیت فرمائی تھی۔ ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کی اتباع کی بطور خاص وصیت ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں:

((اِقْتَلُوا بِالَّذِينَ مِنْ بَعْدِي اَيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ))
 ”میرے بعد ابوبکرؓ اور عمرؓ کی اقتداء کرنا۔“

بیت المقدس کی طرف کثرت سفر پر امام مالک کی ناپسندیدگی

اقتدا کا حکم امر سنت سے زیادہ اعلیٰ و ارفع ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ وہ بیت المقدس کی طرف بار بار سفر کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے تاکہ اس سفر کو لوگ سنت نہ سمجھ لیں۔

امام موصوف سے یہ بھی منقول ہے کہ وہ وقت مقرر کر کے بیت المقدس کی طرف جانے کو بھی مکروہ سمجھتے تھے تاکہ اس سفر کو لوگ سنت نہ سمجھ لیں جیسے کہ حج وغیرہ۔ کیونکہ وقت مقرر کر کے رسول مکرم ﷺ قبور شہداء گئے اور نہ ہی جنت البقیع کی طرف تشریف لے گئے جس طرح حج، جمعہ اور عیدین میں آپ کا معمول تھا لہذا اس فرق کو مد نظر رکھنا انتہائی ضروری ہے۔

آپ ﷺ نے رات کے وقت بارہا جماعت سے نماز ادا کی۔ ضحیٰ، کسوف، عیدین اور جمعہ کے علاوہ پانچوں نمازوں کا وقت مقرر فرمایا۔ رہا صرف سلام عرض کرنے کے لیے قبر مکرم کے پاس جانا۔ تو یہ وظیفہ نماز کے اندر مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت مسنون دعاء پڑھنے سے حاصل ہو جاتا ہے۔ لہذا قبر مکرم کے پس جانے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

۱۔ سنن ترمذی۔ کتاب المناقب : باب (۱۶) (حدیث : ۳۶۶۲) سنن ابن ماجہ۔ المقلمة : باب فضل ابن بکر الصديقؓ (حدیث : ۹۷)

نماز کے بعد بار بار قبر مکرم کے پاس جانے سے یہ خطرہ ہے کہ قبر مکرم میلہ اور وٹن نہ بن جائے جس سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

مسجد نبوی کی تاریخ توسیع

رسول اللہ ﷺ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں مدفون ہیں۔ تمام اہمات المؤمنین کے مکانات مسجد نبوی ﷺ سے مشرقی جانب واقع تھے۔ آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں ایک مکان بھی مسجد کے اندر نہ تھا بلکہ آپ ﷺ مکان سے نکل کر مسجد کی طرف تشریف لے جایا کرتے تھے۔

جب ولید بن عبد الملک نے اقتدار سنبھالا تو اس نے مساجد کی تعمیر و توسیع میں ایک خاص مقام حاصل کیا۔ اسے مساجد تعمیر کرنے کا خاصہ شوق اور جذبہ تھا۔ چنانچہ اس نے مسجد نبوی ﷺ مسجد الحرام اور مسجد دمشق وغیرہ میں توسیع کی۔ اس نے اپنے گورنر عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو لکھا کہ وہ رسول اکرم ﷺ کے تمام مکانات جن جن کے پاس بطور ورثہ ہیں قیماً خرید کر مسجد میں شامل کر دے۔ چنانچہ تمام مکانات کو خرید لیا گیا اور پھر انہیں مسجد میں شامل کر دیا گیا۔

یہ وہ وقت تھا جب خطہ ارض پر صحابہ میں سے ایک بھی بقید حیات نہ تھا۔ ابن عمرؓ ابن عباسؓ، ابوسعید خدریؓ اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی اس دار فانی سے رحلت فرما گئی تھیں۔ سعید بن مسیب رحمہ اللہ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے اس توسیع کو اچھا نہیں سمجھا۔ اکثر صحابہ اور تابعین نے بھی سیدنا عثمانؓ کی تجدید مسجد نبوی ﷺ سے بھی اتفاق نہیں کیا تھا۔ کیونکہ سیدنا عثمانؓ نے پتھر چونا اور ساگون کی لکڑی سے مسجد کو مزین بنا دیا تھا۔

جب ولید نے مسجد کی توسیع کی تو اکثر تابعین نے اسے استحسان کی نگاہ سے نہیں دیکھا۔

رہا سیدنا عمرؓ کا مسجد کی وسیع کرنا۔ تو آپ نے دیواریں گارے سے ستون کھجور کے

توں کے اور چھت کجھور کی ٹہنیوں سے بنائی تھی۔ سیدنا عمرؓ کے اس عمل پر کسی صحابی نے تنقید نہیں کی۔ البتہ سیدنا عثمانؓ اور ولید کی توسیع پر اختلاف پیدا ہوا تھا۔ ولید کے سکریری کا بیان ہے۔^۱

”امام بخاری رحمہ اللہ نے عبد اللہ بن عمرؓ کا قول نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے مبارک دور میں مسجد نبوی ﷺ کی دیواریں ایشوں کی چھت کجھور کی ٹہنیوں کی اور ستون کجھور کی لکڑی کے تھے۔ ابوبکر صدیقؓ نے اس پر کسی قسم کا اضافہ نہیں کیا۔ عمر فاروقؓ نے توسیع کی تو پھر مسجد کی شکل و صورت وہی رہی جو آپ ﷺ کے وقت تھی۔ البتہ سیدنا عثمانؓ نے خاصی تبدیلیاں کی تھیں۔ آپ نے دیواریں اور ستون منقش پتھروں سے بنائے اور چھت کو ساج سے مزین کیا۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں:

منبر رسول ﷺ اور مسجد کی وہ دیوار جو قبلہ کی طرف تھی ان کے درمیان صرف اتنا فاصلہ تھا کہ ایک بکری گزر سکتی تھی۔ پھر عمر فاروقؓ نے قبلہ رخ دیوار کو حد مقصود تک بڑھا دیا۔ پھر عثمانؓ کی دیوار کو وہاں تک لے آئے جہاں اب واقع ہے۔ البتہ منبر کو اپنی جگہ پر ہی رہنے دیا۔

خارجہ بن زید جن کا شمار مدینہ منورہ کے سات معروف و مشہور فقہاء میں ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

رسول اللہ ﷺ نے اپنی مسجد تعمیر کی جس کا طول ۷۰ اور عرض ۶۰ ہاتھ یا قدرے زیادہ تھا۔

اہل سیر کا کہنا ہے:

سیدنا عثمانؓ نے جب مسجد نبوی ﷺ کی توسیع کی تو اس وقت مسجد کا طول و عرض ۱۶۰ ہاتھ مربع تھا۔ اور مسجد کے چھ دروازے بنائے گئے۔ جیسے عمر فاروقؓ کے دور

۱ ان کا نام عبد اللہ بن یعقوب اسکندری تھا۔ (مترجم)

میں تھے۔

اور جب ولید بن عبد الملک نے مسجد کی توسیع کی تو مسجد کا طول ۲۰۰ ہاتھ اور عرض قبلہ کی طرف سے ۲۰۰ اور پچھلی طرف سے ۸۰ ہاتھ تک بڑھا دیا۔

پھر اس کے بعد مہدی نے اس کی لمبائی میں صرف شام کی جانب ایک سو گز کا مزید اضافہ کر دیا۔ باقی تین جہتوں سے تعرض نہیں کیا گیا۔ واللہ اعلم۔

عہد صحابہ میں جو شخص رسول اللہ ﷺ پر سلام عرض کرنا چاہتا وہ حجرہ کی مغربی جانب سے قبلہ رخ ہو کر یا حجرہ کی طرف منہ کر کے سلام کہتا۔ اب جہت قبلہ سے بھی آنا ممکن ہے۔ اکثر علماء کا کہنا ہے کہ سلام عرض کرنے والے کو مستحب یہ ہے کہ وہ حجرہ کی طرف منہ کر کے سلام کہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ قبلہ رخ ہو کر سلام کہے۔

ولید نے اپنے باپ عبد الملک کی وفات کے بعد ۸۰ سے ۹۰ھ کے درمیان عمان حکومت سنبھالی تو اس وقت صحابہ کرام میں سے چند ایک کے سوا کوئی بقید حیات نہ تھا۔ جیسے انس بن مالکؓ وہ بھی بصرہ میں تھے۔ آپ کی وفات ۹۰ سے ۱۰۰ھ کے درمیان ولید بن عبد الملک کے دور میں ہوئی۔ مدینہ منورہ میں تمام صحابہ کے بعد فوت ہونے والوں میں جابر بن عبد اللہؓ تھے جو ۸۷ھ میں فوت ہوئے۔ آپ کی وفات کے تقریباً دس سال بعد ولید بن عبد الملک نے رسول اللہ ﷺ کے مکانات کو خرید کر مسجد میں داخل کیا اور مسجد کی توسیع ان کی وفات کے بعد عمل میں آئی۔

سیدنا عثمانؓ نے صحابہ کی موجودگی میں مسجد کی توسیع ضرور کی لیکن رسول اللہ ﷺ کے مکانات میں سے معمولی حصہ بھی مسجد میں داخل نہیں کیا۔ وہ مسجد سے باہر ہی رہے۔ جیسے رسول اللہ ﷺ اور ابو بکرؓ و عمرؓ کے دور خلافت میں تھا۔ اس لیے کہ ام المومنینؓ ان میں رہائش پذیر تھیں۔

سیدنا معاویہؓ کی خلافت تک آپ وہیں رہیں۔ حسن بن علیؓ کی وفات کے بعد آپ کا انتقال ہوا۔ سیدنا حسنؓ نے ام المومنین سے حجرہ مبارک میں دفن ہونے کی اجازت

طلب کی۔ چنانچہ آپ نے بخوشی اجازت عطاء فرمادی۔ لیکن دوسرے صحابہ نے اچھا نہ سمجھا کیونکہ جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ جیسے صحابی حجرہ میں دفن نہ ہوئے تو دوسرا بھی دفن نہیں ہو سکتا۔ دوسری بات یہ بھی زیر غور تھی کہ کہیں اس پر کوئی فتنہ کھڑا نہ ہو جائے۔

جب ام المومنین عائشہ صدیقہ کی وفات کے آثار نمودار ہوئے تو آپ نے بطور خاص وصیت فرمائی کہ مجھے حجرہ کی بجائے جنت البقیع میں دفن کیا جائے۔

مسجد کی توسیع کے سلسلے میں ولید بن عبدالملک نے جو کچھ کیا، اس کے متعلق تابعین کے سوا کسی نے اظہار خیال نہ کیا، جیسے کہ سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ اور ان ہی جیسے دیگر تابعین کرام (نے اس عمل کو اچھا نہیں سمجھا۔)

امام مہوف سے سوال ہوا کہ وہ علقمہ اور اسود سے بھی افضل ہیں؟ آپ نے کہا: ہاں! سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ افضل ہیں۔

یہ بھی یاد رکھئے کہ علقمہ اور اسود مسجد کی اس توسیع سے کافی عرصہ پہلے فوت ہو چکے تھے۔

حجرہ مبارک کو مسجد میں داخل کرنے سے پہلے ہی مسجد نبوی کی فضیلت مسلم تھی۔ مسجد نبوی کی فضیلت تو اس لیے ہے کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور مومنین کے لیے تعبیر کیا تھا کہ اس میں نماز ادا کیا کریں گے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس کی فضیلت بیان فرمائی۔

ہم یہاں مسجد نبوی کی فضیلت کے بارے میں امام مالک رحمہ اللہ کا ایک قول نقل کرتے ہیں وہ کہتے ہیں:

”مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جبریل علیہ السلام ہی نے جنت قبلہ سے آگاہ کیا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات تک اسی مسجد میں جمعہ اور نماز باجماعت کا اہتمام فرمایا اور سفر و حضر میں اس مسجد کے سوا کہیں جمعہ ادا نہیں کیا، ہاں البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز باجماعت ہر جگہ پر ادا کر لیا کرتے تھے جہاں بھی موقع ملتا۔“

لہذا ہم رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرنے کے مکلف ہیں۔ ہم پر لازم ہے کہ آپ کی ہر بات کی تصدیق کریں اور جو حکم دیں اس پر عمل کریں کیونکہ آپ کی تصدیق اور اطاعت کے بغیر ایمان کی تکمیل ناممکن ہے۔ رسول مکرم کے جمیع افعال کی اقتداء کرنا ہمارے لیے مسنون ہے۔

آثار و مشاہد کی بجائے مساجد سے دل لگانا سنت ہے

آپ ﷺ کے وہ افعال و اعمال جو واجب، استحباب یا اباحت پر مبنی ہیں ان پر اسی طرح عمل کرنے کے مکلف ہیں۔ ہاں! جو اعمال آپ ﷺ کی ذات کے ساتھ خاص ہیں وہ الگ ہیں۔ آپ ﷺ نے جس جگہ کو عبادت کے لیے مسنون قرار دیا ہے ہم پر لازم ہے کہ ہم بھی اسی جگہ کا قصد کریں۔

رسول اللہ ﷺ نے جب مکہ مکرمہ کے سفر کا ارادہ فرمایا تو نیت یہ تھی کہ مسجد الحرام میں دوسری عبادت کے ساتھ ساتھ اس میں نماز ادا کریں گے۔

❁ بیت اللہ کا طواف کریں گے۔

❁ صفا مروہ کی سعی کریں گے۔

❁ میدان عرفات اور مشعر الحرام میں وقوف کریں گے۔

❁ تینوں جمعرات کو کنکریاں ماریں گے۔

❁ پہلے دو جمروں کے پاس کھڑے ہو کر دو جملہ مانگیں گے۔

لہذا یہ سب کام ہمارے لیے مشروع ہیں۔ بعض واجب اور بعض مستحب۔

رسول مکرم ﷺ مکہ مکرمہ میں مقیم رہے مسجد الحرام کے علاوہ کہیں نہیں گئے دوران سفر ہجرت جس غار (غار ثور) میں قیام کیا تھا وہاں بھی نہیں گئے اور تہ خلد حرام میں تشریف لے گئے جہاں آپ ﷺ نبوت سے پہلے عبادت کیا کرتے تھے۔ نیز اہل مکہ بھی اسی طرح عبادت کیا کرتے تھے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ طریقہ عبدالمطلب نے ایجاد کیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے طواف کے بعد دو رکعت نماز ادا کی، لیکن سعی بین الصفا والمروة کے بعد نماز پڑھنا ثابت نہیں اور نہ ہی آپ ﷺ نے نماز پڑھی۔

آپ ﷺ جب مسجد الحرام میں داخل ہوئے تو سب سے پہلے طواف کیا اور یہی طواف تحیة المسجد کے قائم مقام ٹھہرا۔ آپ عام مساجد میں داخل ہو کر دو رکعت تحیة المسجد ادا کیا کرتے تھے۔ مسجد الحرام میں داخل ہو کر یہ دو رکعت ادا نہیں کیں۔

رسول اللہ ﷺ جب منیٰ پہنچے تو سب سے پہلے جمرۃ العقبہ کو رمی کی۔ اس کے بعد قربانی کی۔

پھر سر مبارک منڈوایا۔

اس کے بعد طواف بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے۔

اب سنت طریقہ یہی ہے کہ اہل منیٰ پہلے رمی کریں پھر قربانی کریں۔

اہل منیٰ کا جرات کو رمی کرنا (دوسروں کے حق میں) نماز عید کے برابر ہے۔

عرفات میں اور منیٰ میں نماز عید ہے نہ جمعہ۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان مقامات

پر نماز عید پڑھی اور نہ جمعہ۔ آپ ﷺ دوران سفر عید کی نماز پڑھتے نہ جمعہ۔ اسی بناء پر علماء

کا خیال ہے کہ سفر میں نماز جمعہ نہ پڑھی جائے۔ اس میں علماء کا معمولی اختلاف ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے سفر میں نماز عید ادا نہیں کی اسی بناء پر جمہور علماء کا کہنا ہے کہ

جہاں جمعہ وہاں نماز عید بھی نہیں۔

مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کے مبارک دور میں صرف ایک ہی عید پڑھی جاتی

تھی اور کوئی شخص انفرادی طور پر نماز عید نہیں پڑھتا تھا۔ یہ جمہور علماء کا قول ہے، لیکن اس

میں اختلاف ہے۔

اسی بناء پر منیٰ میں مسلمان پہلے رمی اور پھر قربانی کرتے ہیں تاکہ سنت کی اتباع ہو

جائے۔

رسول اکرم ﷺ نے جو عمل قرب الہی کی خاطر انجام دیا، وہ عبادت ہے اور اسے

اسی طرح تقرب الہی کے لیے انجام دیا جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے جس کام سے اعراض کیا یا کسی وجہ سے اسے انجام نہیں دیا وہ نہ تو عبادت ہے نہ مستحب۔ اور جس کام کو اباحت کی بنا پر کیا لیکن اس میں نیت عبادت کی نہ تھی وہ مباح ہوگا۔

بعض علماء نے بیت تک میں مشابہت کو مستحب قرار دیا ہے، جیسے سیدنا عبداللہ بن عمر کا معمول تھا۔

اکثر علماء یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی متابعت اس وقت ہوگی جب ہم وہی نیت کریں جو آپ ﷺ نے کی تھی صرف صورت میں مشابہت فائدہ مند نہ ہوگی اور جو کام آپ نے عبادت کی نیت سے نہیں کیا ایسا کام عبادت کی نیت سے کرنا مستحب نہیں کیونکہ یہ آپ ﷺ کی متابعت نہ ہوگی بلکہ مخالفت ہوگی۔ ایک روایت میں ہے کہ:

((أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي حَيْثُ أَدْرَكَتُهُ الصَّلَاةُ))^۱

”رسول اکرم ﷺ جہاں نماز کا وقت ہو جاتا وہیں ادا کر لیتے۔“

صحیح بخاری میں روایت بھی ہے جس میں سیدنا ابوذر غفاری نے سوال کیا تھا کہ زمین پر سب سے پہلے کون سی مسجد تعمیر ہوئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ:

((الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ ثُمَّ الْمَسْجِدُ الْأَقْصَى ثُمَّ حَيْثُ مَا أَدْرَكَتْكَ الصَّلَاةُ فَصَلِّ فَإِنَّهُ مَسْجِدٌ))

”پہلے مسجد الحرام، پھر مسجد اقصیٰ، اس کے بعد جہاں نماز کا وقت ہو جائے وہیں نماز ادا کر لے وہی مسجد ہے۔“

صحیح کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

((فَأَنَّ فِيهِ الْفَضْلَ))

۱ صحیح بخاری۔ کتاب مناقب الانصار : باب مقدم النبی ﷺ و اصحابہ المدینة (حدیث :

”وہیں نماز ادا کرنا افضل ہے۔“

پس وہ لوگ انہیں کسی جگہ نماز کا وقت ہو جائے اور وہ نماز پڑھے بغیر ہی وہاں سے آگے نکل جائیں تاکہ ایسی جگہ جا کر نماز ادا کریں جہاں کسی نبی کی کوئی نشانی ہو تو وہ لوگ سنت نبوی کے تارک اور مخالف ہوں گے۔

متلاشیان آثار و تہذبات کو سیدنا سیدنا عمرؓ کی تنبیہ

سیدنا عمر بن خطابؓ نے ایک دفعہ دیکھا کہ کچھ لوگ ایسی جگہ جا رہے ہیں جہاں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔ سیدنا عمرؓ نے پوچھا: یہ کیا ماجرا ہے؟
جواب ملا کہ اس جگہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔
سیدنا عمرؓ نے کہا: اچھا یہ وہ جگہ ہے جہاں آپ ﷺ نے نماز ادا کی تھی۔ پھر فرمایا کہ:

((الْتَرِيثُونَ اَنْ تَتَّخِذُوا اَثَارَ اَنْبِيَائِكُمْ مَسَاجِدَ اِنَّمَا هَلَكَ بَنُو
اسْرَائِيْلَ بِمِثْلِ هَذَا فَمَنْ اَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ فِيْهِ فَلْيُصَلِّ فِيْهِ وَاِلَّا
فَلْيَذْهَبْ))

”تم چاہتے ہو کہ انبیاء ﷺ کے آثار کو عبادت گاہ بنا لو۔ بنو اسرائیل اسی وجہ سے ہلاک ہوئے تھے۔“ جس شخص کو جہاں نماز کا وقت ہو جائے وہ وہیں نماز ادا کر لے ورنہ گزر جائے۔“

مشاہد کی بجائے مساجد سے دل لگانے کی ترغیب

سجد نبوی ہی فضیلت والی ہے کیونکہ اس میں نماز کی فضیلت وارد ہے۔ یہ فضیلت کیوں نہ ہو۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

صحیح بخاری۔ کتاب الاتیاء: باب (۱۰) (حدیث: ۳۳۲۱-۳۳۲۵) صحیح مسلم۔ کتاب

المساجد: باب المساجد و مواضع الصلاة (حدیث: ۵۴۰)

البدع والنہی عنہا للمحمد بن وضاح (ص: ۳۲:۳۱)

((صَلَوَةٌ فِي مَسْجِدِي هَذَا خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ صَلَوَةٍ فِيَمَا سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ))^۱

”مسجد الحرام کے سوا تمام مساجد سے میری اس مسجد میں نماز ادا کرنا ایک ہزار درجہ زیادہ ثواب ہے۔“

رسول اللہ ﷺ کا یہ بھی ارشاد گرامی ہے:

((أَلَا تَنْتَدُّ الرَّحَالَ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ۔ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصَى وَمَسْجِدِي هَذَا))^۲

”تین مساجد کے علاوہ کسی بھی مسجد کے لیے رخت سفر نہ باندھا جائے۔ یعنی مسجد الحرام، مسجد اقصیٰ اور میری یہ مسجد۔“

مسجد نبوی کو یہ فضیلت حجرہ نبوی کو مسجد میں داخل کرنے سے پہلے ہی حاصل ہے۔ حجرہ کو مسجد میں داخل کرنے سے پہلے ایسے لوگ اس میں نماز ادا کرتے رہے جن کا مقابلہ قیامت تک آنے والے افراد نہ کر سکیں گے۔ کسی شخص کے ذہن میں یہ وہم ہرگز نہیں آنا چاہئے کہ مسجد نبوی کو یہ فضیلت اس لیے ملی کہ اس میں حجرہ مبارک داخل کر دیا گیا ہے اور اب اس کی فضیلت رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کی زندگی سے بھی زیادہ ہے۔ اگرچہ خلفائے راشدین اور اس وقت کے افراد امت کو فضیلت حاصل ہے۔ لیکن اب نہ وہ افراد ہیں نہ وہ دور مسنونہ ہے۔ مسجد نبوی کو اس وقت بھی فضیلت حاصل تھی جب کہ ابھی حجرہ مبارک اس میں داخل نہیں تھا۔ اگرچہ حالات و واقعات اور افراد امت میں بے شمار تبدیلیاں آچکی ہیں۔

- ۱ صحیح بخاری۔ کتاب فضل الصلاة في مسجد مكة والمدينة : باب فضل الصلاة في مسجد مكة والمدينة (حدیث : ۱۱۶۰) صحیح مسلم۔ کتاب الحج : باب فضل الصلاة في مسجد مكة والمدينة (حلیفیت : ۱۱۶۳)
- ۲ صحیح بخاری۔ کتاب فضل الصلاة في مسجد مكة والمدينة (حدیث : ۱۱۶۹) صحیح مسلم۔ کتاب الحج : باب فضل المساجد الثلاثة (حدیث : ۱۱۶۴)

بہر کیف یہ خیال رکھنا غلط ہے کہ مسجد نبوی کو حجرہ مبارک کی وجہ سے فضیلت ہے۔ جن افراد نے حجرہ مبارک کو مسجد میں داخل کیا ان کا مقصد تو صرف یہ تھا کہ مسجد کی توسیع ہو۔ اسی مصلحت کی پیش نظر آپ ﷺ کے مکانات کو مسجد میں داخل کر دیا گیا۔ اگرچہ اس عمل کو بعض افراد نے اچھا نہیں سمجھا۔

ہماری گفتگو کا مقصد وحید یہ ہے کہ جو مساجد اللہ تعالیٰ کی رضاء کے لیے تعمیر کی گئی ہیں تاکہ ان میں اللہ کی عبادت ہو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا جائے۔ تو ان مساجد کی فضیلت عبادت کی وجہ سے ہے کہ ان میں اللہ کے عام بندوں اور بعض انبیاء نے بھی عبادت کی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَسِيْعِدْ اُتَيْسَسْ عَلَيَّ التَّقْوَىٰ مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ۗ
فِيْهِ رِجَالٌ يُحِبُّوْنَ اَنْ يَسْطَلُوْا ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَهِّرِيْنَ ۝﴾

(التوبہ: ۱۰۸/۹)

”جو مسجد اول روز سے تقویٰ پر قائم کی گئی تھی وہی اس کے لیے زیادہ موزوں ہے کہ تم اس میں (عبادت کے لئے) کھڑے ہو۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں۔ اور اللہ کو پاکیزگی اختیار کرنے والے ہی پسند ہیں۔“

﴿اَفَمَنْ اَسْسَ بُنْيَانَهُ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْرٌ مِّنْ اَسْسَ بُنْيَانَهُ عَلٰى شَفَا جُرْفٍ هَا رِقَانَهَا رَبِّهٖ فِى نَارٍ جَهَنَّمَ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْعٰقُوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝﴾ (التوبہ: ۱۰۹/۹)

”پھر تمہارا کیا خیال ہے کہ بہتر انسان وہ ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ کے خوف اور اس کی رضاء کی طلب پر رکھی ہو؟ یا وہ جس نے اپنی عمارت ایک وادی کی کھوکھلی بے ثبات ٹکڑے (کنارہ) پر اٹھائی اور وہ اسے لے کر سیدھی جہنم کی آگ میں جاگری؟ ایسے ظالم لوگوں کو اللہ کبھی سیدھی راہ نہیں دکھاتا۔“

اخلاص نیت اور عمل صالح کی فضیلت

اعمال کی فضیلت نیت کی درستی اللہ کی اطاعت اور ایمان محکم پر موقوف ہے:
 (إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُورِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَإِنَّمَا يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ
 وَأَعْمَالِكُمْ))^۱

”اللہ تعالیٰ تمہاری ظاہری شکل و صورت کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور
 اعمال کو دیکھتا ہے۔“

بری نیت پر عذاب اور ترک فرض پر سزا ملے گی اس کی بدولت دنیا اور آخرت کی
 مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ انسان کو جو مصیبت آتی ہے وہ اس کی بد عملی کی وجہ سے آتی
 ہے۔ ارشاد الہی ہے:

(إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ ۖ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا ۗ) (الاسراء: ۷۰/۷۱)
 ”تم نے بھلائی کی تو وہ تمہارے اپنے ہی لیے بھلائی تھی اور برائی کی تو وہ
 تمہاری اپنی ذات کے لیے برائی ثابت ہوئی۔“

(وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فِيمَا كَسَبْتُمْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ) (الشوری: ۳۰/۳۲)

”اے انسان! تجھے جو بھلائی بھی حاصل ہوتی ہے اللہ کی عنایت سے ہوتی ہے
 اور جو مصیبت تجھ پر آتی ہے وہ تیرے اپنے کسب و عمل کی بدولت ہے۔“

مفسرین نے لکھا ہے کہ رزق عافیت اور تندرستی اللہ کے انعامات ہیں۔ اور مصائب
 و مشکلات انسان کے گناہوں کی وجہ سے نازل ہوتی ہیں۔ رب کریم کا ارشاد ہے:

(وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فِيمَا كَسَبْتُمْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ) (الشوری: ۳۰/۳۲)

”تم لوگوں پر جو مصیبت بھی آتی ہے تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے آتی

۱ صحیح مسلم۔ کتاب البر والصلة : باب تحريم الظلم المسلم و خذله (حدیث :

ہے۔ اور بہت سے قصوروں سے وہ ویسے ہی درگزر کر جاتا ہے۔“

عبادت اللہ کی طریقہ رسول اللہ کا

تمام علماء امت کا مندرجہ ذیل باتوں پر اتفاق ہے:

○ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کسی کی نہیں۔

○ اللہ تعالیٰ کے سوا توکل کسی پر نہیں۔

اور رسول اللہ ﷺ کے حقوق میں امت کا کوئی شخص شریک اور ساجھی نہیں جیسے

آپ ﷺ کے احکامات میں آپ ﷺ کی لازمی اطاعت و فرمانبرداری ضروری ہے۔ اللہ

تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ.﴾ (النساء: ۸۰/۳)

”جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے دراصل اللہ کی اطاعت کی۔“

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطِيعَ بِإِذْنِ اللَّهِ.﴾ (النساء: ۳/۳)

”ہم نہ جو رسول بھی بھیجا ہے اسی لیے بھیجا ہے کہ اللہ کے اذن (حکم) کی بنا

پر اس کی اطاعت کی جائے۔“

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہوگی۔ ارشاد الہی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ.﴾ (الفتح: ۱۰/۳۸)

”اے نبی!..... جو لوگ تم سے بیعت کر رہے تھے وہ دراصل اللہ سے بیعت

کر رہے تھے۔“

بیعت رضوان کے موقع پر صحابہؓ نے یہ عہد باندھا تھا کہ وہ جہاد میں رسول اللہ ﷺ

کی اطاعت و فرمانبرداری کریں گے اور جنگ کی صورت میں وہ شہید تو ہو جائیں گے لیکن

بھاگنا پسند نہیں کریں گے۔

سب سے زیادہ رسول اللہ سے محبت ایمان کے لیے شرط

رسول اللہ ﷺ کی یہ اطاعت حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی ہی اطاعت ہے اور ہم پر

فرض ہے کہ ہم اپنی جانوں، اپنے آباء و اجداد، اپنی اولاد اور اپنے اہل و عیال اور مال و متاع سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے محبت رکھیں، جیسا کہ صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ فرماتے ہیں:

((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ
وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ^۱

”مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے ہاں اس کے والد^۲ اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔“

آپ جان سے زیادہ عزیز نہیں تو کچھ بھی نہیں

صحیح بخاری میں عبد اللہ بن ہشام سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور آپ عمر بن خطابؓ کا ہاتھ پکڑے ہوئے جا رہے تھے۔ عمرؓ بولے: یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے اپنی جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں۔ آپ ﷺ نے جواباً فرمایا:

((أَلَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ))

”اللہ کی قسم! ہرگز نہیں۔ یہاں تک کہ میں تیری اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔“

((فَقَالَ لَهُ عُمَرُ فَإِنَّهُ الْآنَ وَاللَّهِ لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي))

”عمر نے عرض کی: اللہ کی قسم!..... اب آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔“

((فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ الْآنَ يَا عُمَرُ))^۳

۱ صحیح بخاری۔ کتاب الایمان : باب حب الرسول ﷺ من الایمان (حدیث : ۱۰۱۳)

۲ صحیح مسلم۔ کتاب الایمان : باب وجوب محبة الرسول ﷺ (حدیث : ۴۴)

۳ صحیح بخاری۔ کتاب الایمان والنور : باب کیف كانت۔ یمن النبی (حدیث : ۶۶۳۲)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! اب ٹھیک ہے۔

اس سلسلے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِينُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ٥٠﴾

(التوبة: ۲۳/۴۰)

”اے نبی!..... کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیز و اقارب اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور تمہارے وہ کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے اور تمہارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں۔ (یہ سب) تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے۔ اور اللہ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا۔“

نیز فرمایا:

﴿الَّذِي أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ ٥١﴾ (الاحزاب: ۶۱/۶۲)

”بلاشبہ نبی تو اہل ایمان کے لیے ان کی اپنی ذات پر مقدم ہے۔“

صحیحین میں مروی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

((أَنَا أَوْلَىٰ بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ))

”میں ہر مومن کو اس کی جان سے بھی زیادہ عزیز ہوں۔“

پس رسول اللہ ﷺ کی اتباع کے بغیر نہ عذاب الہی سے نجات مل سکتی ہے اور نہ

صحیح بخاری۔ کتاب الفرائض : باب قول النبی ﷺ ”من ترك مالا فلاهله“ (حدیث : ۱۶۳۱)

صحیح مسلم۔ کتاب الفرائض : باب من ترك مالا فلورثته (حدیث : ۱۶۱۹) سنن ابی

داؤد۔ کتاب الفرائض : باب فی میراث ذوی الارحام (حدیث : ۲۹۰۰) واللفظ له۔

ہی اللہ کی رحمت تک رسائی ممکن ہے جبکہ ہم رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائیں ان سے محبت رکھیں ان سے دوستی قائم کریں ان کی اتباع کو اپنا نصب العین قرار دیں۔ یہی وہ گوہر نایاب ہے جو دنیا و آخرت میں عذاب الہی سے نجات کا باعث بن سکتا ہے۔ اسی سے دنیا و آخرت کی خیر اور بھلائی مل سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے تمام انعامات میں سب سے بڑا انعام ایمان ہے اور یہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ ہمارے اپنے نفوس و اموال سے کہیں زیادہ رسول کریم ﷺ ناصح ہیں۔ رب کریم رسول اللہ ﷺ ہی کی وجہ سے انسانوں کو ظلمات سے نکال کر ہدایت کی طرف لاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا راستہ آپ ﷺ کے بغیر مل جانا ممکن ہی نہیں۔

رسول اللہ کا منصب اور آپ کی دعوت

رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے اذن (حکم) سے اس کی طرف دعوت دی۔ آپ ﷺ کی اسی صفت کو قرآن بیان کرتا ہے:

﴿إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ
وَمِرَاجًا مُنِيرًا ۝﴾ (الاحزاب، ۳۳/۳۶ تا ۳۷)

”اے نبی! ہم نے تمہیں بھیجا ہے گواہ بنا کر بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر اللہ کی اجازت سے اس کی طرف دعوت دینے والا بنا کر۔ اور روشن چراغ بنا کر۔“

رسول اللہ ﷺ کا مخالف غیر اللہ کی طرف بلاتا ہے اور جو شخص رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرتا ہے وہ اللہ کی طرف دعوت دیتا ہے۔ لفظ باذنہ سے احکام الہی مراد ہے۔ ارشاد الہی ہے:

﴿قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي ۝﴾

(یوسف، ۱۲/۱۰۸)

”تم ان سے صاف کہو کہ میرا راستہ تو یہ ہے کہ میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔“

میں خود بھی پوری روشنی میں اپنا راستہ دیکھ رہا ہوں اور میرے ساتھی بھی۔“

بغیر دلیل کے عمل کرنا بد عملی اور ظلم ہے

جو شخص اطاعت رسول ﷺ کرتا ہے وہ علی وجہ البصیرت دعوت الی اللہ کا فریضہ انجام دیتا ہے، بخلاف اس شخص کے جو بغیر علم کے حکم کرتا ہے یا ایسی بات کہتا ہے جو منزل من اللہ نہیں ہے جیسے کہ ارشاد الہی ہے:

﴿وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَمْ يَنْزِلْ بِهِ سُلْطَانًا وَمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهِ عِلْمٌ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِن نُّصَيْرٍ﴾ (الجم، ۱۳۲، ۱۳۱)

”یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کر رہے ہیں جن کے لیے نہ تو اس نے کوئی سند نازل کی ہے اور نہ یہ خود ان کے بارے میں کوئی علم رکھتے ہیں ان ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں ہے۔“

حجرہ مبارک سے متعلق کسی عمل کی کوئی دلیل نہیں

اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا حکم دیا یا جن حقوق رسول کی طرف بلایا ان کا حجرہ مبارک سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی کوئی حکم حجرہ نبوی سے خاص ہے بلکہ وہ ایسے اعمال ہیں جو دنیا کے کسی بھی حصے میں ادا کئے جاسکتے ہیں۔ جیسے

✽ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا۔

✽ رسول اللہ ﷺ سے محبت رکھنا۔

✽ رسول اللہ ﷺ سے دوستی کرنا۔

✽ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کو لوگوں تک پہنچانا۔

✽ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے مطابق جہاد کرنا

✽ رسول اللہ ﷺ کے دوستوں سے دوستی رکھنا۔

✽ رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں سے عداوت رکھنا۔

✽ رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام کہنا۔

یہ تو وہ چیزیں ہیں جو آپ ﷺ پر ایمان آپ ﷺ کی رسالت کا اقرار اور آپ پر درود اور سلام جیسے مشروع اعمال میں سے ہیں، لیکن:

ہر وہ کام جسے اللہ تعالیٰ پسند کرے یا جس سے قرب الہی حاصل ہو اس پر عمل کرنے کے لیے حجرہ نبوی کا قرب ضروری نہیں اور نہ ہی وہ حجرہ کے قریب فضیلت رکھتا ہے۔ خواہ وہ درود و سلام کی صورت میں ہو یا کوئی دوسرا عمل۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ نے تو اس بات سے منع فرمایا ہے کہ آپ کے گھر کو میلہ گاہ بنا لیا جائے۔ آپ ﷺ نے اس طرح کی کسی چیز کے اختصاں کے لیے آپ ﷺ کے گھر کے قصد سے منع فرمایا ہے۔ اب جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ درود و سلام یا کوئی دوسرا عمل حجرہ کے قریب افضل ہے تو ایسا شخص رسول اللہ ﷺ کا مخالف ہے۔

ہر وہ کام جسے اللہ تعالیٰ نے مقرر نہیں فرمایا یا اس پر کوئی دلیل و برہان نازل نہیں کی۔ بلکہ اس سے منع فرمایا ہے جیسے:

❁ غیر اللہ کو پکارنا

❁ ملائکہ انبیاء یا کسی بھی غیر اللہ کی عبادت کرنا۔

❁ صالحین کی قبور کی طرف رخت سفر باندھنا وغیرہ

تو ان امور کی طرف وہی شخص بلائے گا جو علم سے کورا ہوگا اور نہ ہی اس کے پاس کتاب و سنت کی کوئی دلیل و برہان ہوگی۔

پس یہ ایسے لوگوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرتا ہے جو غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں جس کے جواز پر کوئی دلیل نازل نہیں کی گئی اور نہ ہی ان کے پاس علم ہے۔

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کے حقوق کی پہچان

مندرجہ ذیل آیات میں اللہ نے اپنے اور رسول اللہ کے حقوق میں فرق کی وضاحت کی ہے۔

﴿ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشِ اللَّهَ وَيَتَّقْهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَاقِبُونَ ۝ ﴾

(النور: ۲۳/ ۲۴)

”اور کامیاب وہی ہیں جو اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کریں اور اللہ سے ڈریں۔“

- پس اطاعت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی۔
- ڈر اور خوف صرف اللہ سے۔
- توکل صرف اللہ پر۔
- مخلوق سے ڈرنہ ہو۔

مخلوق میں سے کسی نبی ولی اور بادشاہ پر توکل اور بھروسہ نہ ہو..... ارشاد الہی ہے:

﴿وَقَالَ اللَّهُ لَا تَتَّخِذُوا آلَ الْهَيْنِ آئِينَ، إِنَّنَا هُوَ إِلَهُ وَاحِدٌ، وَإِنَّا بِمَنَازِلِكُمْ أَفْضَلُ، وَكَانَ اللَّهُ تَعَالَى﴾
(النحل، ۲۱/۵۱ تا ۵۲)

”اور اللہ کا فرمان ہے کہ دو اللہ (معبود) نہ بنا لو۔ اللہ تو بس ایک ہی ہے لہذا تم مجھ ہی سے ڈرو۔ اسی کا ہے وہ سب کچھ جو آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور خالص اسی کا دین چل رہا ہے۔ پھر کیا اللہ کو چھوڑ کر تم کسی اور سے ڈرو گے؟“

﴿إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسْجِدَ اللَّهِ مَنَ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ فَعَسَىٰ أُولَٰئِكَ أَن يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ﴾
(التوبہ، ۱۰/۱۸)

”اللہ کی مسجد کے آباد کار تو ہی لوگ ہو سکتے ہیں جو اللہ اور روز آخر کو مانیں اور نماز قائم کریں زکوٰۃ دیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں۔ انہی سے یہ توقع ہے کہ سیدھی راہ پر چلیں گے۔“

﴿فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَالْخَشْيَةَ مِنَ اللَّهِ فَإِنَّهُ هُوَ الْبَاقِي﴾
(المائدہ، ۵۰/۳۳)

”پس تم لوگوں سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو اور میری آیات کو ذرا ذرا سے

معاوضے لے کر بیچنا چھوڑ دو۔“

درج ذیل آیت سے حقوق اللہ اور حقوق رسول ﷺ میں مزید فرق واضح ہوتا ہے:

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ﴾

(التوبہ : ۵۹/۹)

”کیا ہی اچھا ہوتا کہ اللہ اور رسول نے جو کچھ بھی انہیں دیا تھا اس پر وہ راضی رہتے اور کہتے کہ اللہ ہمارے لیے کافی ہے۔ وہ اپنے فضل سے ہمیں اور بہت کچھ دے گا اور اس کا رسول بھی ہم پر عنایت فرمائے گا۔ ہم اللہ ہی کی طرف نظریں جمائے ہوئے ہیں۔“

اللہ نے اس آیت میں اپنے اور رسول اللہ ﷺ دونوں کے لیے لفظ ایسا استعمال فرمایا ہے۔ کیونکہ ہمارے اور اللہ کے درمیان آپ ﷺ ہی واسطہ ہیں۔ احکام الہی کی تبلیغ حلال و حرام میں فرق جزا و سزا کا بیان رسول اللہ ﷺ ہی کا کام ہے۔

○ حلال وہ جسے اللہ اور اس کا رسول حلال فرمائیں۔

○ حرام وہ جسے اللہ اور اس کا رسول حرام قرار دیں۔

○ دین وہ جسے اللہ اور اس کا رسول مقرر کریں۔

رب کریم کا فرمان ہے:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ ، وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾

(الجنہ : ۵۹/۴)

”جو کچھ رسول تمہیں دے وہ لے لو اور جس چیز سے وہ تم کو روک دے اس سے

رک جاؤ۔“

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ﴾

(التوبہ : ۵۹/۹)

”کیا ہی اچھا ہوتا کہ اللہ اور رسول نے جو کچھ بھی انہیں دیا تھا اس پر وہ راضی رہتے اور کہتے کہ اللہ ہمارے لیے کافی ہے۔“

اللہ ہی کافی ہے

اس آیت کریمہ ”کافی ہے“ کے لیے ”درسولہ“ نہیں کہا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی تمام مومنین کے لیے کافی و شافی ہے۔ جیسے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾

(الانفال: ۸۰/۳)

”اے نبی! تمہارے لیے اور تمہارے پیرو اہل ایمان کے لیے تو بس اللہ کافی ہے۔“

مطلب یہ ہے کہ اے نبی ﷺ آپ اور سب مومنین کے لیے صرف اللہ تعالیٰ ہی

کافی ہے۔ ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَلُكُمْ فَأَدْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ أَلَمْ لَهُمْ أَنْجُلٌ يَشْهَدُونَ بِهَذَا أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَبْطِشُونَ بِهَذَا أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يَنْصُرُونَ بِهَذَا أَمْ لَهُمْ أَذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَذَا قُلْ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ كِيدُوا ۝ فَلَا تَنْظُرُونَ ۝ إِنَّ وِليَّ اللَّهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ ۗ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ ۝﴾

(الاحزاب: ۷۱/۳۲)

”اے نبی!..... ان سے کہو کہ بلا لو اپنے ٹھہرائے ہوئے شریکوں (معبودوں) کو پھر تم سب مل کر میرے خلاف تدبیریں کر لو اور مجھے ہرگز مہلت نہ دو۔ میرا حامی و ناصر وہ اللہ ہے جس نے یہ کتاب نازل کی ہے اور نیک آدمیوں کی حمایت کرتا ہے۔“

سیدنا ابن عباسؓ ”صالحین“ کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

﴿هُمُ الَّذِينَ لَا يَعْدِلُونَ بِاللَّهِ فَيَتَوَلَّوْا لَهُمْ وَيَنْصُرُهُمْ وَلَا تَنْصُرُهُمْ﴾

عَدَاوَةٌ مِّنْ عَادَاهُمْ))

”یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے برابر کسی کو قرار نہیں دیتے“ پس وہ ان کو اپنا دوست بناتا اور ان کی مدد فرماتا ہے اور انہیں کسی کی عداوت نقصان نہیں پہنچا سکتی۔“

ارشاد الہی ملاحظہ فرمائیے:

﴿إِنَّا كُنْضُرُ مُرْسَلْنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ

الْأَشْهَادُ﴾ (المومن ۳۰۰/۵۱)

”یقین جانو کہ ہم اپنے رسولوں اور ایمان لانے والوں کی مدد اس دنیا کی زندگی میں بھی لازماً کرتے ہیں اور اس روز بھی کریں گے جب گواہ کھڑے ہوں گے۔“

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ یوں کہتے ہیں:

﴿سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولَهُ ۗ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ﴾

(التوبہ ۹۱/۵۹)

”عنقریب ہمیں اللہ اپنے فضل سے عطاء کرے گا اور اس کا رسول بھی۔ لے ہم اللہ ہی کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔“

بعض لوگ اس آیت کریمہ سے رسول اللہ ﷺ کا عطا کرل ہونا نکالتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ عطا کرل اللہ کی ذات ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو نعمت کے مال وغیرہ سے اسباب عطا کرتا ہے اور آپ وہ خاتم وغیرہ اپنے اصحاب میں تقسیم کر دیتے تھے۔ سورہ توبہ سے ہی آپ کے عطا کرل ہونے کی نئی ثابت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اور ان لوگوں کے لیے بھی گناہ کی کوئی بات نہیں جو آپ کے پاس آئیں تاکہ آپ ان کے لیے سواری کا انتظام کریں تو آپ نے کہہ دیا ”لا اجز ما احملکم علیہ“ میرے پاس تمہارے لیے کوئی سواری نہیں۔ (توبہ:

۹۲)

امیر رضا خان نے ترجمہ یہ کیا ہے:

”مگر نہ ان پر جو تمہارے حضور حاضر ہوں کہ تم انہیں سواری عطا فرماؤ تم سے یہ جواب پائیں میرے پاس کوئی ع“

چنانچہ اللہ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اللہ ہی سے رغبت رکھیں۔ ارشاد الہی ہے:

﴿فَإِذَا قَرَعْتَ فَانصَبْ ۝ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝﴾ (الم نشرح ۱۴/۳)

”جب تم فارغ ہو تو عبادت کی مشقت میں لگ جاؤ اور اپنے رب ہی کی طرف
راغب ہو۔“

← چیز نہیں جس پر تمہیں سوار کروں“

پھر مراد آبادی صاحب نے تفسیر میں کی ہے:

”شان نزول“ اصحاب رسول ﷺ میں سے چند حضرات جہاد میں جانے کے لیے حاضر ہوئے انہوں نے حضور سے
سواری کی درخواست کی حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس کچھ نہیں جس پر تمہیں سوار کروں تو وہ روئے
ہوئے واپس ہوئے۔ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (ص ۳۰۰ مطبوعہ چاند کھنٹی لاہور)۔

اسی طرح صحیح البخاری۔ کتاب الزکاة : باب الاستعفاف عن المسئله (رقم ۱۳۶۹) میں ابو سعید
خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے کہ انصاری لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا آپ نے ان کو دے دیا۔ پھر مانگا
آپ نے پھر انہیں دے دیا پھر انہوں نے سوال کیا آپ نے پھر دے دیا۔ یہاں تک کہ جو کچھ آپ کے پاس تھا
ختم ہو گیا۔

اس صحیح حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کا رکھنا نہیں کیوں کہ اللہ کے دیئے ہوئے مال کو تقسیم کیا اور وہ ختم ہو گیا
جو اللہ کے ہاں ہے وہ ختم نہیں ہوتا۔ ارشاد ہے:

”ما عندکم ینفد و ما عند اللہ باق“ (نحل : ۹۶)

جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جاتا ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔

معلوم ہوا کہ عمار کل کے خزانوں میں کمی نہیں ہوتی۔ اسی طرح بعض لوگ

”انما اتنا قاسم واللہ یعطی“ (بخاری کتاب العلم)

میں تو صرف تقسیم کرتا ہوں اور اللہ عطا کرتا ہے۔

سے بھی آپ کا عمار کل ہونا بیان کرتے ہیں۔

صحیح بخاری سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تعلق علم اور خاتم و فس وغیرہ کی تقسیم سے ہے۔

اللہ نے جو آپ کو شریعت کا علم دیا وہ آپ اپنی امت کو آگے سکھاتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن میں ہے ((و یعلمکم
مالم تکونوا تعلمون)) یا جہاد میں غنیمتیں حاصل ہوتیں۔ مال فتنے اور فس آتے تو آپ فریاد و مساکین میں
تقسیم کر دیتے تھے۔ واللہ اعلم (بشر احمد ربانی)

نفع و نقصان کا مالک صرف ایک اللہ

یہ سب اس لیے کہ زمین و آسمان میں کوئی مخلوق کسی مخلوق کے نفع و نقصان کی مالک نہیں ارشاد الہی ہے:

﴿قُلْ ادْعُوا الَّذِينَ رَعِمْتُمْ مِنْ دُونِهِمْ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَخْوِيفًا ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ أَنَّ عَذَابَهُمْ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ۝﴾ (الاسراء، ۱۷۰/۱۷۱ تا ۱۷۴)

”ان سے کہو پکار دیکھو ان معبودوں کو جن کو تم اللہ کے سوا (اپنا کارساز) سمجھتے ہو۔ وہ کسی تکلیف کو تم سے ہٹا سکتے ہیں نہ بدل سکتے ہیں جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ تو خود اپنے رب کے حضور رسائی حاصل کرنے کا وسیلہ تلاش کر رہے ہیں کہ کون اس سے قریب تر ہو جائے اور وہ اس کی رحمت کے امیدوار اور اس کے عذاب سے خائف ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تیرے رب کا عذاب ہے ہی ڈرنے کے لائق۔“

سلف امت کی ایک جماعت جن میں سیدنا ابن عباسؓ بھی شامل ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس آیت سے وہ لوگ مراد ہیں جو ملائکہ اور انبیاء کی عبادت کیا کرتے تھے۔ جیسے سیدنا مسیح اور عزیرؑ کے پجاری۔

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:

”کچھ لوگ جنوں کی پوجا کیا کرتے تھے۔ جن تو مسلمان ہو گئے لیکن یہ لوگ اپنے شرک پر ہی مصر (اڑے) رہے۔“

ل صحیح بخاری۔ کتاب التفسیر : سورة بنی اسرائیل۔ باب (قل ادعوا الذین زعمتم من دونہ) (حدیث : ۳۷۴۳) صحیح مسلم۔ کتاب التفسیر : باب فی قوله تعالیٰ (ولولیک الذین یدعون یتبتغون۔۔۔) (حدیث : ۳۴۳۰)

مندرجہ بالا آیت ہر اس شخص پر صادق آتی ہے جو ملائکہ انسانوں یا جنوں میں سے کسی کو پکارے۔ خواہ وہ جن یا انسان اللہ کے ہاں صالح اور مقرب ہی کیوں نہ ہو۔ ارشاد الہی ہے:

﴿قُلْ اذْعُوا الَّذِينَ رَعَيْتُمْ مِنْ ذُوقِنِهِ فَلاِ عَلاَكُ لَكُمْ كَشَفِ الضَّرَبِ عَنْكُمْ وَلا تَحْزَنُوا ۝ اُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ اِلَى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اِيْتِمُ اقْرَبَ وَيَرْجُونَ رَحْمَةً وَيَسْئَلُوْنَ عَذَابَهُ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا﴾ (الاسراء، ۵۱ تا ۵۷)

”ان سے کہو پکار دیکھو ان مجبوروں کو جن کو تم اللہ کے سوا (اپنا کارساز) سمجھتے ہو وہ کسی تکلیف کو تم سے ہٹا سکتے ہیں نہ بدل سکتے ہیں۔ جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ تو خود اپنے رب کے حضور رسائی حاصل کرنے کا وسیلہ تلاش کر رہے ہیں کہ کون اس سے قریب تر ہو جائے اور اس کی رحمت کے امیدوار اور اس کے عذاب سے خائف ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تیرے رب کا عذاب ہے ہی ڈرنے کے لائق ہے۔“

ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ: ”اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ ان کے مجبور بذات خود قرب الہی کے متلاشی رہتے تھے۔ حقیقت حال یہی ہے۔

رہمہ کی ضمیر قرب الہی کے متلاشیوں یا سب کی طرف راجع ہے۔

وسیلہ اس سبب کو کہا جاتا ہے جو منزل مقصود تک پہنچانے میں مدد دے۔

توسل مقصود و مطلوب کی طلب کا نام ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اسی معنی پر

دلائل کتناں ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مَنْ سَأَلَ لِي الْوَسِيْلَةَ

بعض مفسرین نے درج ذیل بحث بھی کی ہے کہ

ابھو مبتدأ۔ اقرب خبر ہے۔ ان سے مراد مجبوران باطلہ ہیں۔ يدعون کی ضمیر

کفار اور یتیموں کی خیر معبودان باطلہ کی طرف راجع ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ ان کی نظر اور ان کا مرکز یہ ہے کہ ان میں سے کون اللہ کے قریب زیادہ ہے۔

غزوہ خیبر کے بارے سیدنا عمر فاروقؓ کہتے ہیں:

((فَمَاتَ النَّاسُ يَدُوْكَوْنَ اِيْهُمْ يُعْطَاَهَا))

”لوگ رات بھر اس پر غور کرتے رہے کہ وہ کون خوش نصیب ہوگا جسے صبح جھنڈا عطاء کیا جائے گا۔“

گویا مذکورہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ طلب قرب میں وہ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ زجاج نے دونوں ہی مقام پر ٹھوکر کھائی ہے۔ کیونکہ اس نے آیت ((ایہم اقرب)) میں دو قول نقل کئے ہیں جو غلط ہیں۔ ابن جوزی نے بھی زجاج ہی کی بات نقل کی ہے اور مہدوی اور بغوی وغیرہ نے بھی ان کی اتباع کی ہے۔

ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ ان سب سے زیادہ عربی لغت اور معانی کے ماہر تھے اس بارے میں ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ نے سیبویہ اور بصریوں کا مسلک بھی نقل کیا ہے جس سے زجاج کی ٹھوکر واضح ہو جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ زجاج عربی کا ماہر اور اسے بیان و معانی میں یدِ طولیٰ حاصل تھا اور اس میں بھی کوئی شک شبہ نہیں کہ اکثر امور میں زجاج مہدوی اور بغوی وغیرہ ابن عطیہ پر فوقیت رکھتے ہیں؛ لیکن عربی نقطہ نگاہ سے الفاظ کی دلالت میں ابن عطیہ ان پر فائق اور زیادہ باخبر تھا۔

عیسائیوں کے شرکیہ عقائد

ان آیات میں اللہ نے وضاحت سے بیان کیا کہ سیدنا مسیح علیہ السلام اگرچہ رسول تھے لیکن اس کے باوجود اللہ کے بندے تھے۔ جس نے مسیح علیہ السلام کی عبادت کی اس نے ایسے

۱ صحیح بخاری۔ کتاب المغازی : باب غزوة خیبر (حدیث : ۳۴۱۰) صحیح مسلم۔ کتاب فضائل الصحابة : باب من فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (حدیث : ۴۳۰۶)

شخص کی عبادت کی جو نفع دے سکتا ہے نہ نقصان۔ ارشاد الہی ہے:

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۗ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَحْيَىٰ بِنْتُ إِسْرَائِيلَ اْعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۗ إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَا لَهُ مِنَ النَّارِ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ۝ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ ۗ وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا وَاحِدٌ ۗ وَإِن لَّمْ يَذْهَبُوا عَنَّا يُفْقَرُونَ لَيْسَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لَهُ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ ۗ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۗ وَأُمَةٌ صِدْقَةٌ ۗ مَا كَانَ بِأَكْثَرِ النَّبِيِّينَ مِنَ اللَّهِ عِلْمًا ۗ أَنظُرْ كَيْفَ تُبَيِّنُ لَهُمْ آيَاتِنَا ثُمَّ انظُرْ أَنَّى يُؤْفَكُونَ ۝ قُلْ أَتَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا ۗ وَاللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝﴾ (المائدة: ۱۷۰-۱۷۴)

”یقیناً کفر کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کہا کہ اللہ مسیح ابن مریم ہی ہے! حالانکہ مسیح نے کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل! اللہ کی بندگی کرو جو میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی۔ حقیقت یہ ہے کہ جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ یعنی کفر کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کہا کہ اللہ تین میں سے ایک ہے! حالانکہ ایک الہ کے سوا کوئی الہ نہیں ہے۔ اگر یہ لوگ اپنی ان باتوں سے باز نہ آئے تو ان میں سے جس جس نے کفر کیا ہے اس کو دردناک سزا دی جائے گی۔ پھر کیا یہ اللہ سے توبہ کیوں نہیں کرتے اور اس سے معافی کیوں نہیں مانگتے! اللہ بہت درگزر فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ مسیح ابن مریم علیہ السلام اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول تھا۔ اس سے پہلے اور بھی بہت سے رسول گزر چکے تھے اس کی ماں ایک راست باز عورت تھی۔ اور وہ دونوں کھانا کھاتے

تھے۔ دیکھو ہم کس طرح ان کے سامنے حقیقت کی نشاںیاں واضح کرتے ہیں پھر دیکھو یہ کدھر لائے پھرے جاتے ہیں؟ ان سے کہو کیا تم اللہ کو چھوڑ کر اس کی پرستش کرتے ہو جو نہ تمہارے لیے نقصان کا اختیار رکھتا ہے نہ نفع کا؟ حالانکہ سب کی سننے والا اور سب کچھ جاننے والا تو اللہ ہی ہے۔

نفع و نقصان کے معاملہ میں پیغمبر بھی بے بس ہیں

رب کریم نے مخلوق میں سے افضل ترین شخص کو یہ کہا کہ وہ خود اعلان کرے کہ میں تو اپنی جان کو نفع دے سکتا ہوں نہ نقصان۔ ارشاد الہی ہے:

﴿قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ﴾

(الاعراف: ۴۰/۱۸۸)

”اے نبی!..... ان سے کہو کہ میں اپنی ذات کے لیے کسی نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔“

﴿قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا﴾ قُلْ إِنِّي لَنْ يُجِيبَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَا لَنْ أَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا﴾ إِلَّا بَلَاغًا مِنَ اللَّهِ وَرِسَالَةً﴾ (الجن: ۴۲/۲۳)

”کہو میں تم لوگوں کے لیے نہ کسی نقصان کا اختیار رکھتا ہوں نہ کسی بھلائی کا۔ کہو مجھے اللہ کی گرفت سے کوئی بچا نہیں سکتا اور نہ میں اس کے دامن کے سوا کوئی جائے پناہ پاسکتا ہوں۔ میرا کام اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اللہ کی بات اور اس کے پیغامات پہنچا دوں۔“

یعنی اگر میں رب کریم کی نافرمانی کروں تو مجھے بھی پناہ دینے والا اور اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ﴾

(الانعام: ۱۰/۱۵)

”کہو اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو ڈرتا ہوں کہ ایک بڑے

(خوفناک) دن مجھے سزا بھگتنی پڑے گی۔“

((وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُونِهِ مَلْتَحَدًا))

یعنی میری پناہ گاہ کوئی نہیں۔

((إِلَّا بَلَعَا مِنَ اللَّهِ وَرِسْلَتِهِ))

یعنی اللہ کی اطاعت کے سوا مجھے کوئی پناہ نہیں دے سکتا اور یہ کہ میں اس کے احکام لوگوں تک پہنچا دوں۔ یعنی یہی وہ عمل خالص ہے جس کی بدولت امن اور پناہ مل سکتی ہے۔

((لَا أَمَلِكُ لَكُمْ ضِرًّا وَلَا رَشَدًا))

کا ایک مفہوم یہ بھی منقول ہے کہ میں تبلیغ رسالت کے علاوہ کسی چیز کا مالک و متصرف نہیں۔ قرآن کریم میں اس کی امثلہ بے شمار ہیں۔

سعادت صرف اطاعت الہی میں ہے

پس یہ بات اظہر من الشمس ہوئی کہ اللہ کے عذاب سے بچاؤ اور حصول سعادت صرف اطاعت الہی میں مضمر ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

((مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِنَّ شُكْرَكُمْ وَأَمْنَتُمْ)) (النساء: ۳۷/۳۸)

”آخر اللہ کو کیا پڑی ہے کہ تمہیں خواہ مخواہ سزا دے اگر تم شکر گزار بندے بنے رہو اور ایمان کی روش پر چلو۔“

((قُلْ مَا يَعْجُبُ بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ)) (الفرقان: ۷۵/۷۷)

”اے نبی! لوگوں سے کہو میرے رب کو تمہاری کیا پرواہ ہوگی ہے اگر تم اس کو نہ پکارو۔“

وسیلہ کا مطلب اللہ کی رضا والے اعمال کرنا ہے

یعنی اگر تم اسے اس طرح نہ پکارو جس طرح اس نے حکم دیا ہے کہ اس کی اطاعت

روضہ رسول کی زیارت

کرو اور اس کی عبادت کرو اور اس کے رسولوں کی اتباع کرو تو پھر وہ تمہاری پرواہ تک نہ کرے گا۔ گویا عمل ہی وہ وسیلہ ہے جس کا حکم رب کریم نے دیتے ہوئے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ ۝﴾

(المائدہ: ۳۵/۵۰)

”نئے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو اور اس کی جناب میں باریابی کا ذریعہ تلاش کرو۔“

ابن عباس، مجاہد، عطاء اور افراء رضی اللہ عنہم جیسے مفسرین نے لکھا ہے کہ وسیلہ سے مراد قرب ہے۔ قنارۃ رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے:

”جن اعمال سے اللہ راضی ہوتا ہے ان پر عمل کر کے اس کا قرب حاصل کرو۔“
ابو عبید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

توسلت الیہ کے معنی تقرب کے ہیں۔ یعنی میں نے اس کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کی۔

عبدالرحمن بن زید کا قول یہ ہے کہ:

تجب اور تقرب الی اللہ کی صورت صرف ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی جائے۔

رسول اللہ سب جن و انس کے لیے وسیلہ ہیں

پہن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان اور اس کی اطاعت کرنا بندے کے درمیان وسیلہ ہے۔ ایمان اور اطاعت کے بغیر کوئی وسیلہ نہیں ہے جسے اختیار کیا جاسکتا ہو۔

اس وقت پوری مخلوق کا اللہ کے ہاں پہنچنے کا وسیلہ صرف یہ ہے کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا جائے اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کی جائے۔

انسان جہاں بھی ہو اسے ایمان بالرسول اور ان کی اطاعت کا حکم ہے البتہ جو عبادت کسی خاص مقام سے مختص ہیں وہ ہیں ادا کی جائیں اور جس وقت ادا کرنے کا حکم

ہے جیسے حج، روزہ اور جمعہ۔

رہا حجرہ مبارک تو شریعت میں اس کے اندرونی حصے کی کوئی حیثیت ثابت نہیں، چہ جائیکہ بیرونی حصے کو اس میں عبادت میں سے کسی چیز کو کوئی خصوصیت حاصل ہے اور نہ اس حجرہ میں ایسا کوئی کام کیا گیا۔ ائمہ اسلام کا اتفاق ہے کہ حجرہ مبارک سے دور رہنا اور قرب الہی کو حاصل کرنا افضل ترین اعمال سے ہے۔

رہی مسجد نبوی! تو قبر مکرم سے پہلے آپ ﷺ کی حیات طیبہ ہی سے اس کی فضیلت مسلم ہے۔ لہذا قبر مکرم کی وجہ سے مسجد کو کوئی فضیلت نہیں ہے۔

اطاعت رسول کے بغیر مکہ و مدینہ سکونت بھی مفید نہیں

قبر مکرم یا کسی دوسری قبر پر اعتکاف کرنا یا اس کے قریب بیٹھ جانے کو کسی عالم کسی صحابی اور خود رسول مکرم ﷺ نے مستحب قرار نہیں دیا اور نہ ہی کسی قبر کے نزدیک مکان بنانے کا قصد کرنا چاہئے۔ مدینہ طیبہ میں اس شخص کو فضیلت حاصل ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی اطاعت کرتا ہے جیسے وہ لوگ جنہیں ہجرت کا حکم تھا۔ اس وقت بلاشبہ مدینہ منورہ میں رہائش مکہ مکرمہ سے بھی افضل تھی بلکہ مدینہ منورہ میں رہنا واجب تھا لیکن فتح مکہ کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

۱۔ مولوی احمد رضا خان صاحب سے سوال کیا گیا کہ ”کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بوسہ دینا قبر اولیائے کرام اور طواف کرنا گرد قبر کے اور سجدہ کرنا عظیمًا از روئے شرع شریف موافق مذہب حنفی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: بلاشبہ غیر کعبہ معظمہ کا طواف تنظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے اور بوسہ قبر میں علماء کو اختلاف ہے۔ اور احوط منع ہے۔ خصوصاً مزارات طیبہ اولیائے کرام کہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ کم از کم چار ہاتھ قاضی سے کھڑا ہو۔ یہی ادب ہے۔ پھر تکبیل کیونکر متصور ہے۔ (احکام شریعت ص ۲۵۸ حصہ سوم۔ مسئلہ نمبر ۴)

مندرجہ بالا فتویٰ سے معلوم ہوا کہ قبر نبوی و مزارات اولیاء سے کم از کم چار ہاتھ دور کھڑا ہو۔ جب چار ہاتھ دور کھڑا ہوگا تو پھر قبر کو چومنا اس سے لپٹنا اس کی جالیوں کو ہاتھ لگانا تو قطعاً ممکن نہیں۔

«لَا هَجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلَكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ»

”فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں۔ البتہ جہاد اور نیت ہے۔“

فتح مکہ کے بعد جو شخص مکہ مکرمہ یا کسی اور جگہ سے مدینہ منورہ اس نیت سے جاتا کہ وہاں رہائش اختیار کرے گا تو آپ ﷺ اسے واپس جانے کا حکم دے دیتے۔

سیدنا عمر فاروقؓ حج کے اختتام پر لوگوں کو مکہ چھوڑنے کا حکم دیتے تاکہ اہل مکہ کو تکلیف نہ ہو اور وہ تنگی محسوس نہ کریں۔

رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کو بوقت ہجرت دوسرے علاقوں میں ولایت وغیرہ کی ذمہ داری سونپ کر بھیج دیا کرتے تھے۔

جب مدینہ منورہ دارالہجرت تھا اس وقت بھی اطاعت رسول کرتے ہوئے مدینہ سے دور جانا افضل ترین ٹھہرا تو ہجرت کے بعد کیا حکم ہوگا؟ یہ اس شخص کی بات ہے جسے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت نفع بخش ہو اور جو شخص ایسا نہیں ہے تو اسے قبر مکرم کا قرب فائدہ مند نہ ہوگا۔ جیسے صحیح بخاری کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«يَا فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا يَا صَفِيَّةُ أُمَّةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا يَا عَبَّاسُ أُمَّةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا»

”اے میری لخت جگر فاطمہ!..... میں اللہ کے ہاں تمہاری کسی قسم کی کفایت نہ کر سکتوں گا۔ اے میری پھوپھی صفیہ!..... میں اللہ کے ہاں تمہاری کسی قسم کی کفایت نہ کر سکتوں گا۔ اے میرے چچا عباس!..... میں اللہ کے ہاں تمہاری کسی قسم کی کفایت نہ کر سکتوں گا۔“

- ۱۔ صحیح بخاری۔ کتاب الجہاد : باب فضل الجہاد والسير (حدیث : ۲۷۸۴) صحیح مسلم۔ کتاب الامارۃ : باب المبايعۃ بعد الفتح علی الاسلام (حدیث : ۸۳ / ۱۳۵۳ / ۱۸۱۳)
- ۲۔ صحیح بخاری۔ کتاب التفسیر : سورة الشعراء (حدیث : ۳۷۷۲) صحیح مسلم۔ کتاب الایمان : باب قوله تعالى (وانذر عشيرتک الاقربین) (حدیث : ۲۰۳ - ۲۰۶)

ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ أَلَّ أَبِي فَلَانٍ لَيْسُوا لِي بِأَوْلِيَاءَ إِنَّمَا وَلِيَّيَ اللَّهُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ))^۱

”اے بنی فلاں میرے اولیاء نہیں، اللہ تعالیٰ اور صالح مومنین کے سوا میرا کوئی ولی اور دوست نہیں ہے۔“

ایک دوسرے موقع پر ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((إِنَّ أَوْلِيَاءِي إِلَّا الْمُتَّقُونَ حَيْثُ كَانُوا وَمَنْ كَانُوا))^۲
”متقین جہاں بھی ہوں وہ میرے ولی اور دوست ہیں۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يُدْفِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا﴾ (الحج: ۳۸/۳۳)

”یقیناً اللہ مدافعت کرتا ہے ان لوگوں کی طرف سے جو ایمان لائے ہیں۔“

رشد و ہدایت اللہ اور رسول کی اطاعت میں

مومنین جہاں بھی ہوں اللہ کریم ان کے ایمان کی وجہ سے ان کی مدافعت کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے خطبات میں فرمایا کرتے تھے کہ:

((مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ رَشِدَ وَمَنْ يَعْصِيهِمَا فَإِنَّهُ لَا يَضُرُّ إِلَّا نَفْسَهُ وَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا))^۳

”جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ رشد و ہدایت پر ہے اور

۱ صحیح بخاری۔ کتاب الادب۔ باب تہل الرحم بیلالہا (حدیث: ۵۹۹۰) صحیح مسلم۔

کتاب الایمان: باب موالاة المؤمنین و مقاطعة غیرہم (حدیث: ۲۱۵)

۲ مسند احمد (۲۳۵/۵) نحو المعنی

۳ سنن ابی داؤد۔ کتاب الصلوة: باب الرجل یخطب علی قوس (حدیث: ۱۰۹۶) و اسنادہ

ضعیف۔ اس کی سند میں ابو عیاض راوی مجہول ہے۔

جو ان کی مخالفت کرتا ہے وہ اپنی ہی ذات کو نقصان پہنچاتا ہے اور وہ اللہ کو کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچا سکتا۔“

فرمان الہی ہے:

﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصَّالِحِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ۝﴾

(النساء، ۴/۶۹)

”جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کریں گے، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے، جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین۔ کیسے اچھے ہیں یہ رفیق جو کسی کو میسر آئیں“

قبر پرستوں کے مضحکہ خیز خیالات

- ✽ بعض لوگوں کا یہ گمان رکھنا دین اسلام کے خلاف ہے کہ فلاں شہر میں انبیاء و صالحین کی قبریں ہیں اس لیے وہاں مشکلات و مصائب کا نزول نہیں ہے۔
 - ✽ اسی طرح یہ خیال کرنا بھی غلط ہے کہ بغداد میں مصائب اس لیے ٹل جاتے ہیں کہ وہاں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بشر الحافی اور منصور بن عمار کی قبریں ہیں۔
 - ✽ اور شام میں اس لیے وباء داخل نہیں ہوتی کہ وہاں انبیاء اور خصوصاً سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قبریں ہیں۔
 - ✽ اور مصر اس لیے محفوظ ہے کہ وہاں نصیہ وغیرہ کی قبور ہیں۔
 - ✽ اور حجاز میں اس لیے وبا کا آنا مشکل ہے کہ وہاں رسول مکرم ﷺ کا روضہ اور اہل بیت کا مسکن ہے۔
- یہ سب بدگمانیاں ہیں جو دین اسلام اور کتاب و سنت اور اجماع امت کے خلاف ہیں۔
- بیت المقدس ہی کو دیکھ لیجیے کہ وہاں کتنے ہی انبیاء و صالحین کی قبریں تھیں۔ جب

انہوں نے (وہاں کے رہنے والوں) نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کی مخالفت کی تو ان پر ایسے حاکم مسلط کر دیئے گئے جنہوں نے انہیں اس نافرمانی کا مزہ چکھا دیا۔

انبیاء و اولیاء کا کام اور ذمہ داری

انبیاء و اولیاء کا کام اللہ کی عبادت اور دعوت دین ہے نہ کہ اللہ کے کاموں میں دخل اندازی چہ جائیکہ بعد از وفات ہو۔ انبیاء ﷺ وفات پا چکے ہیں اور ان کا مشن یہ تھا کہ وہ دین اسلام اور احکام ربانی لوگوں تک پہنچادیں انہوں نے اپنے اس فریضے میں کوتاہی نہیں کی۔ رسول اللہ ﷺ کا بھی یہی ہدف تھا۔ آپ ﷺ کے بارے میں ارشاد ہے:

﴿إِن عَلَيْكَ إِلَّا الْبَدْعُ ۝﴾ (الشوری: ۳۸/۳۹)

”تم پر صرف بات پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے۔“

﴿وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ۝﴾ (النور: ۲۳/۲۴)

”رسول کی ذمہ داری اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ صاف صاف علم پہنچا دے۔“

اللہ تعالیٰ نے ہر اس شخص کی مدد و نصرت کی ضمانت دی ہے جو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرے گا اور جو شخص آپ ﷺ کی نافرمانی اور شریعت کی مخالفت کرے گا وہ عذاب کا مستحق ہوگا۔ اور پھر اسے اللہ کے عذاب سے کوئی نہ بچا سکے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے واضح الفاظ میں فرمایا تھا:

﴿يَا عَبَّاسُ يَا عَمَّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا يَا

صَفِيَّةُ أَعَمَّةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا يَا فَاطِمَةَ

بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا﴾^۱

”اے میرے چچا عباس!..... میں اللہ کے ہاں تمہاری کسی قسم کی کفایت نہ کر

۱ صحیح بخاری۔ کتاب التفسیر : سورة الشعراء (حدیث : ۳۷۷۷) صحیح مسلم۔ کتاب

الایمان : باب قوله تعالى (وانذر عشيرتك الاقربين) (حدیث : ۳۰۳۔ ۳۰۶)

سکوں گا۔ اے میری پھوپھی صفیہؓ!..... میں اللہ کے ہاں تمہاری کسی قسم کی کفایت نہ کر سکوں گا۔ اے میری لخت جگر فاطمہؓ!..... میں اللہ کے ہاں تمہاری کسی قسم کی کفایت نہ کر سکوں گا۔“

رسول اللہ ﷺ جب کسی صحابی کو کوئی عہدہ اور منصب عطا کرتے تو اسے یوں نصیحت فرماتے کہ دیکھو!

((لَا الْفَيْنَ أَحَدَكُمْ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رَقَبَتِهِ بِعَبْرٍ لَهُ رُغَاءً يَقُولُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اَعِثْنِي فَأَقُولُ: لَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا قَدْ بَلَّغْتُكَ))^۱

”میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حالت میں نہ دیکھوں کہ اس کی گردن پر (مالِ زکوٰۃ یا چوری کا) اونٹ چیخ و پکار کر رہا ہو اور انسان یہ دہائی دے کہ یا رسول اللہ! میری مدد فرمائیے۔ اور میں یہ جواب دوں کہ میں نے تم کو دنیا میں (لمین دین کا تمام معاملہ شرعی بنیادوں پر) سمجھا دیا تھا۔ اب اللہ کے حضور میں تیری مدد نہیں کر سکتا۔“

سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کی خلافت میں اور سیدنا عثمانؓ کی خلافت کے ابتدائی دور میں اہل مدینہ کا یہ حال تھا کہ دنیا و آخرت کے امور میں یہ لوگ افضل ترین اور دنیا کے رہبر تھے۔ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ انہوں نے اطاعت رسول کو اپنا نصب العین بنا لیا تھا۔ لیکن سیدنا عثمانؓ کی شہادت کے بعد ایسی تبدیلیاں ہوئیں کہ خلافت ان کے ہاتھوں سے نکل گئی اور یہ لوگ رعایا بن کر رہ گئے۔ اس کے بعد بھی حالات بد سے بدتر ہوتے چلے گئے۔ نتیجہ بایں جا رسید کہ قتل و غارت اور مصائب و آلام نے مدینہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اور ایسے ایسے سنگین واقعات پیش آئے کہ اہل مدینہ ان کا تصور بھی نہ

۱ صحیح بخاری۔ کتاب الجہاد : باب الغلول (حدیث : ۳۰۷۳) صحیح مسلم۔ کتاب

الامارة : باب غلظ تحريم الغلول (حدیث : ۱۸۳۱)

کر سکتے تھے۔

اہل مدینہ کے ساتھ جس شخص نے جو سلوک روا رکھا، اگرچہ وہ ظالم اور سرکش تھا لیکن ان لوگوں (کفار قریش) سے زیادہ شقی القلب نہ تھا جنہوں نے رسول مکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کو تکلیفیں دی تھیں۔ رب ذوالجلال ارشاد فرماتا ہے:

﴿أَوْلَمَّا أَصَابَكُمْ مُصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُمْ مِثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنْى هَذَا

قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ ۗ﴾ (آل عمران، ۱۷۵/۳)

”اور یہ تمہارا کیا حال ہے کہ جب تم پر مصیبت آپڑی تو تم کہنے لگے یہ کہاں سے آئی؟ اے نبی (ﷺ) ان سے کہو۔ یہ مصیبت تمہاری اپنی لائی ہوئی ہے۔“

اہل مدینہ پر مذکورہ مصائب اس حالت میں پیش آئے جب کہ رسول اللہ ﷺ اور السابقون الاولون مدینہ میں مدفون تھے۔

عزت و نصرت، اخلاص و اطاعت میں مضمر ہے

ابتداءً اسلام میں شام کا بھی یہی حال تھا۔ یہ لوگ دین و دنیا کی سعادت اور سیادت سے مالا مال تھے۔ لیکن ان کی بد عملیوں کی وجہ سے فتنے اور فساد نے شام کو اپنا مسکن بنا لیا۔ حتیٰ کہ ملک و سلطنت بھی ان کے ہاتھ سے چھن گئی۔ طغز منافق اور نصاریٰ نے ان پر اپنا تسلط قائم کر لیا اور بیت المقدس اور قبر ظلیل کو اپنے کنٹرول میں لے لیا۔ بلکہ قبر ظلیل کے گرد جو دیوار تھی اسے گرا کر کنیسا میں تبدیل کر دیا۔

کافی عرصہ بعد جب اہل شام نے اخلاص سے اسلام کو اپنا نصب العین بنایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی کھوئی ہوئی عزت واپس کر دی اور یہ لوگ اپنے دشمن پر غالب آ گئے۔ یہ نتیجہ تھا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری اور احکام الہی کو اپنے اندر سمونے کا۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ایک ایسا مرکز و محور ہے جس پر

سعادت دنیا و آخرت کا دار و مدار ہے۔ ارشاد الہی ہے:

﴿ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصَّادِقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ۝ ﴾

(النساء، ۱۳۹/۳)

”جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین۔ کیسے اچھے ہیں یہ رفیق جو کسی کو میسر آئیں!“

رسول اکرم ﷺ اپنے خطبات میں فرمایا کرتے تھے:

﴿ مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يُعْصِهِمَا فَإِنَّهُ لَا يَضُرُّهُ إِلَّا نَفْسَهُ وَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا ۝ ﴾

”جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے وہ رشد و ہدایت پر ہے اور جو ان کی مخالفت کرتا ہے وہ اپنی ہی ذات کو نقصان پہنچاتا ہے اور وہ اللہ کو کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچا سکتا۔“

مکہ مکرمہ اہل مکہ کی تکالیف رفع نہیں کر سکتا اور نہ ہی ان کو رزق پہنچا سکتا ہے۔ ہاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت فراخی رزق کا سبب بن سکتی ہے جیسا کہ سیدنا خلیل الرحمن نے بارگاہ الہی میں عرض کی تھی:

﴿ رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بُعَاثًا عَنِي ذِي رُزُقٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمَكْرُمِيِّ رَبَّنَا لِيُعْمَرُوا الْمَسْجِدَ فَاجْعَلْ أَهْلَهُ مِنَ النَّاسِ تَهْوَىٰ إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ۝ ﴾ (البراقہ، ۳۴/۳)

”اے پروردگار!..... میں نے ایک بے آب و گیاہ وادی میں اپنی اولاد کے ایک حصے کو تیرے محترم گھر کے پاس لا بسایا ہے۔ پروردگار! یہ میں نے اس

سنن ابی داؤد۔ کتاب الصلاۃ : باب الرجل یخطب علی قوم • حدیث : ۱۰۹۷ • و اسنادہ ضعیف۔

لیے کیا ہے کہ یہ لوگ یہاں نماز قائم کریں۔ لہذا تو لوگوں کے دلوں کو ان کا مشتاق بنا اور انہیں کھانے کو پھل دے شاید کہ یہ شکر گزار بنیں۔“

اہل جاہلیت بھی حرم کی عظمت اور توقیر کرتے ہیں۔ بیت اللہ کا طواف کرتے حج کرتے عام مشرکین سے مشرکین مکہ بہر حال بہتر تھے۔ اللہ کی سنت یہ ہے کہ وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ اسی وجہ سے اللہ ان کی وہ عظمت کرتا جو عام مشرکین کی نہ کرتا تھا اور ایسے ایسے انعامات کی بارش کرتا جو دوسرے شہزادوں پر نہ ہوتی، کیونکہ اہل مکہ دین ابراہیمی کو دوسروں کی بہ نسبت زیادہ مضبوطی سے تھامے ہوئے تھے۔ وہ اسلام میں اگر دوسروں پر فضیلت لے گئے تو حسب فضیلت انہیں جزا ملے گی اور اگر ان کے اعمال دوسروں کی نسبت برے ہوئے تو ان کے برے اعمال کے مطابق ہی سزا ہوگی۔

پس مساجد ہوں یا کوئی اور اہم جگہ۔ اس کے رہنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی وجہ سے فائدہ پہنچتا ہے۔ صرف مقدس مقام کی وجہ سے ثواب ملتا ہے نہ عذاب۔ ثواب و عذاب کا دار و مدار اعمال صالح اور سیات سے اجتناب پر موقوف ہے۔

پاکبازی اور تقدس کا تعلق انسانی کردار سے ہے کسی زمین سے نہیں

ذرا غور فرمائیے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب مہاجرین و انصار کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا تو سلمان فارسی اور ابوذر داء کے مابین اخوت ہوئی۔ ابوذر داء دمشق اور سلمان فارسی عراق میں تھے۔ ابوذر داء نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہما کو لکھ بھیجا کہ آپ ارض مقدس میں میرے ہاں تشریف لے آئیں۔ اس کے جواب میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہما نے جو پیغام بھیجا وہ سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے۔ فرماتے ہیں:

((إِنَّ الْأَرْضَ لَا تَقْدَسُ أَحَدًا وَآتَمَّا يَقْدَسُ الرَّجُلُ عَمَلُهُ))
 ”ارض پاک کسی کو پاک باز نہیں بناتی بلکہ انسان کا کردار اسے مقدس بناتا ہے۔“

جہاد کے لیے سرحدوں پر قیام سکونت مکہ و مدینہ سے افضل ہے

علماء کا اتفاق ہے کہ حرمین شریفین میں قیام کرنے سے سرحدوں پر (اسلام کے لئے) جہاد کرنا افضل ہے۔ صحابہ کرام کا ہجرت و جہاد کے لیے مدینہ منورہ میں قیام کرنا افضل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سب مخلوق کو پیدا کیا۔ وہی ان کو ہدایت اور رزق عطاء فرماتا ہے وہی مدد کرتا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی شخص ذرہ بھر چیز کا مالک نہیں:

اللہ کے اذن و اجازت کے بغیر شفاعت کا تصور بھی نہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ ادْعُوا الَّذِينَ رَعَيْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَنْبَلِكُمْ مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهَا مِنْ شَرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيرٍ ۝ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ ۝﴾ (البقرہ ۲۳۱/۲۳۲)

”اے نبی!..... (ان مشرکین سے) کہو پکار دیکھو اپنے ان معبودوں کو جنہیں تم اللہ کے سوا اپنا معبود سمجھے بیٹھے ہو۔ وہ نہ آسمانوں میں کسی ذرہ برابر چیز کے مالک ہیں نہ زمین میں۔ وہ آسمان و زمین کی ملکیت میں شریک بھی نہیں ہیں۔ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار بھی نہیں ہے اور اللہ کے حضور کوئی شفاعت بھی کسی کے لیے نافع نہیں ہو سکتی بجز اس شخص کے جس کے لیے اللہ نے سفارش کی اجازت دی ہو۔“

شفاعت اللہ تعالیٰ کی رضا، اجازت اور حکم کے ساتھ مفید ہے

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین لکھتے ہیں:

شفاعت کرنے والے اور جن کی شفاعت ہوگی دونوں کو اجازت ملے گی۔ کیوں کہ

سید الشفعا علیہ السلام قیامت کے دن شفاعت کا ارادہ فرمائیں گے تو فرماتے ہیں:

﴿فَإِذَا رَأَيْتُ رَبِّي خَرَرْتُ لَهُ سَاجِدًا وَأَحْمَدُهُ بِمَحَامِدِ يَفْتَحُهَا﴾

عَلَى لَا أَحْسَنُهَا أَلَانَ- فَيَقَالَ لِي: اِرْفَعْ رَأْسَكَ وَ قُلْ يُسْمَعُ وَسَلِّ
تُعْطَهُ وَأَشْفَعُ تُشْفَعُ- قَالَ: فَيَحْدُ لِي حَدًّا فَأَدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ) ۱
”میں اللہ کو دیکھتے ہی سجدے میں گر جاؤں گا۔ اس وقت میرے قلب پر اللہ
تعالیٰ ایسی تعریفیں وارد کرے گا جو اب نہیں ہیں۔ مجھے حکم ہو گا کہ اپنا سر اٹھاؤ
اور سوال کرو اور کہو تو سنا جائے گا۔ سوال کرو تو دیا جائے گا۔ اور سفارش کرو تو
قبول ہوگی۔ پھر میرے لیے ایک حد مقرر کر دی جائے گی۔ جس کے اندر
سفارش کر کے لوگوں کو جنت میں پہنچاؤں گا۔“

دوسری اور تیسری بار بھی اسی طرح شفاعت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
(وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ
وَهُمْ يَعْلَمُونَ) (الرعرع، ۳۳/۸۶)

”اس کو چھوڑ کر یہ لوگ جنہیں پکارتے ہیں وہ کسی شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے
الا یہ کہ کوئی علم کی بنا پر حق کی شہادت دے۔“

اس آیت کریمہ میں بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی شفاعت کا مالک نہیں
ہے۔ إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ یہ استثناء منقطع ہے۔ یعنی جو حق کے شاہد ہیں شفاعت ان ہی کا
حق ہے شفاعت کرنے والا اور جس کی شفاعت کی گئی ہے دونوں اس حکم میں داخل ہیں۔
مخلص مسلمانوں کے حق میں شفاعت ہوگی

صحیح بخاری میں روایت ہے سیدنا ابو ہریرہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا:
(مَنْ أَسْعَدَ النَّاسَ بِشَفَاعَتِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا أَبَا
هُرَيْرَةَ أَلْقَدْ طَنَنْتُ أَنْ لَا يَسْأَلَنِي عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ أَحَدٌ أَوْلَى
مَنْكَ لَمَّا رَأَيْتُ مِنْ حُرُصِكَ عَلَيَّ الْحَدِيثِ- أَسْعَدَ النَّاسَ

۱ صحیح بخاری۔ کتاب الرقاق : باب صفة الجنة والنار (حدیث : ۲۵۶۱۵) صحیح مسلم۔

کتاب الایمان : باب ادنی اهل الجنة منزلة فيها (حدیث : ۲۶۳)

بَشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَمَةِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ خَالِصًا مِنْ قَبْلِ
نَفْسِهِ))^۱

”اے اللہ کے رسول ﷺ!..... آپ کی شفاعت کا سب سے زیادہ کون مستحق ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! مجھے یقین تا کہ تمہارے سوا اس قسم کا سوال کوئی نہیں کرے گا کیونکہ میں دیکھتا تھا کہ تو ہماری بات سننے کے لئے حریص ہے۔ قیامت کے دن ہماری سفارش کا سب سے زیادہ حق دار شخص وہ ہوگا جس نے اپنی نیت خالص سے کلمہ لا الہ الا اللہ کی شہادت دی ہوگی۔“

اس حدیث میں شفاعت کا سب سے زیادہ سعادت مند اور مستحق وہ شخص قرار دیا گیا ہے جس کا اخلاص کامل ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ
صَلَّى عَلَيَّ مَرَّةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا. ثُمَّ سَلُّوا اللَّهَ لِي
الْوَسِيلَةَ فَإِنَّهَا دَرَجَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ. فَمَنْ سَأَلَ اللَّهَ
لِي الْوَسِيلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَمَةِ))^۲

”جب تم اذان کہنے والے کو سنو تو اسی طرح جواب دو جس طرح وہ کہتا ہے پھر مجھ پر درود پڑھو۔ پس جو مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھے گا اللہ اس پر دس دفعہ رحمت فرمائے گا۔ پھر میرے لیے وسیلہ کی دعاء کرو۔ وسیلہ جنت کے ایک درجے کا نام ہے جو صرف ایک انسان کے لیے خاص ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہی ہوں گا۔ پس جو شخص میرے لیے وسیلہ کی دعاء کرتا ہے قیامت کے دن اس کی سفارش مجھ پر حلال ہو جائے گی۔“

جزا عمل کے مطابق ہوگی جیسے: مَنْ صَلَّى عَلَيَّ مَرَّةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ بِهَا

۱۔ صحیح بخاری۔ کتاب العظم : باب الحرص على الحديث (حدیث : ۴۹)

۲۔ صحیح مسلم۔ کتاب الصلاة باب استجاب القول مثل قول المؤذن (حدیث : ۳۸۷)

عشرا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ:

((وَمَنْ سَأَلَ اللَّهَ لِيَ الْوَسِيلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَمَةِ
وسیلہ کے سوال کے جواب میں اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي کہا بلکہ فرمایا کہ
اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَمَةِ مَنْ قَالَ خَالِصًا مِنْ قَبْلِ
نَفْسِهِ))

باعث شفاعت توحید اور اخلاص عمل

ثابت ہوا کہ توحید اور اخلاص سے جس قدر شفاعت رسول ﷺ حاصل ہوگی وہ
دوسرے اعمال سے حاصل نہیں ہو سکتی، اگرچہ عمل صالح ہی کیوں نہ ہو جیسے رسول اللہ ﷺ
کے لیے وسیلہ کا سوال۔

لہذا ایسے اعمال سے کیسے شفاعت حاصل ہوگی جن کا حکم ہی نہیں بلکہ ان سے روک
دیا گیا ہے۔ ایسے شخص کو نہ دنیا میں بھلائی نصیب ہوگی نہ قیامت کے دن نجات۔ جیسے
نصاری نے سیدنا مسیح علیہ السلام کے بارے میں غلو کیا۔ یہ غلو بجائے فائدہ کے نقصان کا باعث
ہوگا۔ صحیحین میں مروی حدیث میں موجود ہے جس میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ وَاِنِّي اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً
لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِيهِ نَائِلَةٌ اِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ
شَيْئًا))

”تمام انبیاء ﷺ کی ایک ایک دعاء ضرور مستجاب تھی جو دنیا ہی میں قبول کر لی گئی۔
لیکن میں نے اپنی دعاء کو محفوظ رکھا ہوا ہے تاکہ قیامت کے دن اپنی امت کی

صحیح بخاری۔ کتاب الدعوات : باب لكل نبی دعوة مستجابة (حدیث : ۲۳۰۳، ۲۳۰۵)

صحیح مسلم۔ کتاب الایمان : باب اختباء النبی ﷺ دعوة الشفاعة لامته (حدیث : ۱۹۸)

(۱۹۹) واللفظ له۔

سفارش کروں۔ پس یہ دعاء ان شاء اللہ ہر اس شخص کو پہنچے گی جو شرک کے بغیر فوت ہوا۔“

آپ صرف اہل توحید کی شفاعت فرمائیں گے

شفاعت کے متعلق جتنی بھی احادیث مروی ہیں ان سب میں یہ بات واضح اور نمایاں طور پر موجود ہے کہ آپ ﷺ صرف اہل توحید کی شفاعت کریں گے۔ جو شخص توحید میں جس قدر پختہ اور اپنے اعمال میں جس قدر مخلص ہوگا اسی معیار کے مطابق شفاعت کا مستحق ٹھہرے گا۔ رب کریم نے وعدہ و وعید ثواب و عقاب حمد و ذم کو ایمان توحید اور اطاعت رسول ﷺ پر معلق کیا ہے۔ جس شخص کا ایمان ہوگا وہی دنیا آخرت میں اللہ کی دوستی کا زیادہ مستحق ہوگا۔ اللہ کی تمام مخلوق خواہ مسلمان ہوں یا کافر سب کو اللہ ہی رزق دیتا ہے وہی مصائب و مشکلات دور کرتا ہے۔ اللہ ہی ایک ذات واحد ہے جس کی طرف لوگ مصائب و مشکلات میں رجوع کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا يَكُفُّمْ مِنْ نِعْمَتِي فِيمَنْ لِي اللَّهُ ثُمَّ إِذَا مَسَّكُمْ الضُّرُّ وَأَلَيْتُمْ تَتَخَوُّونَ﴾

(النحل: ۱۶ / ۵۴)

”تم کو جو نعمت بھی حاصل ہے اللہ ہی کی طرف سے ہے پھر جب کوئی سخت وقت تم پر آتا ہے تو تم لوگ خود اپنی فریادیں لے کر اسی کی طرف دوڑتے ہو۔“

﴿قُلْ مَنْ يَكْفُرْ كُفْرًا بِآيَاتِنَا وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ﴾ (۱۰۷: ۱۱۱)

”اے نبی!..... ان سے کہو کون ہے جو رات کو یا دن کو تمہاری رحمان کی بجائے مگرانی کرتا ہے؟ ہم چاہیں تو تمہاری بجائے فرشتے متعین کر دیں جو زمین میں تمہارے جانشین ہوں۔“

جو شخص یہ خیال کرے کہ فلاں مقام پر مصائب و مشکلات کا نزول اس لیے نہیں ہو تا کہ وہاں انبیاء اور صالحین کی قبور ہیں تو یہ شخص غلط کہتا ہے۔ خطہ ارضی پر افضل ترین جگہ

مکہ مکرمہ ہے اس کی عظمت و تقدیس مسلم ہے۔ باایں ہمہ اہل مکہ پر اللہ تعالیٰ کا سخت ترین عذاب نازل ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کی یوں وضاحت کرتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمْ أَنْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ إِذَا قُلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ أَرْضِينَا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْأُخْرَىٰ ۚ فَمَا مَتَاءُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْأُخْرَىٰ إِلَّا قَلِيلٌ ۚ إِلَّا تَنْفَرُوا يُعَذِّبَكُمُ اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ۗ وَيَسْتَبْدِلُ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَصُدُّهُ شَيْئًا ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝﴾ (التوبة: ۱/۳۸ تا ۳۹)

”اللہ ایک بستی کی مثال دیتا ہے وہ امن و اطمینان کی زندگی بسر کر رہی تھی اور ہر طرف سے اس کو بفرغت رزق پہنچ رہا تھا کہ اس نے اللہ کی نعمتوں کا کفران شروع کر دیا۔ تب اللہ نے ان کے باشندوں کو ان کی کرتوتوں کا یہ مزا چکھایا کہ بھوک اور خوف کی مصیبتیں ان پر چھا گئیں۔ ان کے پاس ان کی اپنی قوم میں سے ایک رسول آیا۔ مگر انہوں نے اس کو جھٹلایا۔ آخر کار عذاب نے ان کو آیا جب کہ وہ ظالم ہو چکے تھے۔“

قبر پرستوں اور گمراہ لوگوں کی اصلاح مسلمان حکمرانوں کا فرض ہے

(امام ابن تیمیہؒ کی پرزور نصیحت)

حکمران طبقے پر فرض ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی سنت اور دین حق کی مدد پر کمر بستہ ہوں اور اسے عوام پر نافذ کریں۔ جن امور سے روکا گیا ہے انہیں ختم کریں اور قبر پرستوں کی ان افتراءات اور اکاذیب اور بدعتوں کا قلع قمع کریں جو شریعت میں داخل کر دی گئی ہیں۔ خواہ عمداً داخل کی گئی ہوں یا جہالت اور لاعلمی کی بناء پر۔

دین اسلام کا اصل یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے عظیم ور اہم فریضہ کو بروئے کار لایا جائے۔ توحید نیکی کی جڑ اور شرک برائی کی انتہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو

دین حق اور ہدایت دے کر مبعوث کیا گیا جنہوں نے توحید اور شرک میں فرق واضح کیا۔ حق اور باطل میں تمیز کی، ہدایت اور گمراہی میں حد فاصل قائم کی، رشد و ہدایت اور گمراہی نیکی اور بدی میں فرق کیا۔

اب جو شخص امر کو نبی اور نہی کو امر میں تبدیل کرنا چاہتا ہے اور دین اسلام اور شریعت مطہرہ میں رد و بدل کا خواہاں ہے خواہ لاعلمی کی بنا پر یا کسی دنیاوی لالچ کی وجہ سے اس فعل قبیح کا مرتکب ہو رہا ہو تو حاکم وقت پر فرض ہو جاتا ہے، کہ وہ ایسے لوگوں کا منہ بند کرے اور کتاب و سنت کی حمایت و نصرت میں اپنی قوت خرچ کرے کیونکہ رب کریم کا پختہ وعدہ ہے کہ وہ اپنے رسولوں اور مومنین کی دنیا اور آخرت میں مدد و نصرت فرمائے گا۔ پس جس خوش نصیب کے ہاتھ سے دین اسلام کی نصرت ہو جائے وہ دنیا اور آخرت میں سرخرو اور سعادت مند ہوگا۔

ورنہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ اپنے دین کی خدمت کسی اور شخص سے لے لے اور پھر ہر شخص کو اس کے عمل و کردار کے مطابق بدلے دے، کیونکہ رب کریم کی یہ صفت ہے کہ وَمَا رَبِّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ (تیرا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں) اور اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ حق کا ساتھ دیتا ہے اور جو شخص حق سے سرکنے اور روگردانی کی کوشش کرتا ہے اس کے بارے میں رب کریم فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمْ افْعُرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَشَأْ قُلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ ۗ أَرْضِينَا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ ۗ فَمَا مَتَاءُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ۝ إِلَّا تَنْفَرُوا وَيَعِدُّ بَكُمْ عَدَايَا أَلِيْمًا ۗ وَيَسْتَبْدِلُ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝﴾ (التوبة: ۲۳۸/۹)

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تمہیں کیا ہو گیا کہ جب تم سے اللہ کی راہ میں نکلنے کے لیے کہا جاتا ہے تو تم زمین سے چٹ کر رہ جاتے ہو؟ کیا تم نے آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کو پسند کر لیا؟ ایسا ہے تو تمہیں معلوم ہو کہ دنیوی

زندگی کا یہ سب ساز و سامان آخرت میں بہت تھوڑا نکلے گا۔“ تم نہ اٹھو گے تو اللہ تمہیں دردناک سزا دے گا۔ اور تمہاری جگہ کسی اور گروہ کو اٹھائے گا اور تم اللہ کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔ اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهَ بِعُودٍ يَخِبُّهُمْ وَيُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ كَوْمَةً كَالَّذِينَ كَفَرُوا ۗ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝﴾ (المائدہ: ۵۰/۵۱)

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھرتا ہے تو (پھر جائے) اللہ اور بہت سے لوگ پیدا کر دے گا جو اللہ کو محبوب ہوں گے اور اللہ ان کو محبوب ہوگا۔ جو مومنوں پر نرم اور کفار پر سخت ہوں گے جو اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطاء کرتا ہے اللہ وسیع ذرائع کا مالک ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔“

رب ذوالجلال نے لوگوں کو یہ نقشہ ان کی اپنی جانوں اور دوسرے لوگوں میں آئینہ کی طرح دکھلایا دیا کہ وہ اپنے احکام و فرامین کی کیسے تصدیق کرتا ہے۔ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رب کریم فرماتا ہے:

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۗ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿۱﴾ (حمد السجدہ: ۱)

”عنفرتیب ہم ان کو اپنی نشانیاں آفاق میں بھی دکھائیں گے اور ان کے اپنے نفس میں بھی یہاں تک کہ ان پر یہ بات کھل جائے گی کہ یہ قرآن واقعی برحق ہے۔ کیا یہ بات کافی نہیں ہے کہ تیرا رب ہر چیز کا شاہد ہے؟“

وَاللَّهُ أَعْلَمُ

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ



دارالابتدائی

کتاب و سنت کی اشاعت
کا مثالی ادارہ



اپنے خاندان کو

بیہودہ ڈائجسٹوں و ناولوں سے بچائیں اور
قرآن و حدیث سے مہکتی، دیدہ زیب اور دل نشیں کتابوں کا مطالعہ کروائیں